

زنگین نامہ

[کلیاتِ جعفر زنگی]

مرتب

رشید حسن خاں

**Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.**

**پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ**



زُمل نامہ

[گلیاتِ جعفر زملی]



مرتب:

رشید حسن خاں

کتاب کا نام	: زبل نامہ (کلیاتِ نثر و نظم)
مصنف	: میر جعفر زبلی نارولی
مرتب	: رشید حسن خاں
ناشر	: رشید حسن خاں
سرورق	: محمد ساجد
کمپوزنگ	: عبدالرشید، کمپیوٹر سنٹر انجمن ترقی اردو [ہند]، نئی دہلی-۲
مطبع	: شمر آفسٹ پرنٹنگ پریس، نئی دہلی-۲
سنہ اشاعت	: ۲۰۰۳ء
قیمت	: ۲۳۰ روپے

یہ کتاب قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان کے مالی تعاون سے شائع ہوئی

ملنے کا پتا

انجمن ترقی اردو (ہند)، اردو گھر، راؤز ایونیو، نئی دہلی-۱۱۰۰۰۲

انتساب

محبت مکرّم

الحاج عبدالوہاب خاں سلیم

کے نام

فہرست

مقدمہ مرتب

۱۱	۱	تمہید
۱۲	۲	حالاتِ زندگی
۱۷	۳	کلامِ جعفر کی اہمیت
۲۴	۴	زبان اور بیان
۲۸	۵	مقتول تلخ نوائی
۲۸	۶	زبل نامہ
۳۰	۷	مکمل کلیات کس نے مرتب کیا؟
۳۱	۸	مختلف نسخے
۴۴	۹	طریق کار
۴۵	۱۰	ضمیمے
۴۸	۱۱	سپاس گزاری

حصہ نثر

۵۱	۱	[تمہید: مرتب]
۵۳	۲	اخباراتِ سیہ دربارِ معلیٰ
۵۹	۳	انعامات
۷۷	۴	التماس در مضمونِ ترکاری (۱)
۷۹		

	التماس در مضمونِ ترکاری (۲)	۵
۸۱	مضمونِ فرمان	۶
۸۲	گفتگو نامہٴ مُلّا	۷
۸۶	شکوہٴ نفرِ خود	۸
۸۸	رقعہ بہ شیخ الاسلام -	۹
۹۰	عرضداشت (بجو سبھا چند)	۱۰
۹۲	رقعہ حسبِ حالِ خود	۱۱
۹۵	رقعہ بہ کمال الدین خاں	۱۲
۹۷	رقعہ در حسبِ ونسبِ دخترِ مرزا کائنات	۱۳
۱۰۰	رقعہ بہ جمال الدین خاں (در بارہٴ دخترِ حمید خاں)	۱۴
۱۰۱	بجو دخترِ مرزا ذوالفقار بیک کوتوالِ دہلی	۱۵
۱۰۳	رقعہٴ سید اٹل	۱۶
۱۰۵	جوابِ رقعہ (نظم میں)	۱۷
۱۰۶	التماسِ سید اٹل	۱۸
۱۰۷	رقعہٴ سفارش	۱۹
۱۰۸	نکاح نامہ (۱)	۲۰
۱۰۹	نکاح نامہ (۲)	۲۱
۱۱۰	التماسِ بولا زُنار دار	۲۲
۱۱۱	شرحِ چہرہ (۱)	۲۳
۱۱۱	شرحِ چہرہ (۲)	۲۴
۱۱۲	تمسک	۲۵
۱۱۳	حاضر ضامنی	۲۶

۱۱۴	شرحِ مچلکہ نوکری	۲۷
۱۱۶	دستخطِ خاص (۱)	۲۸
۱۱۶	دستخطِ خاص (۲)	۲۹
۱۱۷	نسخہ چورن	۳۰
حصہ نظم		
۱۱۹		
۱۲۱	نعت و منقبت: محمد پاراتارن ہارسب کا	۱
۱۲۵	در تعریف اورنگ زیب: زہے دھاگ اورنگ زیب بلی	۲
۱۳۷	مرثیہ اورنگ زیب: بنال اے عندلیب گلشن ہوش	۳
۱۴۰	شاہ زادہ کام بخش سے متعلق چار نظمیں (مع ہجو کام بخش)	۴
۱۴۹	گنڈ مروا نامہ (ہجو بہادر شاہ اول): پان کھا کر گنڈ مروا کھیلے	۵
	ہجو خان جہاں:	۶
۱۵۲	خان جہاں! تم بڑے بگاڑی، تھکی داڑھی، پھٹے منہ	
۱۵۷	ہجو عصمت النساء بیگم: آیا اہل اللہ و پھر کی و البغارا	۷
۱۶۳	ہجو سہا چند: سہا چند جی! تم بڑے ڈھینگ ہو	۸
۱۶۶	ہجو فتح علی خاں: جو میں نے مدح بیگم کی بنائی	۹
۱۶۸	ہجو مرزا ذوالفقار بیگ کوتوال دہلی:	۱۰
	بدی خصلت و مسک و نابکار	
۱۷۰	ہجو مرزا خدایار بیگ: زہے قوت پاک پروردگار	۱۱
۱۷۴	در مذمت بخیل: اگر بشنود شوم آواز من	۱۲
۱۷۵	نلمہ محمد یار بیگ بہ زن خود مع جواب زوجہ:	۱۳
	شنیدہ ام خبرے خوش کہ کردہ شوہر	

۱۷۸	مناظرۃ کبر و کس: شنوائے جہاں گرد، پروردہ پیر	۱۴
۱۸۱	اسم ہائے کس: تاکہ کس بیکراست، نامش چار باشد در جہاں	۱۵
۱۸۳	سپش نامہ (جو اں نامہ): حضور جہاں شاہ گیتی پناہ	۱۶
۱۸۶	در وصف محبوب و تکیہ کلام عوام الناس:	۱۷
	اے روئے تو چوں ماہ شب تار، جو ہے سو	
۱۹۱	دستور العمل: ہر سر کہ باشد بر بن، آں سر بگو بردار یہ	۱۸
۱۹۵	سلوک نامہ: درد ہر اگر عقل تو چوں کوا نباشد	۱۹
۱۹۸	مُجرب نامہ: سنوائے مجرب دخن پیم کا	۲۰
۲۰۰	عشق نامہ: شہوت بے درنگ را عشق است	۲۱
۲۰۳	در بیان دلاوری: من آں رستمِ وقت، روئیں تم	۲۲
۲۰۵	فخریہ: آنم اگر سپارہ چوانڈا بر آورم	۲۳
۲۰۶	حسب حال خود: نہ مرا جاہ و دولت است نہ چوز	۲۴
۲۰۷	در بیان توکل: دلا! در مفلسی سب سے اکڑ رہ	۲۵
۲۰۹	در احوال استغنا و بے پروائی خود:	۲۶
	ہزار شکر نہ چوکی نہ پہرہ دارم من	
۲۱۳	قناعت نامہ: جعفر! بہ بوستان جہاں دم غنیمت است	۲۷
۲۱۶	جو بن نامہ: دریغا کہ جو بن چلا رؤس کر	۲۸
۲۲۰	بڑھاپا نامہ: دریغا! کز چہل بگذشت سالم	۲۹
۲۲۳	گلر نامہ: گلر لگا دیوار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے	۳۰
۲۲۶	تسلیم و رضا: جعفر! مہند ہرگز دل در جہان فانی	۳۱
۲۲۷	تو نگری نامہ: اے تو نگر! ایں محن و آبشور اتا بکے	۳۲
۲۲۹	طوطی نامہ: شنوائے طوطی روحانی من	۳۳

۲۳۳	قوتِ باہ نامہ (نسخہ):	۳۴
	اے پیرِ قد کمان و نحیف البدن، نزار	
۲۳۶	قال نامہ (۱)	۳۵
۲۳۹	قال نامہ (۲)	۳۶
۲۴۳	قال نامہ (۳)	۳۷
۲۴۵	قطعات	۳۸
۲۵۹	رباعیات	۳۹
۲۶۰	چوپائیاں	۴۰
۲۶۰	دُہرے	۴۱
۲۶۱	جوابِ رقعہٴ سید اہل	۴۲
۲۶۲	تجمع	۴۳
۲۶۲	اشعار	۴۴
۲۶۶	قطعہٴ تاریخ: زئل نامہ کردم عدیم البدل	۴۵
۲۶۸	ضمیمہ ۱: مشکوک کلام	
۲۸۴	ضمیمہ ۲: غیر معتبر کلام	
۳۱۳	ضمیمہ ۳: لفظیات	



مقدمہ مرتب

تمہید

یہ بات غالباً ۱۹۶۸ کی ہے [سنہ مجھے اچھی طرح یاد نہیں] کہ سردار جعفری مرحوم نے اپنے رسالے گفتگو کے لیے مضمون کی فرمائش کی۔ یہ بھی کہا کہ جعفر زٹلی کو بہت نظر انداز کیا گیا ہے؛ اگر اُس سے متعلق کچھ لکھا جاسکے تو خوب ہو۔ اُس وقت تک جعفر کی شاعری سے میری واقفیت سرسری تھی، ذہن میں یہ خیال بیٹھا ہوا تھا کہ یہ محض فحش نگار اور ہجو گو شاعر تھا۔ اُس کی حقیقی اہمیت سے میں بے خبر تھا۔ مجھے تعجب ہوا کہ یہ کس موضوع پر مضمون کی فرمائش کی جا رہی ہے۔ مرحوم کی باخبری اور ذہانت کا میں قائل تھا، اس لیے خیال کیا کہ کوئی نہ کوئی بات ہوگی ضرور۔ اُس مضمون کے لیے میں نے کوشش کی کہ جعفر اور کلام جعفر سے متعلق جس قدر مآخذ دست یاب ہو سکیں، اُن سے استفادہ کیا جائے۔ اس طرح کلام جعفر کی لسانی اور تاریخی اہمیت کا پہلی بار علم ہوا۔ ہاں، ایک کمی یہ رہ گئی تھی کہ دیوان جعفر کا بس ایک موخر مطبوعہ نسخہ (مطبع محمدی دہلی کا) مل سکا تھا [جس میں طرح طرح کے اغلاط بھی ہیں اور غیر معتبر کلام بھی شامل ہے]۔ مضمون تو لکھ لیا گیا لیکن یہ احساس دل میں خلش پیدا کرتا رہا کہ جعفر کے مکمل کلام نظم و نثر کو مدون کرنا بہت ضروری ہے۔ اُس ضروری کام کو انجام دینے کی نوبت اب آ پائی ہے۔

شیرانی صاحب کو اس اعتبار سے اولیت کا شرف حاصل ہے کہ انھوں نے، عام اہل قلم کی روش کے برخلاف، پہلی بار کلام جعفر کی اہمیت اور اُس کی اولیت کی طرف توجہ مبذول کرائی۔ انھوں نے اپنی کتاب پنجاب میں اردو میں احوال جعفر کے ذیل میں لکھا ہے:

”پچھلے تذکرہ نگاروں نے اُن کا ذکر کیا ہے اور اردو شعرا میں مانا ہے؛

لیکن حال کے تذکرہ نویسوں نے اُن کے نام پر پردہ ڈال دیا۔ مولانا محمد حسین

آزاد نے یہ کہہ کر اُن سے پیچھا چھڑایا ہے کہ زٹل کا کیا بھروسا؛^(۱) لیکن اردو

(۱) ”میر جعفر زٹل کے کلام کو میں محمد شاہی، بلکہ اُس سے پہلے زمانے کا نمونہ کہتا؛ مگر زٹل کا اعتبار کیا“

[آب حیات، مطبوعہ ۱۸۹۹ء، ص ۲۱]۔

کی تاریخ میں، اُن کے خاردار اور داغ دار مضامین کے باوصف، میر جعفر سے اعراض نہیں کر سکتے؛ اس لیے کہ ہندستانی اردو نگاروں میں اُن کا نمبر بہت پہلے ہے۔ اُن کا اور دلی کا زمانہ ایک ہی ہے، اس لیے دہلی میں دلی کے مقبوعین سے اُن کا زمانہ اقدم ہے..... زبان کی وہ شاہراہ، جو بہ تقلیدِ دکن عہدِ محمد شاہ میں قائم ہوئی ہے، اُس وقت تک تیار نہیں ہوئی تھی۔ اُن کا کلیات اگرچہ مختصر ہے، تاہم اُس میں ہم سیکڑوں عجیب و غریب الفاظ پاتے ہیں، جو آج متروک ہیں۔ لفاظی میں نظیر اکبر آبادی سے کم نہیں ہیں۔ اُن کی طباعی و ذہانت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ زبانِ اردو کا ایک بڑا ذخیرہ اُن کے کلیات میں موجود ہے۔“

شیرانی صاحب محقق تھے، یوں اُن کی ساری توجہ لسانی پہلو پر مرکوز رہی۔ حقیقت یہ ہے کہ جعفر کا کلام جس طرح شمالی ہند میں ارتقاے زبان کی پہلی کڑی کی حیثیت رکھتا ہے، اُسی طرح سماجی مسائل و مشکلات کے پُر زور اور پُر شور بیان کے لحاظ سے جعفر اردو کا اولین شاعر ہے جس نے اپنے عہد کی ترجمانی کی ہے۔ جس کا کلام اس پر گواہی دیتا ہے کہ دہلی میں اردو شاعری کا آغاز غزل کی روایت سے نہیں ہوا، احتجاجی شاعری نے نظموں کی شکل میں اپنے نقشِ درست کیے تھے۔

حالاتِ زندگی

جعفر کے حالاتِ زندگی معلوم نہیں۔ تذکرہ نویسوں نے جو کچھ لکھا ہے، اُس سے ضروری تفصیلات معلوم نہیں ہوتیں۔ اُنھوں نے بس اس پر زور دیا ہے کہ مردے بود ہزال، وہ نادرۂ زمان و اعجوبۂ روزگار تھا، زبانِ گزندہ رکھتا تھا، منہ پھٹ اور شوخ مزاج آزی تھا، سخوری کی بنیاد زیادہ تر ہزل پر تھی (وغیرہ)۔ البتہ مجموعہٴ نغز سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جعفر نانول کا رہنے والا تھا اور سید تھا۔ ”میر جعفر مرحوم، المعروف بہ جعفر زنتی، دے مردے بود از ساداتِ نانول“ (ص ۱۶۷)۔ اُس کے خاندان کا احوال کسی تذکرہ نگار نے نہیں لکھا۔ اُس کا سالِ ولادت بھی معلوم نہیں (جسٹ جالبی نے اپنی تاریخِ ادبِ اردو کی دوسری جلد کے حصہٴ اول میں یہ لکھا ہے کہ ”وہ شاہ جہاں کے آخری دور میں جوان تھا“ (ص ۹۵)۔ اُنھوں نے یہ صراحت کر دی ہے کہ یہ محض قیاس ہے اور اُن کی یہ بات درست ہے۔ قیاساً جو بھی کہا جائے، قطعیت کے ساتھ کسی سنہ کا تعین [موجودہ معلومات کی روشنی میں] نہیں کیا جاسکتا۔

زیر جعفری نام کی ایک کتاب میں جعفر کے مفصل خاندانی حالات لکھے ہوئے ہیں۔ شیرانی صاحب نے اپنی کتاب پنجاب میں اردو میں بعض حالات اسی کتاب سے لکھے تھے، اسی میں یہ بھی لکھا تھا کہ ”اورنگ زیب کی تخت نشینی اور میر جعفر کی ولادت ایک ہی سال کے واقعے ہیں“ (ص ۱۹۵) اور یہ کہ جعفر کے والد کا نام ”سید عباس“ تھا، جن کا پیشہ دکان داری تھا، اُن کے چچا کا نام ”میر سرور“ تھا اور ”صفدر“ اُن کے چھوٹے بھائی کا نام تھا (وغیرہ)۔ یہ سب مولفِ زیر جعفری کی گپ ہے۔ اُس نے خود سارے حالات گڑھ لیے ہیں۔ بعد کو شیرانی صاحب کو معلوم ہوا کہ یہ کتاب قطعی طور پر غیر معتبر ہے۔ انہوں نے ایک مفصل مضمون میں اس کتاب کے غیر معتبر ہونے کی تفصیلات لکھی ہیں۔ یہ مضمون مقالاتِ شیرانی (مرتبہ مظہر محمود شیرانی) کی نویں جلد میں شامل ہے۔

نام ”محمد جعفر“ تھا۔ یہ بات قطعیت کے ساتھ اُس رقعے سے معلوم ہوتی ہے جس کا عنوان ہے: ”رقعہ سید اٹل کہ از نارنول فرستادہ بود“۔ اس رقعے کا آغاز اس طرح ہوتا ہے: ”پناہ بڑائی و چوڑائی میر محمد جعفر زٹلی بڑے بھائی۔“ اسی رقعے میں ہے: ”پریت آں ہم وطن و امنگ و اشتیاقِ ملاقاتِ آں یکہ آفاق۔“ ”ہم وطن“ سے مجموعہ نغز میں قاسم کے اس قول کی بھی تصدیق ہو جاتی ہے کہ اُس کا وطن نارنول تھا [یہ ہریانے میں ہے]۔

جالبی صاحب نے محولہ بالا تاریخ ادب میں لکھا ہے: ”وہ میر نہیں، میرزا تھے“ (ص ۹۱)۔ یہ قطعاً درست نہیں۔ یہ ثابت ہے کہ جعفر سید تھے۔ قاسم نے اپنے تذکرے میں اُن کے متعلق لکھا ہے: ”مردے بود از ساداتِ نارنول“۔ میر حسن نے بھی اپنے تذکرے میں ”میر جعفر“ لکھا ہے۔ علاوہ بریں، جعفر نے کئی جگہ خود کو ”میر جعفر“ لکھا ہے۔ اُس نے ”اخباراتِ سیاہہ دربارِ معلیٰ“ میں لکھا ہے: ”بہ عرض رسید کہ میر جعفر زٹلی مدح امیر الامرا گفتمہ بود“ (اندراج ۴۳)۔ ”بہ عرض رسید کہ میر جعفر زٹلی شاعر و مصنفِ زٹلی نامہ“ (ایضاً ۴۹)۔ ”میر جعفر زٹلی بہ علتِ خرنشہ زن ناموافق در خانہ کم باشد“ (ایضاً ۴۸)۔ ”دیدہ و دانستہ بہ میر جعفر اسپ معاف فرمودیم [حصہ منظومات: ”شہ زادہ کام بخش سے متعلق چار نظمیں“]۔ اس اعتبار سے اُن کا پورا نام ”میر محمد جعفر“ ہوا۔ [اس میں ”محمد جعفر“ اصل نام ہے اور ”میر“ سابقہ ہے جو سید ہونے کو ظاہر کرتا ہے]۔

کلیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب کے بیٹے شاہ زادہ کام بخش کی فوج میں ملازم تھے اور دکن کے معرکوں میں شامل رہے ہیں۔ دیکھیے حصہ منظومات میں ”شہ زادہ کام

بخش سے متعلق چار نظمیں۔ کام بخش کی نہایت فحش جھوکھی تھی (ایضاً) جس کی پاداش میں نوکری سے الگ کر دیے گئے (ایضاً)۔ اُن چار نظموں میں وہ نظم جس کی ردیف ہے ”اب کیسی بنی“ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ ”دکن بدر“ کر دیے گئے تھے، البتہ شاہ زادے نے کوئی مزید سزا نہیں دی (وہ جعفر کو بہت مانتا تھا)۔ اُس نے خود بھی کہا ہے: بابر بادشہ تیں پیر کی، سر پر خدا نے خیر کی (ایضاً)۔ اس نظم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شاہ زادہ جعفر کا بہت قدر داں تھا اور یہ بھی کہ جھولکھ کر جعفر بہت پشیمان ہوا تھا:

از لفظ بے معنی خود، وز لاف لایعنی خود محتاجی از ہر خشک وتر، کہ جعفر اب کیسی بنی
 با ناز و نعمت بودہ، سر بر فلک فرسودہ انکوں کجا آں بار و بر، کہ جعفر اب کیسی بنی
 غالباً اُس در بدری کے بعد وہ دہلی آیا ہوگا، پھر یہیں مستقلاً رہنے لگا۔ دہلی میں اُس کا مستقل قیام
 مختلف تذکروں میں مندرج بعض واقعات سے معلوم ہوتا ہے۔ قاسم نے مجموعہ نغز میں لکھا ہے
 کہ وہ کچھ دن تک شاہ زادہ محمد اعظم کی سرکار میں ملازم رہا ہے: ”یک چند در سرکار دولت مدار
 شاہ زادہ معظم محمد اعظم شاہ بہادر بہ جرمہ خواصان خاص عز امتیاز داشت“ (ص ۱۶۷)۔ نکات
 الشعراء میں میر نے لکھا ہے: چوں پیش اعظم شاہ باریاب شد، ایں شعر در مدح او بدہتہ گفت:

نکین سلیمان کہ تابندہ بود ہمیں اسم اعظم برو کندہ بود

”صلہ لائق بہ جائزہ ایں مطلع یافت“ (نکات الشعراء، طبع اول، ص ۳۰)۔ معلوم نہیں کہ وہ شاہ زادے محمد اعظم کی خدمت میں بہ طور رسم و روایت محض باریاب ہوا تھا، یا اُس کا ملازم بھی رہا تھا۔ ملازمت کی تائید کسی اور اندراج سے نہیں ہوتی۔ اگر ملازم رہا بھی ہوگا تو یہ بہت پہلے کی بات ہوگی، یعنی کام بخش کی فوج میں ملازمت سے پہلے کی۔

”زٹلی“ نام کا جُز بن گیا ہے۔ یہ خود جعفر کا اختیار کردہ ہے۔ اُس نے اسی نسبت سے اپنے دیوان کا نام ”زٹل نامہ“ رکھا تھا۔ اُس نے خود ہی لکھا ہے:

جعفر! شکر کن کہ در عالم جا بہ جا نام تو زٹلی شد

شہرتِ مرد بہتر از ہر قسم ہر کہ گم نام زیت، تلی شد

قاسم نے مجموعہ نغز میں لکھا ہے: ”می گفت کہ ہر چند سعی خواہم کرد، سعدی شیرازی و فردوسی طوسی خواہم شد۔ زٹل می گویم تا ممتاز عالم باشم“ (ص ۱۶۷)، شہرت تو اُسے ملی اور بہت۔

مشہور ہے کہ درج ذیل سکہ کہنے کے جرم میں مغل بادشاہ فرخ سیر نے اُسے قتل کرا دیا تھا:

سکتہ زد بر گندم و موٹھ و مٹر بادشاہِ تسمہ کش (۱) فرخ سیر
 شیرانی صاحب نے ولیم ہیل کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ شاہی سکتے کی بیت کے جواب
 میں مضحک نگاری کی بنا پر فرخ سیر کے حکم سے قتل کیا گیا (مقالاتِ شیرانی، جلدِ نہم، ص
 ۳۰۸)۔ اس جلد کے مرتب مظہر محمود شیرانی نے حواشی میں ہیل کی اصل عبارت بھی نقل کر دی
 ہے۔ شورش نے لکھا ہے: ”روزے بعد انتقالِ نواب ذوالفقار خاں بہادر اس شعر فرمودہ: سکتہ زد
 بر گندم و..... ازیں خبر مزاجِ بادشاہِ برہم گشت و ایشاں را بہ جنت فرستاد“ (تذکرہ شورش: دو
 تذکرے، جلدِ اول ص ۱۶۳)۔

نواب ذوالفقار خاں کو تاریخِ محمدی کی روایت کے مطابق ۱۶ محرم ۱۱۲۵ھ کو مروا دیا گیا
 تھا [بعضوں نے تاریخ ۲۳ ذی الحجہ ۱۱۲۲ھ لکھی ہے]۔ اس بنا پر یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ بہ
 خیالِ غالب ۱۱۲۵ھ ہی میں جعفر کو قتل کرایا گیا ہوگا۔ اس سنہ کی تائید ایک بیاض کے اندراج سے
 ہوتی ہے جسے جالبی صاحب نے اپنی تاریخِ ادبِ اردو میں درج کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے:
 ”ایک اور بیاض میں یہ قطعاً تاریخِ وفات ملتا ہے:

(۱) ”تسمہ: بند چرمیکہ بداں چیزے رابندند: دوال چرمی“ (فرہنگِ فارسی)۔ ”تسمہ: چمڑے کی پتلی ڈوری جو دو
 ڈیڑھ انچ تک چوڑی ہوتی ہے، لمبائی مقرر نہیں: چابک، کوڑا“ (اردو لغت)۔ ”تسمہ کش: کھال کھینچنے والا،
 کوڑے مارنے والا، جلاڈ“ (ایضاً)۔ مغل بادشاہِ فرخ سیر کے لیے مشہور ہے کہ اُس نے کئی امرا کو تسمے سے
 گلا گھونٹ کر مروا دیا تھا۔ نواب ذوالفقار خاں کے سلسلے میں بھی یہ لکھا ہوا ہے کہ اُن کو اسی طرح گلا گھنٹا کر
 مروا دیا تھا (تاریخِ محمدی ص ۳۱)۔ اُن کے والد اسد خاں کو بھی اسی طرح مروا دیا تھا۔
 امیر الامرا نواب ذوالفقار خاں ”از اعظم امراے عالم گیری و شاہِ عالمی و جہاں دار شاہی“ (تاریخِ محمدی)۔
 فرخ سیر اور جہاندار شاہ کی جنگ میں ذوالفقار خاں جہاندار شاہ کے طرف دار تھے۔ جب جہاندار کو
 شکست ہوئی تو یہ اپنے والد اسد خاں کے مجبور کرنے پر فرخ سیر کے حضور میں اس توقع پر حاضر ہو گئے
 تھے کہ وہ غنوں سے کام لے گا؛ لیکن اُس نے جہاندار شاہ اور ذوالفقار خاں دونوں کو ایک ہی دن (یکشنبہ ۱۶
 محرم ۱۱۲۵ھ) گلا گھنٹا کر مروا ڈالا تھا (مآثر الامرا جلد دوم)۔ فارسی کے مشہور شاعر ناصر علی کا یہ مطلع انہی
 نواب ذوالفقار خاں کی مدح میں ہے:

اے شانِ حیدری ز جبین تو آشکار نام تو در نبرد کند کار ذوالفقار
 کئی کتابوں (مثلاً مفتح التواریخ) میں یہ سکتہ ملتا ہے:
 سکتہ زد از فصل حق بر سیم و زر بادشاہِ بحر و بر فرخ سیر
 یہ سنجیدہ سکتہ کس کا کہا ہوا ہے، معلوم نہیں؛ نظر بہ ظاہر جعفر نے اس کی پیروڈی کی تھی۔

جھٹھے سب باوفا جیون کے ساتھی لگی تن من میں اب دیتاگ کی آگ
 ”حویلی“ چھوڑ، یو بولا زنتی ”اندھیری گور میں لکن لگے پاگ“
 چوتھے مصرعے سے ۱۱۸۹ نکلتے ہیں اُس میں سے ”حویلی“ کے ۶۴ نکالنے سے سب وفات
 ۱۱۲۵ھ/۱۷۱۳ء برآمد ہوتے ہیں“ (جلد دوم، حصہ اول، ص ۹۴)۔

اس طرح اس خیال کی توثیق ہو جاتی ہے کہ جعفر کا قتل ۱۱۲۵ھ کا واقعہ ہے۔ قتل کے وقت
 اُس کی عمر کیا تھی، یہ معلوم نہیں، یوں کہ اُس کا سال ولادت معلوم نہیں۔ جعفر کا ایک قطعہ ہے:
 جعفر! بہ لہو و لعب جہاں عمر باختہ یک دم بہ فکر توشہ عقیقی نہ ساختہ
 در عمر شست سال تو خود کردہ دو زن ہست ایں مثل قدیم کہ: یک گز دوفاختہ
 اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اُس نے یہ قطعہ کہا ہے تو وہ ساٹھ برس کا تھا۔ عمر کے سلسلے
 میں اس سے زیادہ اور کچھ معلوم نہیں۔

ڈاکٹر زور نے تذکرہ مخطوطات کی چوتھی جلد میں جعفر کے مصنف لکھا ہے: ”زیادہ تر
 جویں اور فحش کلام لکھتے تھے۔ آخر اسی کی پاداش میں شہنشاہ فرخ سیر نے ان کو قتل کرا دیا“
 (ص ۲۳۴)۔ زور صاحب پڑھے لکھے شخص تھے، بہت عمدہ انسان تھے، اردو کے بڑے خدمت
 گزار تھے؛ مگر تحقیق سے اُن کے مزاج کو دور کی نسبت تھی۔ قتل جعفر کی جو نادرست وجہ انھوں
 نے لکھی ہے، اُس کی وجہ یہی ہے۔ اسی طرح اُن کا یہ لکھنا کہ جعفر نے شاہ حاتم کی ججو میں بہ
 طور قصیدہ تیس شعر لکھے ہیں (ایضاً ۲۳۵) اسی ذیل میں آتا ہے۔ جعفر کا جب قتل ہوا ہے تو شاہ
 حاتم کی عمر تقریباً چودہ برس کی ہوگی۔ (شاہ حاتم کا سال ولادت لفظ ”ظہور“ سے نکلتا ہے اور زور
 صاحب اس بات سے واقف تھے)۔ انھوں نے غور نہیں کیا کہ ایک چودہ برس کے لڑکے کی ججو
 جعفر کیوں کہنے لگا۔ جعفر کے کلیات میں ایسی کوئی قصیدہ نما نظم موجود نہیں۔ زور صاحب نے
 جعفر کا نام ”میر جعفر علی“ لکھا ہے (ایضاً ص ۲۳۴)۔ یہ نام کہیں اور نہیں ملتا۔ اُس کا نام میر محمد
 جعفر تھا، جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔

جعفر کا قتل دہلی میں ہوا ہے، وہ گویا شاہی مجرم تھے اور شاہی مجرم کی تجہیز و تکفین معمول
 کے مطابق کون کر سکتا تھا؛ چھپ چھپا کر کہیں دفن کر دیا گیا ہوگا۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ
 دل چسپ روایت خواجہ عبدالرزاق عشرت نے اپنے تذکرے آب بقا میں لکھی ہے:
 ”دہلی سے جب آئے تو فیض آباد میں رہے۔ پھر لکنؤ میں آصف لدولہ کے عہد میں
 چلے آئے اور یہیں انتقال کیا“ (ص ۱۸۴)۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا! خواجہ صاحب عہدِ فرخ سیر کے مقتول کو عہدِ آصف الدولہ میں لکھنؤ میں کھینچ لائے ہیں! یہ تذکرہ نہ معلوم کتنی بے سرو پا روایتوں کا مخزن ہے۔ چونکہ خواجہ صاحب نے اس کا التزام کیا ہے کہ حوالہ کہیں نہ دیا جائے، اس لیے وہ اس قسم کی بے سرو پا باتیں بہ آسانی لکھتے چلے گئے ہیں۔
مرزا غالب نے لکھا ہے:

”عبدالرشید کی کیا شیخی اور میاں انجو میں کیا پیری ہے۔ قطب شاہ و
جہانگیر کے عہد میں ہونا اگر منشاً برتری ہے تو بے چارہ جعفر زٹلی بھی فرخ
سیری ہے“ (قاطع برہان مع رسائل متعلقہ، مرتبہ قاضی عبدالودود، ص ۲۴۸)۔

قاضی صاحب نے اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ”جعفر زٹلی عہدِ فرخ سیر کے اوائل میں مقتول ہوا۔ اُس کی عمر کا بڑا حصہ عہدِ عالم گیر میں گزرا۔ اُسے ”فرخ سیری“ کہنا صحیح نہیں۔“

کلامِ جعفر کی اہمیت

کلامِ جعفر کی یہ بڑی اہمیت ہے کہ اُس کی بنیاد پر اردو زبان اس پر فخر کر سکتی ہے کہ شروع ہی سے یعنی اُس زمانے سے جسے شمالی ہند میں اردو کے فروغ کا پہلا دور کہنا چاہیے، شاعری میں سماجی مسائل و مشکلات کا بے لاگ بیان موضوعِ سخن کے طور پر ملتا ہے۔ موضوع کی مناسبت سے لہجے میں بے باکی ہے اور گھر دراپن۔ جعفر اس روایت کا بنیاد گزار ہے۔ بگڑتے ہوئے سیاسی حالات، بے کاری، بد نظمی، افلاس؛ ان سب کے ہلکے گہرے بیانات اُس کی شاعری میں محفوظ ہو گئے ہیں۔ وہ بااقتدار افراد، جن کے نکتے پن کے نتیجے میں یہ حالات پیدا ہو رہے تھے، اُن کا نام لے کر اُن کو اس کا ذمے دار کہنا؛ یہ صاف گوئی اور بے باکی بھی اس شاعری کا حصہ رہی ہے۔ یہاں ہم کو یہ بات یاد رہنا چاہیے کہ وہ زمانہ مطلق العنان شخصی حکومت کا تھا، آج کل جیسی جمہوریت کا نہیں تھا (جس میں جتنی آزادی یونیورسٹی کے ایک استاد کو حاصل ہے، اُس سے کہیں زیادہ چھوٹ بد کرداروں اور مافیا سرگروہوں کو ملی ہوئی ہے)۔ اُس زمانے میں واقعات پر زبان کنتی تھی؛ ایسے زمانے میں یہ بے باک بلند گفتاری داد کے قابل ہے۔ اورنگ زیب عالم گیر کی وفات کے بعد شاہی روایت کے عین مطابق بھائیوں میں جنگ ہوتی ہے، اور کیسی جنگ (بہ قول جعفر):

رکت کے آنسوؤں دل رووتا ہے نہ میٹھی نیند کوئی سووتا ہے
 صدائے توپ و بندوق است ہر سو بہ سر اسباب و صندوق است ہر سو
 دواو ہر طرف بھاگڑ پڑی ہے بچہ در گود، سر کھٹیا دھری ہے
 ازاں سو اعظم و زیں سو معظم جھڑا جھڑا و دھڑا دھڑا ہر دو باہم
 آخر کار محمد معظم، بہادر شاہ (اول) کے لقب سے تخت سلطنت پر بیٹھتا ہے (جسے "شاہ
 بے خبر" بھی کہا جاتا تھا) اُس کے زمانے کا احوال کیا ہے:

تربوز و خربزہ نہ رسد گر ترا بہ دست یک سبز پھانک کھیرہ بالم غنیمت است
 گر شیوہ گدائی و خواری طلب کنی پس نوکرتی شاہ معظم غنیمت است
 پھر کہتا ہے (بلند گفتاری کا آہنگ توجہ طلب ہے اور ردیف کا کھر دراپن بھی):

بادشاہی ہے بہادر شاہ کی بن بنا کر گنڈ مروا کھیلے
 درمیان جوہری بازار و چوک پاں چبا کر گنڈ مروا کھیلے
 منصب عالی و لے جاگیر نیست واہ وا کر گنڈ مروا کھیلے
 حکم قاضی، محتسب زائل شدہ دل بڑھا کر گنڈ مروا کھیلے

یہی وہ روایت تھی جس نے ذرا آگے چل کر شہر آشوب کی صنف کے طور پر فروغ پایا۔ بہ
 قول جمیل جالبی: "اُس کی ہجو یہ شاعری کا مزاج، شہر آشوب کا مزاج ہے۔ اُس کے لہجے سے
 آئندہ دور میں لکھے جانے والے شہر آشوبوں کا مزاج متعین ہوتا ہے (تاریخ ادب اردو جلد دوم،
 حصہ اول ص ۱۰۸)۔ یہ بات بھی کہنے کی ہے کہ احتجاجی روایت کے لحاظ سے شمالی ہند کی شاعری
 کا دور اول اُس عہد کی جنوبی ہند کی شعری روایت سے مختلف نظر آتا ہے۔

دور اول کی اس روایت نے 'زرا کا سب سے بڑا نمائندہ جعفر ہے، ایک بڑا کام یہ بھی
 کیا کہ اُس کے اثر سے لسانی سطح پر اُس کھر درے پن نے فروغ پایا جس کے بغیر احتجاجی شاعری
 سرسبز نہیں ہو پاتی۔ لہجے کے بھاری پن کو برقرار رکھا، پُرشور لفظیات کا ذخیرہ فراہم کیا، بیان کو اُس
 ریشمی پن سے محفوظ رکھا جو لہجے میں تلوار کی جھنکار نہیں پیدا ہونے دیتا اور اُس آہنگ کی تشکیل کی
 جو رومانیت سے دور کا واسطہ رکھتا ہے۔ ادب کے طالب علموں کے لیے یہ لازم ہے کہ کئی صدیوں
 پر محیط احتجاجی شاعری کا آغاز و ارتقا اچھی طرح سمجھنے کے لیے شمالی ہند میں شاعری کے دور اول
 کی اس روایت سے واقف ہوں جس کا سب سے بڑا نمائندہ اور بنیاد گزار جعفر ہے۔ اس کے بغیر

وہ روایت جس نے شہر آشوب میں اپنی اہمیت اور وسعت کو نمایاں کیا، پوری طرح سمجھ میں نہیں آسکے گی، اُس کے ابتدائی نقوش آنکھوں سے اوجھل رہیں گے۔

یہاں ذرا سی دیر کے لیے رک کر ایک اور پہلو پر بھی نظر ڈال لینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ نیک نیتی کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ دہلی میں جب ولی کا دیوان آیا تو شمالی ہند (یا دہلی) میں غزل گوئی کا آغاز ہوا (یا محتاط لفظوں میں غزل گوئی کو فروغ حاصل ہوا)۔ اس طرح دو غلط فہمیاں ذہنوں میں بیٹھ جاتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ دہلی میں اردو شاعری کا آغاز غزل گوئی سے ہوا، اور دوسری بات یہ کہ شروع ہی سے غزل اردو شاعری کا اصل سرمایہ رہی ہے۔ جعفر کا زمانہ وہی ہے، جو ولی کا ہے؛ جعفر کا کلیات موجود ہے، اُس میں ایک بھی غزل نہیں۔ یہ بات بھی اسی سلسلے کی ہے کہ جعفر کا قتل (بہ قول مشہور) ۱۱۲۵ھ میں ہوا اور ولی کا دیوان مصحفی کی روایت (۱) کے مطابق سنہ ۲ (۲) جلوس محمد شاہی (۱۱۳۲ھ) میں دہلی میں آیا تھا یعنی جعفر کے قتل کے کم و بیش سات برس بعد اور جعفر اپنا دیوان اس سنہ سے برسوں پہلے ”زئیل نامہ“ کے نام سے مرتب کر چکا تھا (۳)؛ اس طرح یہ بات مسلم ہو جاتی ہے کہ دہلی میں اردو کی شعری روایت کی بنیاد رکھنے والوں میں جعفر کو تقدم زمانی کا شرف حاصل ہے۔ (۴) اور یہ بھی کہ دہلی میں اردو شاعری کا

(۱) مصحفی نے تذکرہ ہندی میں شاہ حاتم کے احوال کے تحت لکھا ہے: ”روزے پیش فقیر نقل می کرد کہ در سنہ دویم فردوس آرام گاہ دیوان ولی در شاہ جہاں آباد آمدہ و اشعارش بر زبان خرد و بزرگ جاری گشتہ۔ بادوسہ کس، کہ مراد از ناجی و مضمون و آبرو باشد، بناے شعر ہندی را بہ ایہام گوئی نہادہ داد معنی یابی و تلاش مضمون تازہ می دادیم“ (طبع اول ص ۸۰)۔ اس عبارت سے یہ ہرگز مترشح نہیں ہوتا کہ دیوان ولی کے آنے کے بعد دہلی میں غزل گوئی کا آغاز ہوا، یا اس نے رواج پایا۔ واضح طور پر مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ اُس وقت تک ایہام کے انداز میں تلاش مضمون تازہ کر رہے تھے (یعنی غزلیں کہی جا رہی تھیں)۔ ولی کا دیوان آنے کے بعد طرز ایہام گوئی کی جگہ انداز ولی نے اپنی طرف متوجہ کیا (گویا اُس کے بعد سے ایہام گوئی کا اثر کم ہونا شروع ہوا)۔

(۲) آب حیات میں ”سنہ ۳“ لکھا ہوا ہے۔ ولی کے حالات کے تحت لکھا ہے: ”وہ مع اپنے دیوان کے سنہ ۳ محمد شاہی میں دلی پہنچے۔“ (آب حیات، طبع ۱۸۹۹ء، ص ۸۳)۔

(۳) اس کی تفصیل اسی مقدمے میں آگے آتی ہے۔

(۴) مصحفی نے شاہ حاتم کے لیے لکھا ہے: ”در درازی عمر و قدامت شعر از ہمہ پیش تراست“ (ایضاً)۔ شاہ حاتم کا سال ولادت لفظ ”ظہور“ سے برآمد ہوتا ہے (ایضاً) جو ۱۱۱۱ھ ہے، یعنی جعفر کے قتل کے وقت شاہ حاتم تقریباً چودہ برس کے تھے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: جمیل جالبی کی تاریخ ادب اردو، جلد دوم، حصہ اول، ص ۲۰۲ تا ۲۰۷۔

آغاز غزل گوئی سے نہیں، سماجی حقیقت نگاری سے معمور شاعری سے ہوا جو سرتاسر نظموں پر مشتمل ہے۔ جمیل جالبی نے بجا طور پر لکھا ہے:

”جعفر کو اب تک صرف ہزال اور زٹلی سمجھ کر نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔ کسی نے تاریخی، تہذیبی و لسانی زاویے سے جعفر کے کلام کا اندازہ نہیں لگایا۔ وہ ایک منفرد شاعر ہے جس کے کلام سے نہ صرف اُس دور کے حالات و عواہل کا پتا چلتا ہے، بلکہ معاشرتی و تہذیبی گراوٹ اور سیاسی و اخلاقی زوال کے بنیادی اسباب کا بھی پتا چلتا ہے۔“

جعفر نے غزل کو اپنے اظہار کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ اپنے مخصوص مزاج کی تندہی و تیزی، راست بازی و حق گوئی کے باعث بے باکی کے ساتھ ایسی نظمیں لکھیں جن کے احاطہ اثر میں سارا معاشرہ آگیا۔ اُس دور میں جعفر زٹلی ہی ایک ایسا شاعر ہے جس کے ہاں اپنے دور کی بھرپور ترجمانی ہوئی ہے..... اورنگ زیب کا پورا دور اُس کی نظروں کے سامنے گزرا تھا۔ اُس نے اُس کا عروج بھی دیکھا تھا اور ڈھلتے سورج کے سایے کو بھی، اور اورنگ زیب کی وفات کے بعد اُس انتشار کو بھی جس نے اُس عظیم سلطنت اور صدیوں پرانی جمہوری تہذیب کی بنیادوں کو تیز آندھی کی طرح ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اُس کا کلام شمالی ہند میں لسانی ارتقا کی پہلی کڑی اور تہذیبی و تاریخی اعتبار سے ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔“ (تاریخ ادب اردو، جلد دوم، حصہ اول، ص ۹۶، ۹۷)۔

اورنگ زیب کا آخری دور حکومت آنے والی مصیبتوں کا پیش خیمہ تھا۔ اُس کے اخلاف عظیم مغل سلطنت کا بوجھ اٹھانے کے اہل نہیں تھے۔ وہ عمر کا بڑا حصہ حسرت و تہمتا کی کش مکش میں گزار چکے تھے، الوالعزمی کے ساتھ مدبر کا فقدان تھا۔ اورنگ زیب کی شخصیت ساری خرابیوں کی پردہ پوش رہی۔ امرا کے باہمی اختلافات کے باوجود مرکزیت باقی تھی اور نگاہیں مغل جاہ و جلال سے خیرہ تھیں۔ اُس کے اٹھتے ہی شکست و ریخت کا وہ عمل بروے کار آگیا جس کے لیے پہلے سے حالات سازگار ہو رہے تھے۔ رفتہ رفتہ بادشاہت امیروں کے ہاتھ کا کھلونا بن کر رہ گئی۔ شکست و ریخت کے اس عمل نے شہروں کے خوش پوش اور گانوں کے زراعت پیشہ طبقوں کو حل نہ ہونے والی مشکلوں سے دوچار کر دیا۔ مالی ابتری نے سپاہی پیشہ طبقے کو سب سے زیادہ پریشانیوں میں مبتلا کیا۔ جعفر نے ان سارے حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، اُس کے کلام

میں ان حالات کی کچھ تصویریں محفوظ ہو گئی ہیں۔

مغل حکومت اور اورنگ زیب سے اُس کو سچا تعلق خاطر تھا، اُس نے عالم گیر کی بہت تعریف کی ہے؛ مگر اُس کے بیٹوں کی اتنی ہی مذمت کی ہے۔ اُس کی طویل نظم، ”در تعریف اورنگ زیب“ اُس کے دلی جذبات کی آئینہ دار ہے، جس میں اورنگ زیب کی استقامت اور بہادری کے بیان کے ساتھ ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ اُس کے نالائق اور ”منافق“ بیٹوں نے دکن کی مہم کو مشکل تر بنا دیا تھا۔ نظم میں بیٹوں کا نام بہ نام حوالہ آیا ہے۔ دوسری طرف ”اخباراتِ سیاہہ دربارِ معلّیٰ“ میں کئی جگہ یہ بھی کہا ہے کہ دکن میں بادشاہ کے طویل قیام نے شمالی ہند کے نظام حکومت میں خرابیاں پیدا کر دی ہیں۔ ”مرثیہ اورنگ زیب“ میں جب وہ یہ کہتا ہے:

دریغاً! رونق باغِ جہاں رفت دریغاً! آبروے میر و خاں رفت

تو دوسرا مصرع بجائے خود آشوب نامہ واقعات کا اشاریہ نما بن کر ہمارے سامنے آتا ہے۔

اُس کی نظم ”در بیانِ دلاوری“ خاص طور پر قابل ذکر ہے جس میں کھوکھلی امارت و سرداری کا نہایت عمدہ پیرایے میں مضحکہ اڑایا گیا ہے۔ آغاز یہاں سے ہوتا ہے کہ میں رستم زماں ہوں کہ دس پاڑ ایک گھونے سے توڑ سکتا ہوں۔ اس سے زیادہ مضحک تصویر شاید ہی پیش کی جاسکے۔ شاعر نے ایسے سارے دعووں کا مرکز اپنی ذات کو قرار دیا ہے؛ لیکن اندازِ بیان کا تیکھا پن فوری طور پر ذہن کو اُس زمانے کے حالات کی طرف منتقل کر دیتا ہے جس میں سپاہی، بے دست و پا ہو کر رہ گئے ہیں اور اُمرا تیغ تدبیر سے شیر تصویر کا سر قلم کرنے کے درپے ہیں:

من آں رستم وقت روئیں تنم کہ وہ پاڑ از مشیت خود بشکنم
کنم روزن اندر چپاتی بہ تیر بر آرم دمار از سر مور پیر
من آنم اگر اسپ جولاں کنم چہل خانہ موش ویراں کنم
دریں دور ثانی رستم منم بتاشہ بہ گرز گراں بشکنم

پھر اپنے خاص رنگ میں کہتا ہے:

تہمتن منم، گر کشم تیغ خشم تراشم بہ دو ضرب یک موے پشم

بھاری گرز سے میں بتاشہ توڑ سکتا ہوں اور تلوار کی دو ضرب سے پشم کا ایک بال کاٹ سکتا ہوں؛ کیسی مضحکہ خیز تصویریں ہیں!

کلامِ جعفر کا ایک حصہ فحشیات پر مشتمل ہے۔ متقدمین اور متأخرین میں سے بیش تر

حضرات نے اسی کو جعفر کی کل کائنات سمجھ لیا۔ یہ عجیب بات ہے؛ لیکن اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ کسی نے اس پر غور نہیں کیا کہ اس فحش کلام کی حیثیت کیا ہے؛ کیا یہ محض دشنام طرازی ہے، یا کوئی اور پہلو بھی ہے؟

شدید ناگواری یا غصے کا ایک عالم وہ بھی ہوتا ہے جب آدمی بے اختیار سا ہو کر گالی دے بیٹھتا ہے۔ یہ عالم جس قدر زیادہ شدت کے ساتھ طاری ہوگا، اسی نسبت سے اندازِ گفتار میں بھی تلخی اور گرمی بڑھتی جائے گی۔ یہ طے شدہ ہے کہ ایسے عالم میں آدمی مصلحت سوز ہو جایا کرتا ہے۔ ذہین ہجو نگار گرد و پیش کی بہت سی تلخ حقیقتوں اور غیر پاکیزہ صداقتوں کو، جو بعض افراد کے یہاں یا کسی معاشرے میں غالب حیثیت اختیار کر لیتی ہیں، بے تکلف بیان کرنے لگتا ہے اور سارے آداب و تکلفات کو بالائے طاق رکھ کر بے نقط سنانے پر اتر آتا ہے۔ جعفر کے یہاں جو برہنہ گفتاری ہے، اُس کا بڑا حصہ اسی کے تحت آتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ ایسے مقامات پر جعفر کا اندازِ سخن بہت جارحانہ ہو گیا ہے لیکن یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ لکھنے والا محض بدگفتاری کی خاطر یہ نہیں لکھ رہا ہے؛ وہ انتہائے برہمی کے عالم میں اُن افراد کو تضحیک کا نشانہ بنا رہا ہے جن کے سبب سے اُس کے خیال میں یہ خرابیاں وجود میں آئی ہیں اور جن کی مدد سے یہ برائیاں پھیل رہی ہیں۔ یہ کلام ایک طرح سے اُس معاشرے کا نامہِ اعمال ہے، جس میں کج روی نے نئی نئی پناہ گاہیں بنا لی تھیں اور اخلاقی ابتری نے مزاجوں کو خفیف الحرحاتی کا خوگر بنا دیا تھا۔ جعفر نے نثر اور نظم دونوں میں، دوسری خرابیوں کے ساتھ ساتھ امرد پرستی کا بار بار ذکر کیا ہے۔ یہ تکرار محض ذوقِ سخن کی نمائش یا اظہارِ تعیش نہیں؛ اگر ہم اُس زمانے کے ادب کا مطالعہ کریں تو جگہ جگہ اس کی نمود ملے گی۔ اگر ہم درگاہِ قلی خاں کی کتاب مرقعِ دہلی کا وہ حصہ ہی پڑھ لیں جہاں اُمراءِ دہلی کے اس ذوق کا بیان ہے، تب جعفر کے اس اندازِ سخن کا بھید کھلے گا۔ قاسم نے اپنے تذکرے مجموعہ نغز میں تاباں کے احوال میں لکھا ہے کہ اُن کے گھر ”امردانِ شیریں ادا“ آراستہ کیے جاتے تھے اور اُمراءِ قزلباش کے یہاں حسبِ طلب (۱) بھیجے جاتے تھے۔ آبرو کی مثنوی ”دموعہ آرایشِ معشوق“

(۱) ”تاباں تخلص..... عاشق پیشہ و معشوق مزاج بود۔ گویند کہ خوبان جہاں طریقِ دلبری و شیوہ ستم گری و آئین خوبی و رسمِ محبوبی از دے می آموختند۔..... آخر ہائے روزِ امردانِ شیریں ادا و سادہ رویانِ ملاحتِ آما در خانہ دے بہ زر و زیور آراستہ و پیراستہ می شدند و حسبِ الطرب اُمراءِ قزلباش در محافہ ہا نشستہ بہ شب مہمان می رھند“ (مجموعہ نغز ص ۱۳۲)

اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جعفر کے کلام کا ایک حصہ وہ بھی ہے جس میں پھلڑپن کے سوا کچھ نہیں، بعض ذاتی ہجویں بھی اسی ذیل میں آتی ہیں؛ لیکن اُس کے کل کلام نثر و نظم کا یہ محض دس فیصدی حصہ ہوگا۔ اسے بہ آسانی نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔ اصل قدر و قیمت تقریباً نوے فیصدی بقیہ کلام کی ہے جو اپنے عہد کا آئینہ ہے۔

ایک قابلِ توجہ حصہ اُس کلام کا بھی ہے جس میں توکل اور ترکِ دنیا سے متعلق باتیں کہی گئی ہیں۔ تاثیر کے لحاظ سے یہ حصہ کلام خاص حیثیت رکھتا ہے۔ اس کلام کا اگر تجزیہ کیا جائے تو دو باتیں خاص کر سامنے آئیں گی۔ ایک بات تو یہ واضح طور پر محسوس ہوگی کہ شاعر اپنے گرد و پیش کے محزکات کو مسلسل دیکھتے رہنے کے بعد ناامید سا ہو گیا ہے، یہ سب کچھ لا علاج بیماریوں کی طرح نظر آنے لگا ہے۔ ناامیدی کا یہ انداز ذہن میں مایوسی کی تیز لہریں پیدا کرتا ہے۔ ایسے میں قناعت اور توکل کی پرانی باتیں اپنا گہرا سایہ ذہن پر ڈالنے لگتی ہیں۔ قناعت نامہ، در بیانِ توکل، در احوالِ استغنا جیسی نظمیں اسی ذیل میں آتی ہیں۔ ان میں جس جعفر سے ہماری ملاقات ہوتی ہے اُس کی زبان اور اُس کا اندازِ بیان تو وہی ہے جس سے ہم مانوس ہیں؛ مگر لہجہ بدلا ہوا ہے اور خیالات بدل چکے ہیں۔ ایسے شعر:

خطرہ ہوا آثار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے	گھر لگا دیوار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے
کیا دوس ہے معمار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے	اینٹیں پرانی گھس چلی، مائی تمامی رس چلی
کیا میہنا گمبار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے	برتن بھیا ہے مٹھو جھرا، لاگا نکلنے کھو جڑا
چلنا بڑے بازار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے	آئی اٹھ دھولی گھٹا، تن من لٹا، باگا مٹھا
شوبھا نہیں سنگار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے	جو بن چلا ہے روس کر، گھر بار سارا موس کر

مکن الفت بہ رنگیں پنجرہ تن	شنو اے طوطی روحانی من
بلا کر لال تجھ کو کیا کہے گا!	نہ تو رہنی، نہ یہ پنجرہ رہے گا
اگاڑو چل بے ساتھی سنگاتی	اندھیری گور میں دیتا، نہ باقی
کہ مجھ کو سوؤتے میں دن گیا ہے	گھنیرا سوچ یہ من میں بھیا ہے
نہ توشہ راہ کا اور لنگ گھوڑا	پڑی ہے دور منزل، وقت تھوڑا
خدا کی یاد دل میں دم بہ دم رکھ	یا جعفر! توکل پر قدم رکھ

شادی نصیب گر نبود، غم غنیمت است
گر بیش تر بہم زسد، کم غنیمت است
زاں گر یہ ہاے ماہ محرم غنیمت است
زاں ساگ خام و بھجیہ شلغم غنیمت است

جعفر! بہ بوستانِ جہاں دم غنیمت است
چوں دال روئی آمدہ فرمانِ کردگار
گر جشنِ ہر دو عید نباشد ترا نصیب
دو پیازہ و کباب نباشد اگر ترا

ایک خوبی یہ بھی ہے کہ ایسی نظموں میں بھی وہ اپنے خاص انداز کو یکسر فراموش نہیں کر پاتا۔ سب کچھ کہتے کہتے اپنے رنگ میں کہنے لگتا ہے:

دہ چُستِ ثلّہ، دھلّہ پیہم غنیمت است
آوازِ بولِ بیگم و خانم غنیمت است
یک خچر و گدھڑی پالم غنیمت است
یک سبز پھانک کھیرہ بالم غنیمت است
آں گندہ کونِ خواجہ محرم غنیمت است

امساکِ نیم پاس نباشد اگر ترا
آوازِ شیپورہ زسد گر بہ گوشِ تو
گر اسپِ جلد و خوب نباشد بہ کارِ تو
تربوز و خربزہ نبود گر میترت
بروقت اگر بہ دست نیاید کسِ نفیس

ایسی دوسری نظموں میں بھی بازگشت کا یہ انداز ملتا ہے۔ جعفر کا کلیات حقیقت بیانی، تسخر، ظرافت، ہجو، برہنہ گفتاری، سبھی کا مجموعہ ہے۔ وہ اپنے زمانے کے سیاسی اور معاشرتی آلام و مصائب کا ترجمان ہے^(۱)۔ اُس کا کلام شمالی ہند میں ارتقائے زبان کی ابتدائی شکل صورت کو پیش کرتا ہے۔ اُس میں ”ریختہ“ کی ابتدائی مثالیں محفوظ ہیں اور لفظیات کا اتنا بڑا ذخیرہ ہے جس کو ادب، زبان، لغت اور لسانیات کا کوئی سنجیدہ طالب علم نظر انداز نہیں کر سکتا، اُس سے صرف نظر نہیں کر سکتا۔

زبان اور بیان

سترھویں صدی کا نصفِ آخرِ دہلی میں اردو کے فروغ کا دورِ اول تھا۔ اردو زبان تکمیلی دور

۱ مولانا عبدالحلیم شرر نے گذشتہ لکھنؤ میں لکھا ہے: ”ہزل گوئی کا آغاز دہلی میں جعفر زبلی سے ہوا جو غالباً محمد شاہ کے زمانے میں تھے۔ ان کے کلام کو میں نے اول سے آخر تک دیکھا ہے، سوا گھنٹہ کوئی اور حد سے بڑھی ہوئی بے حیائی کے، نہ کوئی شاعرانہ خوبی نظر آتی ہے اور نہ زبان کا کوئی لطف ہے“ (ص ۱۳۸)۔ ناظر سر بہ گریباں کہ اسے کیا کہیے!!

سے گزر چکی تھی؛ لیکن شمالی ہند میں اُس کے فروغ کا ابتدائی زمانہ یہی نصف صدی ہے، یہی زمانہ جعفر کی ریختہ گوئی کا ہے۔ یہ وہ دور تھا جب فارسی کی حکومت ختم تو نہیں ہوئی تھی، اُس کی علمی حیثیت اور تہذیبی اہمیت برقرار تھی؛ مگر جس طرح معاشرت میں تبدیلیاں اپنی جگہ بنانے لگی تھیں، اسی طرح لسانی صورتِ حال میں بھی بدلاؤ کے آثار نمایاں ہونے لگے تھے۔ اس لسانی عمل کی بہت اچھی اور بھرپور مثالیں جعفر کی نظم و نثر میں محفوظ ہو گئی ہیں۔ اُس کے کلامِ نظم و نثر کا زیادہ حصہ فارسی پر مشتمل ہے، لیکن نثر اور نظم، دونوں میں بیچ بیچ میں اردو کی پیوندکاری ملتی ہے۔ اُس کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ فارسی میں شعر کہتے کہتے اردو میں کہنے لگتا ہے، کبھی ایک مصرع، کبھی ایک شعر اور کبھی کئی شعر یا کئی مصرعے۔ اس طرح ایسا مجموعہ نظم صورت پذیر ہوتا ہے جس میں بیش تر شعر فارسی کے ہوتے ہیں، کچھ شعر اردو کے اور کچھ شعر ملی جلی زبان کے۔ ریختہ کے ان نمونوں میں کہیں فارسی لفظوں کے ساتھ اردو کے لفظوں کا جوڑ لگا ہوا ہوتا ہے اور کہیں فارسی الفاظ کی شکل صورت سے ملتے جلتے ایسے مہند لفظ ہوتے ہیں جن کو لفظ تراشی کے عمل کی نہایت عمدہ مثالیں کہا جاسکتا ہے۔ لفظی پیوندکاری اور لفظ تراشی کی ان کاوشوں نے ریختے کے حقیقی انداز کو جلا بخشی ہے۔ میر نے اپنے تذکرے نکات الشعراء کے آخر میں ”ریختہ“ کی جو شکلیں بتائی ہیں (ریختہ بر چندیں قسم است) اُن میں سے پہلی دو قسموں کی نہایت عمدہ اور بہت سی مثالیں جعفر کے یہاں ملیں گی۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی کہنے کی ہے کہ میر نے ”ریختہ“ کی جن قسموں (یا شکلوں) کا ذکر نہیں کیا، جعفر کے کلام میں اُن کی مثالیں بہ کثرت ملتی ہیں۔

بعض نظمیں یکسر اردو میں ہیں۔ اُن کو پڑھ کر واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ریختہ گوئی نے اپنے نکھرے ہوئے انداز کو کچھ نہ کچھ پالیا ہے اور یہ کہ لسانی تبدیلی کا عمل تیزی کے ساتھ بروے کار آ رہا ہے۔ اس تغیر کی تیز روی کا اس سے بہ خوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عہدِ محمد شاہ میں، یعنی جعفر کا زمانہ ختم ہوتے ہوتے نظم کی زبان نکھرنے لگی ہے، اُس میں صفائی اور روانی کے اجزا گھلتے جا رہے ہیں۔ جعفر کی نظموں کی زبان میں وہ روانی اور صفائی تو نہیں جس نے اُس کے بعد بیس پچیس سال ہی میں نمود حاصل کر لی تھی؛ لیکن جس چیز کو قدرتِ کلام کہا جاتا ہے، اور جسے مشاقی کہتے ہیں، ہر نظم اس کی شہادت دے رہی ہے۔ بندش کی چستی اُس کی نظموں کی خاص پہچان ہے۔ جعفر کی انہی تین اہم خصوصیتوں کو سامنے رکھا جائے تو اُس کلام کو بہ آسانی پہچانا جاسکتا ہے جسے مشکوک یا غیر معتبر اجزا کا مجموعہ کہنا چاہیے، جو کلامِ جعفر کے مختلف نسخوں میں شامل

ہو گئے ہیں۔ اُس زمانے کے لسانی تغیرات کی تفہیم کے لیے اور اُس عہد کے لسانیاتی مطالعے کے لیے جعفر کا کلامِ نظم و نثر بہترین مثالوں کا مجموعہ ہے۔

شیرانی صاحب نے لکھا ہے: ”اُن کا کلیات اگرچہ مختصر ہے، تاہم اُس میں ہم سیکڑوں عجیب و غریب الفاظ پاتے ہیں جو آج متروک ہیں..... اُن کی طباعی و ذہانت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔“ یہ قول قطعی طور پر درست ہے۔ (کلامِ جعفر کی یہ بھی ایک پہچان ہے)۔ ایسے مفرد اور مرتب لفظوں کا بہت بڑا ذخیرہ اُس کے کلیات میں محفوظ ہے۔ ان میں سے بیشتر لفظ اُس کے تراشے ہوئے ہیں۔ عجیب الخلق تریکیں ہیں جو عبارت کو پُر معنی بناتی ہیں اور جعفر کی ”ذہانت و طباعی“ کی گواہی دیتی ہیں۔ محض مثال کے طور پر اُس نظم کو دیکھیے جس کا عنوان ہے: ”سلوک نامہ“ جس کا پہلا مصرع یہ ہے: در دہرا گر عقل تو چوں کو انا باشد؛ اس میں ہوا (جائے تو یک ہوا انا باشد) ہوا (فکر و غم و ہوا انا باشد) بازی کنگوا، کھوا، اُلجھوا (واصل بود آنکس کہ در اُلجھوا باشد) پُچھلوا (بے منت پُچھلوا انا باشد) توا (تاروے تو فردا چوسپہ تو انا باشد) بجزوا (ایں بحر بہ پایاں بہ دو بجزوا انا باشد) مہسلوا (در حضرت حق اجر بہ مہسلوا انا باشد) اکلوا، کھنڈروا، توبہ پُچھلوا (منظور چنیں توبہ پُچھلوا انا باشد) لعوا (در حضرت شہ اذن بہ لعوا انا باشد)۔

یا مثلاً ”عشق نامہ“ میں شہوتِ بے درنگ، ثلثہ ہفت رنگ، نغمہ ہائے چنگ، مفلسانِ بھڑنگ، سفر شہر سنگ، چار پائی جھلنگ کی بندشوں کو دیکھا جائے تو عجیب طرح کے نئے پن کا احساس ہوتا ہے۔ ایک جگہ دعائیہ کلمات لکھتا ہے: ”عمر در بڑھاو و دولت در گھٹا و باذ“ (عمر در بڑھاو باد، یعنی عمر کم ہوتی رہے)۔ ایک اور جگہ اپنے خاص انداز میں لکھتا ہے: ”کون مسکان و کیر کریماں دراز باد، بہ حرمتِ الگوز و الپاد۔“

”رقعہ حسبِ حالِ خود“ کے ان مرتب اجزا کو دیکھیے: حالِ زمانہ چہ پُر کٹھن و چلنِ زمانہ چہ پُر مین است۔ ابن المینڈک، ذوی التزاک، صحیح الکلمب و الہر وار، کم ترین اپاہجاں، سرگروہ نکھوان روزگار، منڈاسہ امتید، گھرواہہ جاوید، اصحابِ النحر و البھڑک، رتجھ بوجھ بے حاصل، بیٹھورہ صبر، فرورفتہ باوری تکبت، غچکی خوردہ ڈکھڑا، چندول ڈانواڈول عناصر، آدر و منوہر بسیار۔ ”رقعہ بہ شیخ الاسلام“ میں: گھڑ گھڑاہٹ الرعد فی النمام و کڑ کڑاہٹ البرق عن البہرام، ہنگامہ گھنا گھنکھور، کوچہ ہائے بھی بھی آگہیں، موسم بوند باند و موسلا دھار و تو اثر لکھڑ و البو چھار، بانہ بل و مددگار۔

ضمیمہ ۳ میں تحت لفظیات کلامِ جعفر کے ایسے مفرد و مرتب اجزا کو یک جا کر دیا گیا ہے،

اُسے دیکھا جاسکتا ہے۔ شیرانی صاحب نے لکھا ہے: ”لفظی میں نظیر اکبر آبادی سے کم نہیں“ اور یہ واقعہ ہے کہ مختلف نظموں میں مرادف لفظوں کی بہتات ملتی ہے۔ میں یہاں محض بہ طور نمونہ ایک نظم ”در احوال استغنا و بے پردائی“ کے الفاظ کا شمار لکھتا ہوں، اسی سے ذخیرۃ الفاظ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ پہلے اس نظم کے چار شعر لکھے جاتے ہیں:

نہ دھوپ و برچھی و کپتی نہ ترکش و نہ کماں	نہ بانگ و دشنہ نہ خنجر سنہرہ دارم من
نہ پاکر است و نہ چلقد، نہ بکتر و نہ سلاح	نہ دوہی و نہ جامہ اکہرہ دارم من
نہ در نہ ڈیوڑھی و درباں، نہ اسم و رسم جہاں	نہ ڈول و مشک و پکھال و تہرہ دارم من
نہ چولہہ و نہ کڑاہی نہ ہانڈی و ڈوکی	نہ ہنجر و نہ گھڑوچی نہ بکھرہ دارم من

اس نظم میں بیس شعر ہیں، منقولہ بالا اشعار کی طرح پوری نظم میں مختلف چیزوں کے جو نام آئے ہیں ان کی تعداد کم و بیش ۹۳ ہے۔

ایک خاص بات یہ ہے کہ حصہ نثر میں خاص طور پر ضرب الامثال کی بڑی تعداد پائی جاتی ہے۔ ان میں سے بہت سی امثال ایسی ہیں جو اب استعمال میں نہیں آتیں، یا آج کی مستعمل صورت میں اور ان میں کچھ یا زیادہ فرق ہے۔ میں ایسی چند مثالیں نقل کرتا ہوں:

ادھلی بہو بلینڈے سانپ دکھائے [بدکار عورت باہر جانے کا بہانہ ڈھونڈتی ہے]۔ اونٹ رے اونٹ تیری کون سی جاگہ سیدھی ہے۔ ٹھالا بنیا پیلڑ تولے۔ بے خرچی میں آنا گیلا۔ سپاہی کا مال جھانٹ کا بال۔ گانڈ سے دوستی دم سے بیر۔ اندھلا ملا پھوٹی مسیت۔ چڑیوں مرن گنواروں ہانسی۔ جیسا کہ لکھا جا چکا ہے، چستی بندش کلام جعفر کی عام صفت ہے۔ بندشوں کی چستی زور بیان کا اضافہ اور بلند آہنگ کی تشکیل کرتی ہے۔ اُس کی تقریباً ہر نظم میں بیان کی یہ خوبی پائی جاتی ہے۔ میں یہاں صرف ایک نظم کے چند اشعار بہ طور مثال نقل کروں گا۔ ”در تعریف اورنگ زیب“ کے ان اشعار کو دیکھیے:

زہے شاہ شاہاں کہ گاہِ وَا	نہ ہلد، نہ ٹلد، نہ جبذ زجا
مہاسور، جو دھا، بلی، بے بدل	چو البرز قائم، چو پربت ائل

وگر نہ چہ یارا حسن شاہ را	کہ گرداند امر شہنشاہ را
چہ پشہ کہ با شیر پہلو زند	چہ پتو کہ با اژدہا پھو زند

چہ جھینگر کہ بر کوہ چکر زند
 چہ مینڈک کہ بر فیل نگر زند
 اگر گردے از باد سر بر کشد
 کجا می تواند بہ گردوں رسد
 چہ مدنا جی پنڈت، چہ مرزا حلیل
 بہ یک دھار پیشاب گردو ذلیل
 لیکن دو ناکس، منافق پسر
 نمودند اتر مہم پسر
 جسے را بہ حکمت بلینڈا کیا
 کھنڈر کو مگر گڑھ پدینڈا کیا

مختصر یہ کہ بیان اور زبان، دونوں کے لحاظ سے جعفر کا کلام نظم و نثر ہماری سنجیدہ توجہ کا مستحق ہے۔ زبان اور ادب، دونوں کی تاریخ میں اس کی بنیادی حیثیت ہے۔ اس کی نظم و نثر کے مطالعے کے بغیر دہلی میں (یا یوں کہیے کہ شمالی ہند میں) زبان اور ادب کے ارتقا کی اہم تفصیلات کو مرتب نہیں کیا جاسکتا۔

مقتول تلخ نوائی

جعفر کی شاعری اور شخصیت کی دو جہتیں خاص طور پر توجہ طلب ہیں۔ ایک تو یہ کہ سماجی حقیقت نگاری کے واسطے سے اس کی شاعری نے شہر آشوب کے لیے زمین ہموار کی، اس کے ابتدائی نقش بنائے۔ اس کے بے لاگ انداز بیان نے شاعرانہ آرائش پسندی کے تصور کو حاوی نہیں ہونے دیا۔ اس اعتبار سے اگر اس کو شاعر تلخ نوا کہا جائے تو کچھ بے جا نہ ہوگا۔

دوسری بات، جس کی اہمیت کچھ کم نہیں، یہ ہے کہ وہ رمنجے کا پہلا شاعر تھا جو بے جھجک اظہارِ رائے اور تلخ نوائی کی بنا پر مقتول ہوا۔ اس لحاظ سے وہ منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ وہ ہمارے زمانے کے بعض ایسے مہینہ انقلاب پسند شاعروں سے برتر نظر آئے گا جن کو ہر سیاسی موسم اس آتارہا۔ ایک تلخ گفتار شاعر جس نے شاہ وقت کا نام لے کر اپنے شدید رد عمل کا بے محابا اظہار کیا۔ اسے کوئی خوف تضحیک آمیز تلخ بیانی سے باز نہیں رکھ سکا۔ ایسے شاعر کی تاریخی اہمیت کا اعتراف نہ کرنا، کم نظری کا اعلان کرنا ہے۔

زہل نامہ

کلام جعفر کے مختلف مجموعوں میں جعفر کا کہا ہوا ایسا ایک قطعہ ملتا ہے جس کو قطعہ اختتام تصنیف کہنا چاہیے [اسے اس کتاب کے آخر میں شامل کر لیا گیا ہے] اس کے شروع کے دو شعر یہ ہیں:

زئیل نامہ کردم عدیم البدل کہ ہر مصرع اوست ضربُ الشل
 بہ تاریخ اثنا عشر سنہ کط مہ و مہر شد زیں زئیل نامہ قط
 ان اشعار سے دو باتیں واضح طور پر معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جعفر نے اپنا مجموعہ کلام مرتب
 کیا تھا۔ دوسری بات یہ کہ اُس کا نام ”زئیل نامہ“ تھا۔ ان دونوں باتوں کی تائید ہوتی ہے
 ”اخباراتِ سیہ دربارِ معلیٰ“ کے اس اندراج سے:

”بہ عرض رسید کہ میر جعفر زئیلی شاعر و مصنفِ زئیل نامہ بیکار نشستہ، باحروف و

الفاظِ لایعنی مشغول می باشد۔ فرمودند: ٹھالا بنیا پیلڑ تولے“ (اندراج ۴۹)۔

کلام جعفر کے مختلف مجموعوں میں بعض نظموں کے ساتھ جو نثری عبارتیں ہیں، وہ واضح طور
 پر جعفر ہی کی لکھی ہوئی ہیں۔ ان عبارتوں سے صاف طور پر مترشح ہوتا ہے کہ یہ ترتیب دیوان
 کے وقت لکھی گئی ہیں۔ میں بہ طورِ مثال صرف دو حوالوں پر اکتفا کروں گا (۱) ”ہجو فتح علی خاں“
 کے آغاز میں یہ نثری عبارت ہے:

”قمرالنسا بیگم دسترِ خان جہاں بہادر بمن سی روپیہ دہانیدہ بود۔

دیوانش فتح علی خاں بمن پنج روپیہ می داد۔ نہ گرفتم و ہجو او گفتم بہ بیگم رسانیدم۔

بیگم جیو..... سی روپیہ بمن دہانید۔ ہجو فتح علی خاں این است۔“

اس عبارت کا انداز بتاتا ہے کہ قطعی طور پر ترتیب دیوان کے وقت لکھی گئی ہے، خاص کر

یہ جملہ: ”ہجو فتح علی خاں این است۔“

(۲) ہجو شہ زادہ کام بخش کے سلسلے کی جو نظمیں ہیں، ان میں سے پہلی نظم کا سرنامہ، جو

یہاں سے شروع ہوتا ہے: ”چوں اسپ بندہ در مور چالِ جنگ بکار آمدہ، این ابیات گفتم بہ نظر شاہ

زادہ محمد کام بخش گزرانیدم۔“ نیز اس نظم کے آخر کی عبارت۔

بہ ہر طور، یہ ثابت ہے کہ جعفر نے اپنا دیوان مرتب کیا تھا اور یہ کہ اُس کا نام ”زئیل

نامہ“ تھا۔ اسی مناسبت سے میں نے جعفر کے اس مکمل مجموعہ نظم و نثر کا نام ”زئیل نامہ“ رکھا

ہے۔ یہاں ایک سوال سامنے آتا ہے کہ جعفر کے زئیل نامے کا سنہ ترتیب کیا تھا؟ بہ ظاہر تیسرا

مصرع، مصرع تاریخ معلوم ہوتا ہے۔ ”کط“ کو اگر مادہ تاریخ مان لیا جائے تو اُس کے اعداد مراد

ہوں گے جو ۲۹ ہوتے ہیں۔ اس بات کو اسی صورت میں مانا جاسکتا ہے جب یہ مان لیا جائے کہ

اس سے عالم گیر کا انیسواں سنہ جلوسی مراد ہے۔ مآثر الامرا میں شامل گوشوارے کے مطابق

انیسواں سالِ جلوسِ عالم گیری یکم ذی قعد ۱۰۹۶ھ سے شوال ۱۰۹۷ھ [ستمبر ۱۶۸۵ - ستمبر ۱۶۸۶ء] تک ہے۔ اگر اس حساب کو مان لیا جائے تو اُس صورت میں یہ خود بہ خود طے ہو جائے گا کہ جعفر نے اپنا مجموعہ کلام اپنے قتل (۱۱۲۵ھ) سے کم و بیش اٹھائیس برس پہلے مرتب کیا تھا۔ مگر یہ سارا حساب اسی صورت میں صحیح بیٹھے گا جب یہ بات قطعی طور پر مان لی جائے کہ جعفر نے تیسرا مصرع اسی طرح لکھا تھا جس طرح وہ موخر نسخوں (علوی، بمبئی) میں چھپا ہوا ہے اور جس طرح اُسے میں نے ان نسخوں سے نقل کیا ہے؛ لیکن یہ بات میں قطعیت کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس سلسلے میں ایک الجھن سے دوچار ہونا پڑتا ہے جس کی وضاحت ضروری ہے۔ قدیم نسخوں میں ”سنہ“ کے بعد والا لفظ اس طرح لکھا ہوا ہے کہ اُس کی صحیح خواندگی ممکن نہیں۔ کم سواد نقل کرنے والوں کے عمومی اندازِ کتابت نے یہ صورتِ حال پیدا کی ہے کہ اصل لفظ کی شکل بے طرح بگڑ گئی ہے۔ میں لندن، کلکتہ، برلن اور آزاد سے اُن شکلوں کو بعینہ نقل کرتا ہوں۔ کلکتہ: بتاریخ اثنای عشری سے کھٹ۔ برلن: اثنا عشری سے یکخط۔ آزاد: اثنا عشری سنہ یکخط۔ لندن: بتاریخ اثنی عشر سنہ بط۔

موخر نسخوں میں سے رضا ۲۱ میں یہ شعر ہی شامل قطعہ نہیں۔ علوی اور بمبئی میں اس شعر میں صاف طور پر ”کط“ لکھا ہوا ہے۔ اس قدر مختلف شکلیں ہیں اس ایک لفظ کی۔ موخر نسخوں (علوی، بمبئی) سے ”کط“ کو نقل تو کیا جاسکتا ہے [کیونکہ یہی بامعنی صورت ہے] لیکن اس کی بنیاد پر یہ بات قطعیت کے ساتھ نہیں کہی جاسکتی کہ اس سے انیسواں سنہِ جلوس ہی برآمد ہوتا ہے۔ بس قیاساً یہ کہا جاسکتا ہے کہ شاید اصل لفظ ”کط“ ہو۔ اس سے قیاسی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے، کوئی قطعی بات نہیں کہی جاسکتی۔ لندن میں ”بط“ ہے، اس کی بنیاد پر یہ قیاس بھی کیا جاسکتا ہے کہ شاید اصل لفظ ”لط“ ہو۔ فتح گول کنڈہ ۳۱ ویں سالِ جلوسِ عالم گیری کا واقعہ ہے؛ اگر اصل لفظ ”لط“ مان لیا جائے تو اُس سے ۳۹ عدد برآمد ہوں گے اور اس طرح وہ ساری نظمیں اُس مجموعے میں شامل ہو سکتی ہیں جو بیجاپور اور حیدرآباد سے متعلق سنہ ۲۹ جلوس کے بعد کہی گئیں اور کلامِ جعفر کے نسخوں میں محفوظ ہیں۔ غرض کہ قیاساً کئی باتیں کہی جاسکتی ہیں۔

مکمل کلیات کس نے مرتب کیا تھا؟

ایک غور طلب بات اس سلسلے کی یہ ہے کہ جو نسخے اب ہمارے سامنے ہیں، اُن کی اصل

کون سا نسخہ ہے؟ یہ بات تو ثابت شدہ ہے کہ جعفر نے اپنا دیوان ”زئیل نامہ“ خود مرتب کیا تھا۔ کب مرتب کیا تھا، یہ معلوم نہیں؛ لیکن ”اخبارات سلیمہ دربارِ معلیٰ“ کے اندراج ۴۹ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جس وقت اُس نے اس اندراج کی عبارت لکھی تھی، اُس وقت تک ”زئیل نامہ“ مرتب ہو چکا تھا۔ اُس کے بعد کا جو کلام ہے، اُس کو کسی نئے مجموعے میں کس نے شامل کیا اور کب؟ یہ معلوم نہیں اور معلوم ہونے کی بہ ظاہر کوئی صورت بھی نظر نہیں آتی۔ اب تک کی معلومات کے مطابق کلامِ جعفر کا قدیم ترین خطی نسخہ کلکتہ ہے، جس کا سالِ کتابت ۱۲۰۶ھ مانا گیا ہے۔ یہ نسخہ کس نسخے کی نقل ہے؟ باقی دو قدیم خطی نسخے برلن (۱۲۱۰ھ) اور آزاد (۱۲۱۱ھ) ایک دوسرے کی نقل معلوم ہوتے ہیں اور یہ بھی بہ خوبی ممکن ہے کہ ان دونوں کی اصل کوئی اور نسخہ ہو۔

بہ ہر طور، جو معلومات اب تک حاصل ہو سکی ہے، اُس کے مطابق ہم کو یہ معلوم نہیں کہ جعفر کے مکمل کلام کا نسخہ کس نے مرتب کیا تھا۔ صرف یہ معلوم ہے کہ قدیم ترین خطی نسخہ ۱۲۰۶ھ کا ہے۔ اس صورت میں اصولِ تدوین کے مطابق مذکورہ بالا تین خطی نسخوں کو بنیادی نسخوں کی حیثیت حاصل رہے گی۔ باقی جتنے خطی اور مطبوعہ نسخے ہیں، اُن سب کی حیثیت ثانوی ہوگی۔ یوں اب کلیاتِ جعفر کی تدوین کے لیے یہ لازم ہوگا کہ بنیادی نسخوں کے طور پر انھی تین نسخوں کو سامنے رکھا جائے اور متن کی کیفیت اور کمیت میں انھی کی مطابقت اختیار کی جائے۔

مختلف نسخے

کلامِ جعفر کے کسی ایسے خطی نسخے کا اب تک علم نہیں جو اُس کے زمانہ حیات کا کتابت شدہ ہو۔ اسی طرح کسی قریب العہد خطی نسخے کا بھی علم نہیں۔ اب تک کی معلومات کے مطابق کلامِ جعفر کا سب سے پرانا خطی نسخہ وہ ہے جو ایشیا ٹک سوسائٹی کلکتہ کے کتاب خانے میں محفوظ ہے، اُس کا سالِ کتابت ۱۲۰۶ھ [۹۱-۹۲ء] مانا گیا ہے۔ اُس سے پہلے کا کوئی خطی نسخہ ہمارے علم میں نہیں۔

ایک دل چسپ بات یہ ہے کہ کلامِ جعفر کے جس قدر خطی نسخے میں نے دیکھے ہیں، اُن سب کے کاتب حد درجہ کم سواد اور بے حد غلط نویس ہیں۔ اگر متعدد نسخے پیش نظر نہ ہوں تو پھر نثر و نظمِ جعفر کی چار سطریں بھی صحیح طور پر نقل نہیں کی جاسکتیں۔ یہ پر لطف صورتِ حال ہے کہ کسی

نسخے میں شعر کا ایک مصرع درست طور پر لکھا ہوا اور کسی دوسرے نسخے میں اُس کا دوسرا مصرع اس طرح مرقوم ہے کہ صحیح قرائت کی صورت پیدا ہوگئی ہے۔ ایک ہی شعر یا جملے کے کچھ لفظ ایک نسخے میں درست طور پر لکھے ہوئے ہیں اور کچھ لفظ کسی دوسرے نسخے میں۔ اس طرح بڑی حد تک متن کا تعین ہو جاتا ہے؛ البتہ بعض جملے یا شعر ایسے ہیں کہ ان کا متن کسی طور پر صحیح قرائت کے دائرے میں نہیں آتا [ایسے ہر لفظ یا شعر سے متعلق حاشیے میں ضروری وضاحت کر دی گئی ہے]۔

میرے سامنے کلام جعفر کے ۱۴ نسخے ہیں؛ ان میں ۱۰ خطی نسخوں کے عکس ہیں بہ تفصیل ذیل:

- ۱۔ خطی نسخہ مخزومہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ، سال کتابت: ۱۲۰۶ھ (۹۲-۱۷۹۱ء)۔
 - ۲۔ خطی نسخہ مخزومہ ذخیرہ اشپرنگر، برلن۔ سال کتابت: ۱۲۱۰ھ (۹۶-۱۷۹۵ء)۔
 - ۳۔ خطی نسخہ مخزومہ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ۔ سنہ کتابت: ۱۲۱۱ھ (۱۷۹۷ء)۔
 - ۴۔ نسخہ مخزومہ انڈیا آفس لائبریری لندن، سنہ کتابت: ذیقعدہ ۱۲۱۸ھ (۱۸۰۴ء)۔
 - ۵۔ نسخہ مخزومہ انڈیا آفس لائبریری لندن، سال کتابت: ۱۸۲۳ء۔
 - ۶۔ نسخہ مخزومہ رضا لائبریری رام پور۔ کتابت بہ عہد نواب احمد علی خاں متوئی ۱۲۵۶ھ (۱۸۴۰ء)۔
 - ۷۔ ایضاً ۲، ترقیمہ ندارد۔
 - ۸۔ نسخہ مخزومہ کتاب خانہ ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد۔ سال کتابت: ۱۲۷۵ھ (۱۸۵۸ء)۔
 - ۹۔ نسخہ جناب فیروز بخت (کناڈا) ناقص الآخر۔
 - ۱۰۔ نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ۔ سال کتابت ۱۲۸۰ھ۔
- چار مطبوعہ نسخے ہیں:

- (۱) مطبوعہ مطبع علوی علی بخش خاں (لکھنؤ) ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۵ء)۔
 - (۲) مطبوعہ مطبع حیدری بمبئی۔ سال طبع ۱۲۸۳ھ (۶۸-۱۸۶۷ء)۔
 - (۳) مطبوعہ مطبع محمدی (دہلی) سال طبع ۱۲۸۹ھ (۱۸۷۲ء)۔
 - (۴) مرتبہ ڈاکٹر نعیم احمد (علی گڑھ)۔ سال طبع: ۱۹۷۹ء۔
- ان نسخوں کا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) نسخہ کلکتہ

یہ نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ (حالیہ: کولکتہ) کے کتاب خانے میں ہے۔ ۱۹۸۵ء میں میں نے سفر کلکتہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کتاب خانے میں جا کر اسے دیکھا تھا۔ اُس وقت میں نے مکمل نسخے کا عکس حاصل کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ اُس کے بعد برابر کوشش کرتا رہا اور ناکام رہا یہاں تک کہ اب سے دو برس پہلے میری درخواست پر محبت مکرم پروفیسر اصغر عباس (شعبہ اردو، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے کسی طرح اس کا عکس حاصل کر لیا؛ یہ عکس پیش نظر ہے۔ اس نسخے میں کل صفحات ۱۰۴ ہیں۔ کسی صفحے پر تیرہ سطریں ہیں اور کسی پر چودہ۔ خط نستعلیق ہے، لیکن کچاپن بہت ہے، جس نے ناقل کی کم سوادی سے مل کر صحتِ متن کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ ناقل کا احوال یہ ہے کہ درست الفاظ لکھتے لکھتے اچانک اُس کے قلم سے لفظوں کی ایسی بگڑی ہوئی صورتیں بننے لگتی ہیں کہ جملے یا شعر کی معنویت تباہ ہو جاتی ہے۔ اس کے آخر میں ترتیب کی جگہ صرف یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں: ”تمام شد کار من نظام شد نسخہ جعفر زٹلی تمام شد“۔ ایک مجلد میں دو کتابیں ہیں۔ پہلی کتاب یہی ”نسخہ جعفر زٹلی“ ہے۔ دوسری کتاب ”قصہ شاہ زمرہ اردو“ (کذا) ہے۔ دونوں کتابیں ایک ہی شخص کے قلم سے لکھی ہوئی ہیں۔ آخری کتاب کے آخر میں سنہ کتابت ”۱۲۰۶ھ“ لکھا ہوا ہے۔ اس بنا پر یہ مان لیا گیا ہے کہ پہلی کتاب ”نسخہ جعفر زٹلی“ بھی اسی سنہ کی لکھی ہوئی ہوگی؛ اسی بنیاد پر اس نسخے کا سنہ کتابت ۱۲۰۶ھ لکھا جاتا ہے۔ پہلے اور دوسرے سادہ صفحے پر ایشیاٹک سوسائٹی کی آٹھ مہریں لگی ہوئی ہیں؛ چار پہلے صفحے پر، چار دوسرے صفحے پر۔ دوسرے صفحے پر ایک اور مہر بھی ہے، مگر میرے سامنے جو عکس ہے، اُس میں وہ نمایاں نہیں۔ اسی صفحے کے وسط میں فورٹ ولیم کالج (کلکتہ) کی متعارف بیضاوی مہر لگی ہوئی ہے۔ اس مہر میں پہلی سطر میں اردو میں کتاب کالج فورٹ ولیم لکھا ہوا ہے۔ یہی عبارت اس کے نیچے کی سطر میں ہندی میں اور تیسری سطر میں بنگلہ میں ہے۔ یہ وہاں کی متعارف مہر ہے جو فورٹ ولیم کالج کے کتاب خانے کی ہر کتاب پر ملتی ہے۔

تیسرے صفحے کے وسط سے متن شروع ہوتا ہے۔ پہلی سطر میں بسم اللہ الرحمن الرحیم مرقوم ہے۔ ترتیب میں نثر کا حصہ پہلے ہے۔ اس حصے کا آغاز ”اخبارات سیاہہ دربارِ معلیٰ“ سے ہوتا ہے۔ ص ۲۶ سے نظم کا حصہ شروع ہوتا ہے مگر بیچ بیچ میں نثری اجزا (رقعات وغیرہ) بھی آتے گئے ہیں۔ اب یا تو اسی نسخے میں ترتیب کلام کا یہ خلطِ بحث تھا جس کی یہ نقل ہے؛ یا پھر یہ

ہوا ہے کہ اس نسخے کے ناقل نے اپنی صواب دید کے مطابق اجزا کو مرتب کیا ہے۔ ساری غلط نویسی کے باوجود متعدد مقامات پر عبارت اور الفاظ کی تصحیح کے سلسلے میں اس سے مدد ملی ہے۔ علاوہ بریں، غلط نویسیوں کے باوجود اس کی یہ اہمیت بھی ہے کہ کلامِ جعفر کا یہ قدیم ترین مخطوطہ ہے۔ یہ اہمیت اُس وقت تک برقرار رہے گی جب تک اس سے پہلے کا کوئی خطی نسخہ نہ مل جائے۔

(۲) نسخہ برکن

زمانی ترتیب کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر وہ خطی نسخہ آتا ہے جو برکن کی سنٹرل لائبریری کے ”ذخیرہ اشپرنگر“ میں ہے۔ ترقیے کے مطابق اس کا سنہ کتابت ۱۲۱۰ھ (۹۶-۱۷۹۵ء) ہے۔ عبارت ترقیمہ:

”تمت تمام شد دیوان جعفر زلی در شب یکشنبہ ارقام نمودہ شد
۱۲۱۰ ہجری“۔

خط پختہ نسخہ ہے۔ مسطر تیرہ سطری ہے۔ اس نسخے کا کاتب غلط نویسی میں نسخہ کلکتہ کے کاتب کی برابری تو نہیں کر سکتا؛ مگر اُس سے بس کچھ ہی کم ہے۔ آغاز نسخہ کلکتہ کی طرح حصہ نثر سے ہوتا ہے، سب سے پہلے ”اخبار سیاہ در بارِ معلیٰ“ ہے۔ شروع نسخہ کی عبارت اُسی طرح نقل کی جاتی ہے جس طرح وہ نسخے میں ہے:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم — الحمد لله رب العالمین و العاقبة
للمتقين و الصلوة والسلام علی — رسولہ محمد و الہ و اصحابہ و
اتباعہ، ازواجہ و ذریاتہ. و اہلبیت — الطاہرین صلوات اللہ
علیہم اجمعین بدانکہ تصنیف میر جعفر — در عہد حضرت خلد مکان اورنگ
زیب بادشاہ نور اللہ مرقدہ — مشتمل بر ہزلیات و بعضے جاہد و نصاب امیر است
کہ طالبان — این فن بہرہ یابند و تفنن طبع عریضات نیز مندرج است“۔

ورق ۲۶ الف کی پہلی سطر پر حصہ نثر ختم ہو جاتا ہے۔ اُس کے نیچے یہ عبارت ہے جسے بلفظ نقل کیا جاتا ہے: ”تمت تمام شد نسر و رقعات میر جعفر زلی مرحوم بعون اللہ تعالیٰ بتاریخ بیست و یکم شہر ذلحجہ ارقام نمودہ شد والسلام“۔ اس کے بعد عکس میں دو سطروں کی جگہ خالی ہے۔ تیسری سطر یہاں سے شروع ہوتی ہے: ”شروع نظم در تعریف پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم۔ محمد پار

اوتارن ہار سب کا: محمد سرور سالار سب کا۔ یعنی حصہ نظم ایک مستقل حصہ دیوان کے طور پر شروع ہوتا ہے حصہ نثر کے خاتمے کے بعد۔ اس نسخے کا عکس ڈاکٹر معین الدین عقیل نے بھیجا تھا۔

(۳) نسخہ آزاد

یہ نکلی نسخہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی مولانا آزاد لائبریری میں محفوظ ہے۔ اس کے آخر میں ترقیم ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نسخے کے کاتب کا نام عبداللہ تھا، اُس نے لالہ رادھا کشن کے حسب الارشاد اس کی کتابت کی تھی۔ یہ مصور نسخہ ہے۔ میرے سامنے اس نسخے کا عکس ہے جس میں سات عمدہ تصویریں ہیں۔ نستعلیق میں اسے لکھا گیا ہے۔ کاتب کا خط پختہ ہے۔ کاتب کے خط میں جس قدر پختگی ہے، اسی قدر وہ غلط نویسی بھی ہے اور کم سواد بھی۔ ترقیم سے تاریخ کتابت ”چہار دہم شب ذی قعد ۱۲۱۱ھ نبوی“ (اپریل ۱۷۹۷ء) معلوم ہوتی ہے۔ نسخے کے آغاز میں نثری حصہ ہے، جس میں سب سے پہلے ”اخبارات سیاہ دربارِ معلیٰ“ ہے۔ اُس میں ۱۲۸ صفحے ہیں۔ مسطر سات سطری ہے، حاشیے کا چوکٹھا باقاعدہ بنایا گیا ہے، اس سے اہتمام کتابت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ص ۶۲ سے نظم کا حصہ شروع ہوتا ہے، اس صفحے پر شروع میں تین سطروں کی جگہ خالی ہے، جس میں ”باسمہ سبحانہ و تعالیٰ“ لکھ کر حصہ نظم کا آغاز ہوتا ہے: محمد پاراتارن ہار سب کا: محمد سرور و سالار سب کا۔ ترتیب اور متن کے لحاظ سے یہ نسخہ برلن سے مکمل مطابقت رکھتا ہے۔ یا تو یہ برلن کی نقل ہے یا برلن اور آزاد، یہ دونوں نسخے ایک ہی نسخے کی نقلیں ہیں۔ اغلاط کتابت کے باوجود برلن اور آزاد، ان دونوں نسخوں سے صحیح متن میں بہت مدد ملی ہے اور ترتیب متن میں بھی۔ زمانی اعتبار سے یہ تینوں نسخے (کلکتہ، برلن، آزاد) باقی سب نسخوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ نسخہ آزاد میں ص ۱ کے بعد دو صفحے کم ہیں اور نسخے کے درمیان میں بعض اجزائے نثر و نظم منتشر طور پر ملتے ہیں۔ اس نسخے کا عکس محبت مکرم پروفیسر اصغر عباس کی عنایت سے مجھ تک پہنچا ہے۔

(۴) لندن

مخزونہ انڈیا آفس لائبریری لندن۔ اس نسخے کے آخر میں ترقیم موجود ہے، جس سے کاتب کا نام ”شجاعت علی حسینی“ معلوم ہوتا ہے۔ تاریخ کتابت بھی ہے، مگر پہلے اُس کے سلسلے میں کچھ وضاحت ضروری ہے۔ اس نسخے کا عکس میرے سامنے ہے جسے محبت مکرم جمیل جالبی

صاحب نے بھیجا تھا۔ اصلاً یہ عکس کا عکس ہے؛ اس طور پر کہ انہوں نے لندن سے اس نسخے کا عکس حاصل کیا اور پھر اُس عکس سے میرے لیے عکس بنوایا۔ اس کے نتیجے میں بعض مقامات بے طرح دھندلا گئے ہیں۔ یہی صورت ایک جگہ اس ترقیے میں بھی رونما ہوئی ہے۔ ترقیے کی پوری عبارت روشن اور خوانا ہے، بس ”سنہ“ پر جو اعداد لکھے ہوئے ہیں، وہ اچھی طرح پڑھنے میں نہیں آتے۔ جالبی صاحب نے اپنی تاریخ ادب میں اس نسخے کا سنہ کتابت ”۱۲۱۱ھ“ لکھا ہے (جلد دوم، حصہ اول، ص ۱۱۷)۔ اس کے برخلاف انڈیا آفس لائبریری (لندن) کے ”ہندستانی“ مخطوطات کے فہرست نگار بلوم ہارٹ نے اس کا سنہ کتابت ۱۲۱۸ھ لکھا ہے۔ اصل نسخے سے استفادہ فی الوقت میرے لیے ممکن نہیں، یوں میں نہیں کہہ سکتا کہ صحیح سنہ کتابت کیا ہے۔ میں نے بلوم ہارٹ کے قول کو ترجیح دی ہے، یوں کہ اصل خطی نسخہ اُس کے سامنے تھا۔ اس نسخے میں ۱۶۳ اوراق ہیں۔ مسطر آٹھ سطری ہے۔ اصل نسخہ ص ۱۵۹ الف پر ختم ہو جاتا ہے۔ ترقیے کی عبارت اسی صفحے پر ہے۔ اس کے بعد نئے رسالے کے طور ص ۱۶۰ ب سے ملا دو پیازہ کا ال نامہ شروع ہوتا ہے جس کا عنوان ہے: ”من کلام ملا دو پیازہ رحمۃ اللہ“۔ یہ کسی دوسرے شخص کے قلم کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

یہ نسخہ اس لحاظ سے خاص طور پر توجہ طلب ہے کہ اس میں مشکوک اور غیر معتبر کلام بڑی مقدار میں ملتا ہے۔ ”اخبارات سیابہ دربارِ معلیٰ“ کی تمہید میں نثری حصے سے حعلق کچھ گفتگو کی گئی ہے اور حصہ منظومات میں مختلف نظموں کے حواشی میں، نیز ضمیرہ ایک اور دو میں ضروری باتیں لکھی گئی ہیں۔ اس بنا پر یہ بات ذہن میں رہنا چاہیے کہ اس نسخے کے وہ سب اندراجات نثر و نظم جن کی تصدیق کسی دوسرے قدیم مجموعے سے نہیں ہوتی، صرف اس نسخے کی سند پر قابل قبول ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ صحیح متن کے سلسلے میں بھی میں نے اس نسخے سے کم سے استفادہ کیا ہے۔ ہاں اس نسخے کا آغاز حصہ نظم سے ہوتا ہے۔ حصہ نثر آخر میں ہے۔ اس میں پہلی نظم ”طوطی نامہ“ ہے۔ کاتب معمولی استعداد کا معلوم ہوتا ہے اور غلط نویسی میں وہ بھی کسی سے کم نہیں۔ کلاگ میں ۱۳۵ نمبر پر اس کا اندراج ہے۔ مخطوطے کا نمبر U.56 ہے۔

(۵) لندن ۲

مخزوتہ انڈیا آفس لائبریری لندن۔ اس نسخے کے آخر میں ترقیہ ہے جس سے تاریخ تکمیل کتابت ۲ مارچ ۱۸۴۳ء معلوم ہوتی ہے۔ کلاگ میں اس کا نمبر U.57 ہے۔ اس میں کل

چاپیں اوراق ہیں۔ مسطر گیارہ سطری ہے۔ اس میں حصہ نثر شامل نہیں، صرف حصہ نظم ہے، مگر مکمل نہیں۔ آغاز ہوتا ہے اُس نظم سے جس کا پہلا شعر یہ ہے:

محمد پار اتارن ہار سب کا محمد سرور سرد سب کا (کذا)

اس کے بعد ”جو بن نامہ“ ہے۔ آخری نظم ”جو عصمت النساء بیگم“ ہے۔ کاتب خاصا غلط نویسی ہے۔ صحیح متن میں اس نسخے سے کچھ مدد نہیں ملی۔ اس کا عکس لندن سے عزیزم ڈاکٹر اطہر فاروقی لائے تھے۔

(۶) رضائے

مخزونہ رضالائبریری رام پور۔ اس میں ترقیمہ ہے مگر سنہ کے اعداد مرقوم نہیں:

”تمت تمام شد نسخہ متبرکہ میر جعفر زلی از فرمایش نواب والا جناب معلی القاب حاتم زماں فیاض عالمیاں نواب صاحب نواب احمد علی خاں بہادر ولد نواب محمد علی خاں مرحوم بن نواب فیض اللہ خاں بہادر مغفور ادام اللہ اقبالہ واجلالہ وحشمہ الی یوم التتاد بحرمت النبی وآلہ الامجاد روز یکشنبہ بیست یکم جمادی الاول سنہ ہجری از دست فقیر حقیر دعا گوے سرکار فیض مدار غلام محی الدین ولد میانجی جان محمد مرحوم در قصبہ مصطفیٰ آباد عرف رام پور ہمیشہ بادمع ساکنان تا روز شمار۔“

اس سے کاتب کا نام غلام محی الدین معلوم ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ نواب احمد علی خاں فرماں رواے رام پور کی فرمایش کے مطابق اسے نقل کیا گیا ہے۔ ”سنہ“ کا لفظ مرقوم ہے، مگر اُس پر اعداد مرقوم نہیں۔ نواب احمد علی خاں نے ۱۲۵۶ھ (۱۸۴۰ء) میں وفات پائی تھی (مولانا امتیاز علی خاں عرشی: مکاتیب غالب، ص ۹) اس لیے یہ مان لیا جائے گا کہ ۱۲۵۶ھ سے قبل کسی وقت یہ نسخہ لکھا گیا تھا۔ خط نستعلیق ہے۔ مسطر تیرہ سطری ہے۔ خط میں پختگی تو نہیں مگر بہت روشن اور صاف ہے۔ حصہ نثر سے آغاز ہوتا ہے۔ متن کی جس قدر غلطیاں عام نسخوں میں پائی جاتی ہیں، وہ اس میں بھی ہیں۔ اس کا لائبریری نمبر ”ق ۵۳“ ہے اور موجودات نمبر ۳۲۹۶۔ کل صفحات: ۱۴۰۔ رضا۔ ۱ اور رضا۔ ۲؛ ان دونوں نسخوں کا عکس برادر م ڈاکٹر شعائر اللہ خاں کے توسط سے حاصل ہو سکا۔ متن کی تصحیح میں بعض مقامات پر اس سے کچھ مدد ملی ہے۔

اس نسخے میں ترقیمہ موجود نہیں۔ درمیان کے بعض اوراق بھی کم ہیں۔ رضا۔ ا کے مقابلے میں اس کا کاتب خاصا غلط نویس ہے۔ خط نستعلیق ہے مگر خط میں کچا پن بہت ہے۔ مسطر پندرہ سطری ہے۔ اس کا آغاز اور انجام رضا۔ ا کے مطابق ہے، اس فرق کے ساتھ کہ آخر میں دوسرے لوگوں کا بہت سا کلام بھی کاتب نے شامل کر لیا ہے، اسی طرح جیسے پرانی بیاضوں میں جمع کیا جاتا تھا۔ متن کی تصحیح میں اس نسخے سے مدد نہیں لی گئی، بعض جگہ ضمنی طور پر اس کے حوالے ضرور دیے گئے ہیں۔ لائبریری نمبر: ق ۵۴۔ موجودات نمبر: ۵۵۶۹ کل صفحات ۱۶۰۔

(۸) ادبیات

نسخہ مخزومہ ادارہ ادبیات اردو، حیدرآباد۔ اس میں ۴۸ ورق ہیں۔ ورق ۳۱ کے بعد کا ایک ورق کم ہے۔ مسطر پندرہ سطری ہے۔ آغاز حصہ نثر سے ہوتا ہے۔ اختتام اُس قطعے پر ہوتا ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے: زئل نامہ کردم عدیم البدل: کہ ہر مصرع اوست ضرب المثل۔ اُس کے بعد ”غزل از سٹلی پسر میر جعفر زئل“ ہے، اُس کا پہلا شعر یہ ہے:

اے سراج بزمِ دولت از تو روشن دوسرا گیا سبب تاریک ہے، اب تک ہمارا جھوپڑا
یہ الحاقی غزل ہے۔ اس نسخے میں کئی اجزا الحاقی ہیں [ضمیمہ ۲ میں اُن کی نشان دہی کی گئی
ہے]۔ اختتامی قطعے کے بعد تین صفحے مزید ہیں جن میں دوسرے غیر متعلق اندراجات ہیں [جیسے
بہت سی پرانی کتابوں میں ملتے ہیں]، ”غزلِ سٹلی“ بھی اسی ذیل میں آتی ہے۔ ورق ۴۶ ب پر
یہ عبارت ملتی ہے:

”تاریخ چھاپے جانے بنیے (کذا) کی عجائب یہ نسخہ ہے محبوب جگ ہر
اک لفظ اس کا ہے مطلوب جگ، کہا ملہم غیب نے اس کا سال کہ جعفر زئلی ہے
مرغوب جگ۔ بمنہ و کرمہ نسخہ موسوم بہ کلیات من تصنیف میر جعفر زئلی رحمۃ اللہ
علیہ بتاریخ غرہ مبارک ماہ صفر المظفر ۱۱۷۵ نبوی در کچھری عدالت پادشاہی بلدہ
فرخندہ بنیاد حیدرآباد در عہد ریاست نواب افضل الدولہ بہادر آصف جاہ خامس
بروز شنبہ بعد دوپہر روز برآمدہ تحریر یافت فقط فقط فقط۔“

اس عبارت میں دو باتیں توجہ طلب ہیں۔ ”تاریخ چھاپے جانے بنیے کی“۔ اس لفظ ”بنیے“ کا صحیح
طور پر تعین نہیں کیا جاسکا۔ ”مرغوب جگ“ کے نیچے کسی نے ”۱۲۷۱“ کے اعداد لکھے ہیں (اس

ماڈے سے یہی اعداد برآمد ہوتے ہیں)۔ میں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ یہ اس نسخے کی تاریخ ہے جس سے یہ نسخہ ادبیات نقل کیا گیا ہے (یہ محض قیاس ہے)۔

دوسری توجہ طلب بات ہے سنہ کتابت (۱۱۷۵ھ)۔ ناقل نے یہ صراحت کر دی ہے کہ یہ نواب افضل الدولہ کے عہد میں لکھا گیا ہے اور نواب افضل الدولہ ۱۲۷۳ھ میں مسند نشین ہوئے تھے۔ لطیفہ یہ ہے کہ اس تاریخ کے بعد ناقل نے یہ بھی لکھا ہے:

”تاریخ مسند نشینی نواب افضل الدولہ بہادر:

خرد اقلیم و شاہ بحر و بر گشت آں مسند نشین عالی قدر (کذا)

ہاتف از سر الطاف بہ (کذا) افضل الدولہ زہے والا گہر“

مصرع آخر کے نیچے خود ناقل نے ”۱۲۷۳“ اعداد لکھے ہیں۔ اس واضح صورت حال کے پیش نظر صرف یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ ناقل ”۱۲۷۵“ کے بجائے ”۱۱۷۵“ لکھ گیا، یعنی یہ لغزش قلم ہے۔ [اگر یہ نسخہ واقعتاً ”۱۱۷۵“ کا ہوتا تو کلام جعفر کا قدیم ترین مخطوطہ قرار پاتا] اس لحاظ سے اس نسخے کا سنہ کتابت ۱۲۷۵ھ متعین کیا جانا چاہیے۔

اس نسخے کا ناقل بہت کم سواد ہے [اس کا اندازہ تو اس قطعہ تاریخ مسند نشینی ہی سے لگایا جاسکتا ہے جس کو اوپر نقل کیا گیا ہے]۔ مزید یہ کہ اس میں متعدد الحاقی اجزائے پائے جاتے ہیں [ضمیمہ ۲ میں ان کی نشان دہی کی گئی ہے]۔ نظر بہ ظاہر یہ کسی مطبوعہ نسخے کی نقل ہے۔ صحیح متن میں حقیقتاً اس سے کچھ مدد نہیں ملی، ضمناً بعض جگہ اس کا حوالہ آ گیا ہے۔ اس نسخے کا عکس میرے پاس کالی داس گیتارضا (مرحوم) نے بھیجا تھا۔

(۹) بیدار

یہ نسخہ بیدار بخت صاحب (کناڈا) کے ذاتی ذخیرے کا ہے، انھوں نے از راہ لطف اپنے نسخے کا عکس بنوا کر بھیجا ہے۔ یہ ناقص الآخر ہے۔ آخری نظم ”کچھوانامہ“ ہے۔ مقابلہ کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ نسخہ مکمل طور پر مطبوعہ نسخے علوی کی نقل ہے۔ ناقل کا خط پختہ ہے۔ بعض مقامات پر ناقل نے نسخہ علوی کی بعض اغلاط طباعت و کتابت کی تصحیح کی ہے، مگر بہ طور عموم ساری باتوں (ترتیب، متن، اغلاط) میں یہ علوی کے مطابق ہے۔

(۱۰) پٹنہ

یہ نسخہ خدا بخش لاہری پٹنہ کا ہے۔ بہت سی سعی اور سفارش کے بعد اس کا عکس حاصل

کیا جاسکا۔ جب عکس میرے پاس آیا تو مجھے اس بات پر بہت تعجب ہوا کہ ارباب کتاب خانہ نے اسے خطی نسخوں کے ذیل میں کیسے رکھا۔ اگر اس کا احوال مجھے پہلے معلوم ہو جاتا تو میں عرض نیاز میں اپنا وقت ضائع نہ کرتا۔ اس کے آخر میں ترقیمہ ہے:

”تاریخ طبع کلیات جعفر زلی از نتائج فکر غشی حسیب الدین احمد المتخلص بہ سوزاں:

مانند رواں چو بہ تن طبع درآمد این نسخہ کہ جان و دل ہر پختہ و خام است
ما از پے تاریخ بہ سوزاں بنمودیم خندہ زدو گفت این چہ ظریفانہ کلام (۱۸۷۷) است“
[ناقل نے ایمان داری کے ساتھ مطبوعہ نسخے کی عبارتِ خاتمہ کو بھی نقل کر دیا]۔ اس کے نیچے یہ عبارت ہے:

”تمت تمام شد بہ قلم قدرت علی ۱۲۸۰ھ۔ یعنی کاتب کا نام قدرت علی ہے، جس نے نسخہ مطبوعہ ۱۸۶۷ء کی نقل تیار کی ہے مگر اُس نے جو سنہ ہجری لکھا ہے وہ درست نہیں۔ اصل نسخہ چھپا ہے ۱۸۶۷ء (۱۲۸۳-۸۴ھ) میں، اُس کی نقل ۱۲۸۰ھ میں کیسے تیار کی جاسکتی ہے؟ دانستہ یا نادانستہ کاتب قدرت علی نے نقل کا غلط سنہ ہجری لکھا ہے، کیونکہ ۱۲۸۰ھ برابر ہے ۱۸۶۳-۶۴ء کے۔ ناقل قدرت علی بہت غلط نویس ہے۔ اس نسخے سے تصحیح و ترتیب متن میں ذرا بھی مدد نہیں ملی، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اسے سامنے تو رکھا گیا مگر غلط نویسی کی بہتات کے سبب اس سے کام نہیں لیا گیا۔ کل صفحات ۱۶۰ ہیں۔ مسطر پندرہ سطر ہے۔ آغاز نثری حصے سے ہوتا ہے اور اختتام بھی نثر پر ہوتا ہے۔

(۱۱) علوی

یہ مطبوعہ نسخہ ہے۔ اس کے سرورق کی مکمل عبارت یہ ہے: ”ان دنوں توفیقِ خدای زمین و آسمان سے نسخہ حسبِ الحکم مہر ذیل مطبع کثیر المنافع اٹکسی بہ سلطان المطابع کلیات جعفر زلی و غزلبہای سمدہن و نوشہر باہتمام مقبول الدولہ احسان الملک کپتان مرزا محمد مہدی علیخان بہادر قبول ثابت جنگ رنج مطبع علوی علی بخش خان کے دوبارہ چھپا۔“ اس نسخے کے آخری صفحے پر عبارتِ خاتمہ ہے، اُس میں تاریخِ طبع مذکور ہے: ”در مطبع علوی علی بخش خان در عشرہ اخیرہ شہر زیقعدہ ۱۲۷۱ھ رونقِ طبع یافتہ۔“ یعنی یہ نسخہ ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۵ء) میں چھپا تھا اور یہ کہ یہ اشاعتِ ثانی ہے۔ اشاعتِ اول کب ہوئی تھی، اس کا علم مجھے نہیں ہو سکا۔

اس میں کل ۵۸ صفحے ہیں۔ اصل نسخہ ص ۴۹ پر ختم ہو جاتا ہے۔ ص ۵۰ سے غزل ہاے

سمدھن و نوشہ والا حصہ شروع ہوتا ہے: ”من تصنیف راے طوطا رام منشی متخلص بہ عاصی ولد راجہ بشن سنگھ ابن راجہ بھکاری داس کہ ہر یکے ازیں ہا از عہد نواب سعادت خاں بہادر بہ خدمت میر منشی گری بہ خطاب راجگی سرفراز و ممتاز ماندہ اند و داد ریاست و امارت چنانکہ باید در دادہ“۔
اس سے آگے کی عبارت بہت دل چسپ ہے، اسی لیے اصل موضوع سے غیر متعلق ہونے کے باوجود اُسے نقل کیا جاتا ہے:

”از انجا کہ در غزل کہ تخلص مصنف موصوف ضبط نیست، سببش ایں کہ باعث خوشنودی طفلان بہ نام طفلان گفتہ شدہ و در بعضے جا مقطع غزل باسم کسے موسوم نہ کردہ بہ خیال ایں کہ ہر طفلے کہ خواہد نام خود در اں داخل نمودہ بخواند، زیرا کہ طفلان را از نام خود خواندن خوشی بسیار می شود“۔

صفحہ ۵۰ سے ص ۵۵ تک یہی غزلیں ہیں۔ ص ۵۶ پر یہ سرخی ہے: ”چند غزل ہا از دیوان عاشقانہ مصنف موصوف در صفت محفل و ارباب محفل از قسم مبارک باد وغیرہ کہ در ذکر شراب و کباب است نیز انتخاب نمودہ در ایں جا نوشتہ شد کہ ضروری است“۔ یہ حصہ ص ۵۸ پر ختم ہوتا ہے۔ ان کے بعد عبارت خاتمت الطبع ہے۔

نسخے کا آغاز نثری حصے سے ہوتا ہے۔ سب سے پہلے ”گفتگو نامہ ملا“ ہے۔ اختتام ”تاریخ دیوان تصنیف مصنف دیوان“ پر ہوتا ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے:

زئل نامہ کردم عدیم البدل کہ ہر مصرع اوست ضرب المثل
جو مطبوعہ نسخے پیش نظر ہیں، اُن میں یہ نسخہ سب سے اچھا ہے بہ لحاظ متن۔ متن میں ایسی غلطیاں تو موجود ہیں جو بالعموم خطی نسخوں میں ملتی ہیں مگر اُن کی تعداد دوسرے نسخوں کے مقابلے میں کم ہے۔ اس لحاظ سے یہ نسخہ قابل ذکر ہے۔ اس نسخے کا عکس محبت مکرم اسلم محمود صاحب کی عنایت سے مجھے ملا ہے۔ اصل نسخہ اُن کے ذاتی ذخیرہ نوادر میں محفوظ ہے۔

(۱۲) بمبئی

مطبوعہ مطبع حیدری بمبئی، سال طبع: یکم محرم ۱۲۸۴ھ (۱۸۶۷ء)۔ کل صفحات: ۱۳۲۔ اس کا آغاز نثری حصے سے ہوتا ہے، سب سے پہلے ”گفتگو نامہ ملا“ ہے۔ اختتام ص ۱۳۱ کی پانچویں سطر پر ہوتا ہے ”تاریخ دیوان از تصنیف مصنف دیوان“ پر جس کا پہلا شعر یہ ہے:

زئل نامہ کردم عدیم البدل کہ ہر مصرع اوست ضرب المثل

اس قطعے کے بعد ”غزل از سلتی“ ہے؛ یہ وہی غزل ہے جو ادبیات میں بھی ہے، جس کا حوالہ ادبیات کے ذیل میں آچکا ہے۔ اس کے بعد ”غزل صاحب قران“ ہے، مصرعِ اوّل:

دلالتی شہوت ہے مجھ کو نورن منک منک کر منک منک کر

پھر ایک اور ”غزل صاحب قران“ ہے، مصرعِ اوّل: ہونہ مینار ہمسرِ آلت۔ اس کے بعد عبارتِ خاتمۃ الطبع ہے جس سے تاریخِ طبع ”پہلی ماہ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ“ معلوم ہوتی ہے۔ مسطر اکتیس سطری ہے۔ اس نسخے میں متعدد الحاقی اجزا بھی ہیں، ضمیمہ ۲ میں ان کی نشان دہی کی گئی ہے۔ متن کی غلطیاں تو اس میں بھی کچھ کم نہیں، لیکن کچھ مقامات پر تصحیحِ متن میں اس سے مدد ملی ہے، اس لحاظ سے یہ نسخہ کام کا ہے۔ اصل نسخہ مہاتما گاندھی میموریل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بمبئی کے کتاب خانے میں ہے۔ اس نسخے کا مجھے علم نہیں تھا، محی ڈاکٹر عبدالستار دلوئی نے مجھے بتایا اور انھی نے اس کا عکس بنوا کر بھیجا۔ (یہ دل چسپ بات ہے کہ دیوانِ جعفر زٹلی بمبئی میں کئی بار چھپا ہے۔ تلاش کے باوجود مجھے کسی دوسری اشاعت کا نسخہ نہیں مل سکا، انڈیا آفس لاہور کے فہرست نگار بلوم ہارٹ نے اپنے کلاگ میں کلیاتِ زٹلی نمبر ۱۳۳ کے تحت بمبئی میں چھپے ہوئے دو نسخوں کا حوالہ دیا ہے جو ۱۸۵۳ء اور ۱۸۵۷ء کے چھپے ہوئے ہیں)۔

(۱۳) محمدی

یہ نسخہ مطبعِ محمدی دہلی کا چھپا ہوا ہے۔ سالِ طبع: ۱۲۸۹ھ (۱۸۷۲-۷۳ء)۔ یہ نسخہ شروع سے آخر تک لفظ بہ لفظ علوی کے مطابق ہے۔ آخر میں غزلیاتِ سدھن و نوشہ اور دوسری غزلیں بھی شامل ہیں۔ کل صفحات: ۱۰۸، مسطر اکتیس سطری۔

(۱۴) نعیم

کلیاتِ میر جعفر زٹلی۔ مرتبہ ڈاکٹر نعیم احمد (مرحوم)۔ کل صفحات: ۳۳۰، مسطر ۲۳ سطری۔ سنہ اشاعت: ۱۹۷۹ء۔ مرتب کے انتخاب اور شوق کی داد دی جانا چاہیے کہ انھوں نے تدوین کے لیے جعفر کے کلام کا انتخاب کیا اور اس کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھا۔ انھوں نے صحیح تناظر میں اس کے کلام کو سمجھنے کی کوشش کی اور اپنے مقدمے میں اعتماد کے ساتھ جعفر کی اہمیت پر روشنی ڈالی، ان حالات کے پس منظر میں جو اس عہد میں کارفرما تھے۔ انھوں نے جعفر کے کلام کی اہم خصوصیات پر نظر رکھی اور مناسب طور پر ان کو بیان کیا۔ ان سب کے ساتھ یہ کہنا بھی ضروری

معلوم ہوتا ہے کہ مرحوم کو تدوین کے طریقہ کار سے کم واقفیت تھی اور ادبی تحقیق کے تقاضوں سے بڑی حد تک بے خبر تھے۔ اس پر طرزہ یہ کہ وہ فارسی سے کم آشنا تھے اور قدیم اردو سے بھی اچھی طرح واقف نہیں تھے۔ ان سب کے نتیجے میں اس نسخے کے متن کا احوال بہت بُرا نظر آتا ہے۔ اُن کو جہاں جو جو کچھ ملا جعفر کے نام سے، اُس کو نقل تو کر لیا مگر اس سے سروکار نہیں رکھا کہ جملے اور شعر بامعنی بھی ہوں۔ مختلف نسخوں میں لفظوں کی جیسی بگڑی ہوئی شکلیں محفوظ تھیں، اُن سب کو بغیر سوچے سمجھے نقل مطابق اصل کے طور پر نقل کر لیا گیا۔ اس لحاظ سے یہ نسخہ پرانے زمانے کے اُن خطی نسخوں سے کسی طرح بہتر نہیں جو کم سواد ناقلین کے لکھے ہوئے ہیں۔ متن کی تصحیح میں اور تعین میں اس نسخے سے ذرا بھی مدد نہیں مل سکی۔

کلام جعفر کے مجموعوں کے سلسلے میں یہ بات بھی ہماری نظر میں رہنا چاہیے کہ اب تک جتنے نسخے علم میں آئے ہیں اُن کے کاتب عموماً کم سواد معلوم ہوتے ہیں۔ جعفر کی ”نیک نامی“ کی شہرت تھی، عام طور پر یہ خیال ذہنوں میں بیٹھ گیا تھا کہ وہ فحش نگار اور ہزل گو شاعر ہے؛ غالباً اسی وجہ سے اُسے سنجیدہ توجہ کا مستحق نہیں سمجھا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی تھا کہ اُس کے کلام کا شہرہ تھا، وہ خواص اور عوام، سب کے لیے دل چسپی سے معمور تھا؛ یوں اُس کے کلام کے مجموعوں کی نقلیں تیار کی جاتی رہیں؛ مگر اس کام کو بہ طورِ عموم ادنا صلاحیت کے لوگ انجام دیتے رہے۔ دوسری مشکل یہ تھی کہ جعفر کی زبان ملواں ہے۔ جو شخص تھوڑی بہت عربی نہ جانتا ہو، فارسی زبان سے اچھی طرح واقف نہ ہو اور ہندی کے لفظوں سے بھی بہ قدرِ ضرورت شناسائی نہ رکھتا ہو؛ ایسا شخص نہ اُس کے کلام کو صحیح طور پر پڑھ سکتا ہے اور نہ درستی کے ساتھ اُس کی نقل تیار کر سکتا ہے۔ نقل کرنے والے ان ضروری باتوں سے واقف ہی نہیں تھے۔ [اُن پر انوں کو کیا کہا جائے، نئے لوگ بھی کتنے ہیں جو ویسے نہ ہوں!]۔

کلام جعفر کے خطی نسخے ملک اور بیرون ملک کے مختلف کتاب خانوں میں ہیں مگر ایسے نسخے کم ہیں جن میں ترقیمہ ہو اور اُس میں سنہ کتابت بھی لکھا ہوا ہو۔ کسی متن کے خطی نسخے متعدد ہوں، تو تدوین کے نقطہ نظر سے حقیقی اہمیت ایسے قدیم نسخوں کی ہو سکتی ہے اور وہ زیرِ بحث آسکتے ہیں جن کا سنہ کتابت معلوم ہو۔ مثلاً انڈیا آفس لائبریری لندن میں کلام جعفر کے چار نسخے ہیں [بلوم ہارٹ کے مرتبہ کلاگ کے مطابق] دو نسخوں کے ترقیمے میں تاریخ کتابت ملتی ہے۔ [ان دونوں نسخوں کا عکس پیش نظر ہے] ایک نسخہ کلاگ کی صراحت کے مطابق ناقص الآخر ہے اور ایک نسخہ ترقیمے سے خالی ہے۔ یا جیسے ادارہ ادبیاتِ اردو حیدرآباد میں دو نسخے ہیں۔ ایک نسخے

میں ترقیمہ ہے [اُس کا عکس پیش نظر ہے] اور دوسرے نسخے میں ترقیمہ موجود نہیں [ڈاکٹر انور معظم نے میری درخواست پر ادارے کی لائبریری میں جا کر بہ چشم خود اُس نسخے کو دیکھا اور اُس کے احوال سے مجھے مطلع کیا]۔ سالار جنگ میوزیم حیدرآباد کے کتاب خانے میں کلام جعفر کے دو خطی نسخے ہیں۔ ایک ناقص الآخر ہے اور ایک ناقص الاول ہے اور ترقیمے سے خالی ہے [یہ تفصیلات ڈاکٹر انور معظم نے حیدرآباد سے بھیجی ہیں]۔ یہی احوال ایسے دوسرے کتاب خانوں کے نسخوں کا ہے جہاں کلام جعفر کے ایک سے زیادہ نسخے ہیں [مثلاً رضا لائبریری رام پور، جس کے نسخوں کی مکمل تفصیلات برادر ڈاکٹر شعائر اللہ خاں نے رام پور سے بھیجی ہیں]۔ اس طرح ایسے خطی نسخے نسبتاً کم ہیں جن کا تدوین کے نقطہ نظر سے پیش نظر رکھا جانا ضروری ہو۔

اس کتاب کے حواشی میں جاہ جا اثر الامراء اور مآثر عالم گیری کے حوالے ملیں گے۔ یہ وضاحت ضروری ہے کہ دونوں کتابوں کے اردو ترجمے پیش نظر رہے ہیں۔ مآثر الامراء (تین جلدیں) مصنف: صمصام الدولہ شاہ نواز خاں۔ مترجم: محمد ایوب قادری۔ ناشر: مرکزی اردو بورڈ، لاہور، سنہ اشاعت: ۱۹۶۸ء۔ مآثر عالم گیری، مصنف: محمد ساقی مستعد خاں۔ مترجم: محمد فدا علی طالب۔ ناشر: بک لینڈ کراچی، سنہ اشاعت: ۱۹۶۱ء

تحقیق کی اصطلاح میں ترجمہ، ثانوی ماخذ کا درجہ رکھتا ہے۔ میری مشکل یہ تھی کہ اصل فارسی متن میری دسترس سے باہر تھے اور بہت کوشش کے باوجود میں اُن کو حاصل نہیں کر سکا؛ اس مجبوری سے ان ترجموں سے کام لینا پڑا ہے۔

طریق کار

کلام جعفر کے جو خطی نسخے پیش نظر ہیں، اُن میں چار مجموعے ایسے ہیں جن کو قدیم نسخے کہا جاسکتا ہے: کلکتہ (۱۲۰۶ھ)، برلن (۱۲۱۰ھ)، آزاد (۱۲۱۱ھ)، لندن ۱ (۱۲۱۸ھ)۔ ان میں سے آخری نسخہ لندن ۱ اس لحاظ سے کم درجہ ہے کہ اس میں الحاقی اجزا بہت ہیں۔ ”اخبارات سیبہ دربار معلیٰ“ کی تمہید میں، مختلف نظموں کے حواشی میں اور ضمیمہ ۲ میں اس سے متعلق بہت سی تفصیلات کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اس طرح ایسے تین نسخے رہ جاتے ہیں جو باقی نسخوں کے مقابلے میں زمانی اعتبار سے مقدم ہیں۔ اس کتاب میں بنیادی طور پر انہی تین نسخوں (کلکتہ، برلن، آزاد) کے مشتملات کو شامل کیا گیا ہے۔ ایسی کوئی چیز اس کتاب میں شامل نہیں کی گئی جو ان تینوں نسخوں میں یا ان میں سے دو نسخوں میں موجود نہ ہو۔ چونکہ آزاد اصلاً برلن کے مطابق

ہے، اور کلکتہ میں ان دونوں کے مقابلے میں بعض اجزاء کم ہیں [میری رائے میں اس کا تعلق ناقل کے حذف و اختیار سے ہے] اس لیے نثر و نظم کے وہ سارے اجزاء جو اس کتاب میں شامل کیے گئے ہیں وہ (عموماً) محولہ بالاتینوں نسخوں میں پائے جاتے ہیں، یا موخر الذکر دو نسخوں میں لازماً موجود ہیں۔

ضروری الفاظ کے معنی ہر نظم کے اشعار کے ساتھ ہی حاشیے میں لکھے گئے ہیں۔ جعفر کے کلام میں عجیب عجیب لفظوں کی اور مشکل لفظوں کی جو بہتات ہے، اُس کے پیش نظر مناسب سمجھا گیا کہ قاری کی نظر فرہنگ کی ورق گردانی کے بغیر اشعار کے معانی کو ساتھ ساتھ بہ آسانی دیکھ سکے۔ ضروری لفظوں پر اعراب لگائے گئے ہیں۔ تشدید اور اضافت کے زیر لگانے کا التزام کیا گیا ہے۔ پنکچویشن (توقیف نگاری) کا اہتمام بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔ علامات وہی استعمال کی گئی ہیں جنہیں انجمن ترقی اردو نے منظور کیا تھا۔ ”بابائے اردو مولوی عبدالحق سیریز“ کی جو کتابیں مرتب کی گئی ہیں (فسانہ عجائب، باغ و بہار، گلزارِ نسیم، سحرالبیان، مثنویاتِ شوق) ان میں بھی اسی طریق کار کی پابندی کی گئی ہے۔ ایک تو یوں کہ یہ سب تدوین میں عبارت نگاری کے لازمی اجزاء ہیں، دوسرے یہ کہ ان سے پڑھنے کی اور عبارت کو صحیح طور پر سمجھنے کی آسانی کا بے حد ضروری فائدہ حاصل ہوتا ہے، نیز ان کی مدد سے اجزائے جملہ اور اجزائے عبارت کے صحیح تعین میں بہت مدد ملتی ہے۔

ضمیمے

اس کتاب میں تین ضمیمے شامل کیے گئے ہیں۔ پہلے ضمیمے میں ایسا کلام شامل کیا گیا ہے جس کے متعلق مرتب کی رائے یہ ہے کہ جعفر سے اُس کا انتساب مشکوک ہے۔ اصلاً تو یہ کلام غیر معتبر کلام کے تحت آتا ہے؛ مگر بعض قدیم خطی نسخوں میں اُس کے موجود ہونے کی وجہ سے قطعیت کے ساتھ جعفر سے اُس کے انتساب کا انکار تحقیق اور تدوین کی احتیاط پسندی کے خلاف ہوتا ہے۔ مرتب کی رائے تو یہی ہے کہ یہ کلام جعفر کا نہیں، بس از روئے احتیاط اُسے مشکوک سمجھا گیا ہے۔

دوسرے ضمیمے میں ایسا کلام ہے جو ہر لحاظ سے غیر معتبر ہے۔ جعفر سے اُس کا انتساب کسی بھی صورت میں درست نہیں۔ یہ الحاقی کلام ہے۔ تیسرے ضمیمے میں کلام جعفر میں اہم مفرد و مرکب الفاظ کا گوشوارہ شامل کیا گیا ہے، جس کی مدد سے جعفر کی زبان کی تفہیم اور اُس کا تجزیہ

بہتر طور پر کیا جاسکے گا۔

تدوینِ کلامِ جعفر کے سلسلے میں ایک قابلِ توجہ مسئلہ الحاقی کلام کا سامنے آتا ہے۔ ہمیں یہ معلوم ہے کہ جعفر نے اپنا دیوان مرتب کیا تھا، جس کا نام ”زئیل نامہ“ تھا؛ لیکن ہمیں یہ معلوم نہیں کہ اُس کے مشتملات کیا تھے، نثر و نظم کے وہ کون سے اجزائے جو اُس میں شامل کیے گئے تھے، یوں کہ وہ دیوان دست یاب نہیں۔ گردشِ ماہ و سال نے اُس نسخے کو کہیں محفوظ رکھایا نہیں، یہ معلوم نہیں۔ ہمارے سامنے وہ مجموعے ہیں جنہیں اُس کے مرنے کے بعد تیار کیا گیا ہے۔

اسی سلسلے میں یہ بھی نظر میں رہنا چاہیے کہ جعفر نے جن موضوعات پر نظمیں کہیں، وہ خاص پسند بھی ہیں اور عام پسند بھی۔ اُس کے اندازِ بیان میں جو چٹکیلا پن ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے، یہ اُس کی پہچان بھی ہے۔ اس میں بڑی کشش تھی اور ہے۔ عملی طور پر یہ بہ خوبی ممکن تھا کہ بعض دوسرے موزوں طبع اُس کے کلام میں اضافے کرتے رہیں، ایسا ہوتا بھی رہا ہے۔ اُس کی زبان اور اُس کا اندازِ بیان تو نہیں مل سکتا تھا، اُس کی نقل تو کی جاسکتی تھی۔ ہجویں اُس کے کلام کا دل چسپ حصہ ہیں۔ یہ عین ممکن ہے کہ ایک شخص جو طبعِ موزوں سے پوری طرح محروم نہیں، کسی شخص سے اپنی خفگی کے اظہار کے لیے اور اس طرح اپنی تسکین کے لیے کسی کی جگو کہے اور وہ بھی کلامِ جعفر میں شامل ہو جائے؛ خواہ اُس شخص کی بدولت، خواہ ناقل کی غلط فہمی کی وجہ سے، اور خواہ اس وجہ سے کہ ناقل اور ہجو نگار ایک ہی شخص ہو۔

ضمیمہ ۱ کے تمہیدی حصے میں سحرالبیان میں بیانِ وصل سے متعلق الحاقی اشعار کے شامل کیے جانے کا میں نے حوالہ دیا ہے۔ سحرالبیان کے جس خطی نسخے میں یہ اشعار پہلی بار شامل ہوئے ہیں، اُس نسخے کا ناقل شاعر بھی ہے اور بہ ظاہر یہ اُسی کی کارگزاری ہے۔ اُس کی شاعرانہ طبیعت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ وصل جیسی چیز کا بیان بس دو چار شعروں میں ہو اور شعر بھی چنگ بھڑک سے خالی ہوں؛ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی! اُس نے بہ خیالِ خویش موضوع کا حق ادا کرنے کے لیے ایسے سترہ شعروں کا اضافہ کیا جو خاصے مبتذل ہیں۔ اس طرح اُس کے دل کو تسکین کی لذت حاصل ہوئی ہوگی۔

سحرالبیان کے مختلف خطی نسخوں میں اور بھی الحاقی اجزائے ملتے ہیں۔ یہاں تک کہ کئی ناقلوں نے جو سنی تھے، یہ دیکھ کر کہ شاعر نے صرف حضرت علی کی منقبت لکھی ہے اور باقی تینوں اصحاب کا نام ہی نہیں لیا اور اُن کی رائے میں یہ تو بڑی بے انصافی ہوئی؛ انہوں نے ”انصاف“

اس طرح کیا کہ بقیہ تینوں خلفا کی منقبت کے اشعار بھی اپنے نسخوں میں شامل کر لیے [ایسے کئی نسخے ہیں] اس طرح گویا اُن کی تسکین ہو گئی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ انھوں نے اپنی اس کارگزاری کو حصولِ ثواب کا ایک ذریعہ مان لیا ہو۔ اس طرح اُن ناقلین نے میر حسن کو، جو شیعہ تھے، سنی بنا لیا؛ یعنی اپنے قبیلے میں شامل کر لیا۔ غرض کہ مختلف قدیم شاعروں کے دواوین کے خطی [اور مطبوعہ نسخوں میں بھی] الحاقی اجزا محفوظ ہیں۔ یہی احوال کلامِ جعفر کے خطی اور مطبوعہ نسخوں کا ہے۔ جعفر صاحب استعداد تھا، پختہ مشق اور درست نگار تھا؛ ان سب خوبیوں کے ساتھ اُس کی زبان ملواں ہے۔ کہیں وہ عربی کے ٹکڑوں کو ریختے کے انداز میں شامل عبارت کرتا ہے اور کہیں فارسی لفظوں کے ساتھ دیسی لفظوں کی ایسی گرہ بندی کرتا ہے کہ لطفِ بیان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مشاقی، قادر الکلامی اور اُس کی اچھی علمی استعداد کہیں بھی اُس کی زبان کو بگڑنے نہیں دیتی۔ بندشوں کی سُستی سے اُس کا کلام خالی ہے اور ضرورتِ شعری کی مجبوری سے بھی اُس کے کلام میں عربی، فارسی کے لفظوں کا تلفظ بگڑنے نہیں پایا۔ عمر، شہر، عقل جیسے لفظوں نے اُس کے کلام میں دخل نہیں پایا۔ پیوندکاری ہے مگر لفظوں کا تلفظ بگڑنے نہیں پاتا، بس دل چسپ ترکیبیں اپنی بہار دکھاتی ہیں۔

اب اگر ایسی نظمیں سامنے آئیں جن کی زبان میں ایسی صفائی اور بیان میں ایسی روانی ہو جو جعفر کے چالیس پچاس برس بعد کی زبان کا حصہ ہے تو دل میں شک لازماً پیدا ہوگا کہ یہ جعفر ہی کا کلام ہے؟ یا پھر یہ صورت ہو کہ زبان اور بیان دونوں میں شاعرانہ پھوہڑپن نمایاں ہو؛ عربی، فارسی کے معمولی لفظوں کو صحیح طور پر نظم نہ کیا جاسکا ہو؛ بیان اُکھڑا اُکھڑا ہو، بندشیں سُست ہوں؛ اس صورت میں ذہن میں اس خیال کا پیدا ہونا لازمی سا ہے کہ یہ جعفر کا کلام نہیں ہو سکتا، یہ تو کسی کم سواد کی مشقِ خام ہے، جس نے اپنی بساط بھر جعفر کے انداز کی نقل کی ہے؛ یا یہ کوئی اور جعفر ہے۔ مثلاً ایک نظم ہے ”چپٹی نامہ“ غاصی طویں نظم ہے۔ اُس کی زبان میں جو صفائی ہے، وہ عہدِ جعفر کا حصہ نہیں تھی۔ ایک بات اور؛ جعفر کا جو خاص انداز ہے، وہ اُس کے کلام میں ہر جگہ ملے گا؛ ایک شعر اردو کا، دو چار شعر فارسی کے، دو تین شعر ریختے کے [اردو فارسی کی پیوندکاری کے ساتھ]۔ کچھ ایسا ہی احوال مفرد اور مرکب لفظوں کا ہوتا ہے۔ کوئی نظم طویل ہو اور اُس کے کسی حصے میں یہ رنگ نہ پایا جائے تو یہ بات شک پیدا کرنے کے لیے کافی ہے۔ نظم ”چپٹی نامہ“ کلامِ جعفر کے قدیم نسخوں میں ملتی ہے [اس کی صراحت اس کے حواشی میں کی گئی]۔ یہاں یہ

بھی ممکن ہے کہ یہ جعفر کی آخری عمر کی تخلیق ہو اور یہ بھی بہ خوبی ممکن ہے کہ نظم کے عنوان کو دیکھ کر اُسے شامل کلام جعفر کر لیا گیا ہو [اور میری رائے میں یہی ہوا ہے]۔ ایسی صورتوں میں احتیاط کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسی نظموں کو (مکمل صورت میں) ایک مستقل ضمیمے (ضمیمہ ۱) میں یک جا کر دیا گیا ہے، ضروری حواشی کے ساتھ۔

ایک اور نظم ہے ”لشکر گہی نامہ“۔ اس نظم کے ہر شعر پر کم سواد کی اور کم مشقی کی گویا مہریں لگی ہوئی ہیں۔ یہ بات قطعیت کے ساتھ بہ آسانی کہی جاسکتی ہے کہ یہ نظم جعفر کی نہیں۔ ایسی متعدد نظمیں ہیں، اُن میں سے کئی نظموں کے آخری شعر میں ”جعفر“ بہ طورِ مخلص آیا ہے؛ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی اور جعفر ہے۔ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو یا پھر ناقلین نے اس لفظ کا اضافہ کیا ہو۔ ایسی نظموں کو الحاقی مانا گیا ہے اور ضمیمہ ۲ میں اُن کی نشان دہی کی گئی ہے۔

اردو کی لسانی تاریخ میں شمالی ہند کے حوالے سے کلام جعفر کی بنیادی اہمیت ہے۔ اُس کے یہاں قدیم لفظیات کا قابل لحاظ ذخیرہ محفوظ ہے۔ میں نے یہ کیا ہے کہ تیسرے ضمیمے میں ایسے جملہ توجہ طلب مفرد اور مرکب لفظوں کو، ٹکڑوں کو حروفِ تہجی کی ترتیب کے ساتھ یک جا کر دیا ہے۔ ہر لفظ کے ساتھ اُس صفحے یا صفحات کا نمبر شمار لازماً لکھا گیا ہے جہاں وہ ملے گا۔ چونکہ لفظوں کے معنی ہر نظم کے حواشی میں لکھ دیے گئے ہیں، اس لیے اس ضمیمے میں معانی نہیں لکھے گئے، اُن کو نشان زدہ مقامات پر بہ آسانی دیکھا جاسکتا ہے۔ جعفر کی زبان پر گفتگو کرنے والوں کے لیے یہ ضمیمہ کارآمد ثابت ہوگا۔ چونکہ ضروری الفاظ کے معنی ہر نظم کے حواشی میں لکھ دیے گئے ہیں، اس لیے فرہنگ کا اضافہ کرنا غیر ضروری ٹھہرا۔

سپاس گزاری

اس کتاب کی تکمیل میں جن احباب اور عزیزوں نے مدد کی، اُن کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے۔ میں کچھ دوسرے ضروری کاموں میں مصروف رہا لیکن میرے مخلص کرم فرما اسلم محمود صاحب پیہم اصرار کرتے رہے اور توجہ دلاتے رہے۔ اب جو یہ کام مکمل ہونے کو آیا ہے تو اس میں اُن کے اصرار پیہم کو بہت دخل ہے۔ میں اس لحاظ سے خوش بخت ہوں کہ دنیا کے مختلف ملکوں کے کتاب خانوں میں محفوظ خطی نسخوں کے عکس احباب کی نوازش سے جلد یا بہ دیر مل ضرور جاتے ہیں جن کو میں خود حاصل نہیں کر سکتا۔ میں نے اب تک جتنے متن مرتب کیے ہیں اُن سب کے سلسلے میں یہی ہوا ہے اور یہ بھی کہ اُن عکسوں کے حصول کے لیے کبھی مجھے ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کرنا

پڑا۔ عزیزوں نے اور مخلص احباب نے مجھے ہمیشہ سارے جھگڑوں، جھمیلوں سے اور ذمے داریوں سے محفوظ رکھا؛ اس بار بھی یہی ہوا۔

ڈاکٹر معین الدین عقیل (شعبہ اردو کراچی یونیورسٹی) نے ازراہ لطف برلن کے ذخیرہ اشپرنگر میں محفوظ خطی نسخے کا عکس فراہم کیا [قدامت کے لحاظ سے یہ نسخہ دوسرے نمبر پر آتا ہے]۔ محبت مکرم جمیل جالبی صاحب نے انڈیا آفس لندن کے ایک اہم نسخے (لندن ۱) کا عکس بھیجا۔ عزیز ذاکٹر اطہر فاروقی اپنے کسی کام سے لندن گئے تھے، میری فرمائش پر وہ انڈیا آفس کے ایک اور نسخے (لندن ۲) کا عکس بنا کر لائے۔ بیدار بخت صاحب نے کناڈا سے ایک خطی نسخے (بیدار) کا عکس بھیجا۔ برادر شاعر اللہ خاں نے رضا لاہیری رام پور کے دو خطی نسخوں (رضا ۱ اور رضا ۲) کے عکس بھیجے۔ ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی [شعبہ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی] کی وساطت سے خدا بخش لاہیری پٹنہ کے نسخے کا عکس ملا۔ کالی داس گپتا رضا (مرحوم) نے نسخہ ادارہ ادبیات حیدرآباد (ادبیات) کا عکس بھیجا تھا۔

میں کوشش کرتے کرتے تھک گیا لیکن کتاب خانہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ (حالیہ کولکتہ) میں محفوظ خطی نسخے کا عکس حاصل نہیں کر پایا تھا۔ اس خطی نسخے کی اہمیت یہ ہے کہ کلام جعفر کے معلوم خطی نسخوں میں سب سے پرانا نسخہ ہے۔ محبت مکرم ڈاکٹر اصغر عباس (شعبہ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) سے میں نے اپنی مشکل بیان کی۔ معلوم نہیں انہوں نے کیا اچھر پڑھ کر پھونکا کہ پندرہویں دن نسخے کا عکس مجھے مل گیا۔ اس کے ساتھ ہی نسخہ آزاد (مخزونہ مولانا آزاد لاہیری علی گڑھ) کا عکس بھی بھیج دیا۔ اصغر عباس صاحب کی عنایت شامل حال نہ ہوتی تو میں تدوین کلام جعفر کے اس کام کو انجام نہ دے پاتا۔ محی ڈاکٹر عبدالستار دلوئی نے نسخہ بمبئی کا عکس فراہم کیا۔ عزیز مکرم ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی نے عربی کے بہت سے الفاظ کے معنی لکھ کر بھیجے [جوہو دختر ذوالفقار بیگ میں آئے ہیں] نیز کئی معرب اشعار کی تصحیح کی۔ میرے کرم فرما مشفق خواجہ صاحب نے مآثر الامراء کی جلدیں کراچی میں بہت تلاش و جستجو کے بعد حاصل کیں، نیز مآثر عالم گیری بھی ڈھونڈ نکالی اور یہ سب کتابیں بھیجیں۔ عزیزہ منصورہ نے لاہور سے شاہ جہاں نامے کی جلدیں فراہم کیں۔ اگر یہ کتابیں مجھے نہ ملتیں تو بہت سے حواشی نہیں لکھے جاسکتے تھے۔ ان سب کرم فرما احباب اور عزیزوں کا شکر گزار ہوں۔

برادر عزیز ڈاکٹر اطہر فاروقی نے اس مشکل اور صبر آزما متن کی کمپوزنگ کا بہ طور خود اہتمام

کیا اور عزیزہ ڈاکٹر ارجمند آرا (شعبہ اردو، دہلی یونیورسٹی) نے تصحیح میں میرا ہاتھ بٹایا۔ ان دونوں عزیزوں کی محبت شامل حال نہ ہوتی، تو اس مرحلے کو طے کرنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔

جناب عبدالوہاب خاں سلیم کا بہ طور خاص ممنون اور شکر گزار ہوں، جن کی کتاب دوستی نے تکمیل اشاعت کے سب سے زیادہ مشکل مرحلے کو آسان بنانے میں مدد کی۔ محنت صادق الوداد ڈاکٹر خلیق انجم میرے غم گسار ہیں، ان کی کارسازی نے بھی اس سلسلے میں بہت کچھ کیا۔ ان دونوں حضرات کے تعاون کے بغیر تکمیل اشاعت کی مشکلوں کو میں تو کسی بھی طرح حل نہیں کر سکتا تھا۔

کلامِ جعفر کو اصولِ تدوین کے مطابق مرتب کیے جانے کی یہ پہلی کوشش ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ شمالی ہند کے اس نہایت درجہ اہم شاعر کے کلام کی اس تدوین کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا اور یہ مجموعہ اہل نظر کی پسندیدگی سے محروم نہیں رہے گا۔

پرانے متون کو جدید اصولِ تدوین کے مطابق مرتب کرنے کا جو پروگرام بنایا گیا تھا اس کے تحت اب تک پانچ کلاسیکی متن (فسانہ عجائب، باغ و بہار، گلزارِ نسیم، سحرالبیان، مثنویات شوق) شائع ہو کر اہل نظر کی پسندیدگی کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ مصطلحاتِ محکم کی چھپنے کے لیے جا چکی ہے۔ کلاسیکی ادب کی فرہنگ کی پہلی جلد بھی مکمل ہو کر کمپوزنگ کے مرحلے میں ہے [اس فرہنگ کی تین جلدیں ہوں گی]۔ لفظیاتِ غالب کا کام بھی شروع کر دیا گیا ہے۔ اس میں کلامِ غالب کے مفرد اور مرکب الفاظ کا مکمل گوشوارہ ہوگا، مع امثال۔ مقصد یہ ہے کہ بہ یک نظر یہ معلوم کیا جاسکے کہ غالب نے مختلف الفاظ کو کن کن نسبتوں کے ساتھ استعمال کیا ہے اور ان سے کلام میں کون کون سی معنوی جہتیں ابھری ہیں۔ اردو کے جملہ مفرد و مرکب الفاظ ہوں گے اور فارسی کلام کے صرف مرتبات۔ خیال ہے کہ سال بھر میں یہ کام مکمل ہو سکے گا۔ ایسے مواقع پر حسن نعیم مرحوم کا یہ شعر بے اختیار یاد آ جاتا ہے:

کون مجھ سے پوچھتا ہے روز اتنے پیار سے کام کتنا ہو چکا ہے، وقت کتنا رہ گیا
وقت کم رہ گیا ہے اور کام بہت ہے؛ مگر جذبہ شوق میں ذرا بھی کمی نہیں ہوئی؛ اسی لیے
اس کا یقین رہتا ہے کہ یہ کام بھی ضرور مکمل ہو سکے گا۔

رشید حسن خاں

یکم ستمبر ۲۰۰۲ء

حصہ ششم

اخباراتِ سیاہہ دربارِ معلّیٰ

تمہید

یہ مجموعہٴ دقائق بجائے خود ایک مستقل رسالے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں بہت سے نام آئے ہیں؛ جن میں سے چند نام عہدِ اورنگِ زیب کی معروف شخصیتوں کے ہیں اور اکثر نام مزاحیہ نشانات کے طور پر آئے ہیں۔ بیش تر اندراجات حکومتِ وقت، یعنی اورنگِ زیب کی حکومت اور امرائے دربار کی کم زوریوں کے اشارہ نما ہیں۔ مزاح اور تمسخر کے پردے میں سماجی اور انتظامی خرابیوں کی طرف اشارے کیے گئے ہیں۔ مختلف اندراجات کے شروع میں جو نام آئے ہیں، ان کی مضحکہ خیز بناوٹ خرابیوں کے نشانات کو ابھارتی ہے اور اُجاگر کرتی ہے۔ نظم و نسق کی بعض خرابیوں کے بیانات تو ایسے ہیں جنہیں اُس زمانے کے سماجی اور حکومتی مسائل کے مطالعے کے ذیل میں قابلِ توجہ نشانات کے طور پر سامنے رکھا جاسکتا ہے۔ محض بہ طورِ مثال یہاں چار اندراجات نقل کرنے پر اکتفا کروں گا:

(۱) ”ستھاور سنگھ راٹھور عرض نمود کہ نوکرانِ پشت اندازِ خاں سلاحِ خودی فروشند، کسے بہ زرخِ کاہ نہ می گیرد۔ فرمودند: سپاہی کا مال جھانٹ کا بال۔“

(۲) ”یک پہر و پنجاہ گھڑی روز برآمدہ غسل خانہ فرمودند۔ عرضداشتِ خانِ جہاں بہادر^(۱) بہ نظرِ اقدس گذشت۔ خلاصہٴ مضمون آنکہ از مقدمِ ایں پیر

۱ خانِ جہاں بہادر ظفر جنگ کوکلتاش۔ اصلی نام: میر ملک حسین، ابن میر ابوالمعالی خوانی۔ خانِ جہاں کی

غلام در بلده لاہور بجز شغال و روباه و بچو و کژدم واقعی، اصلاً و مطلقاً ایرانیان نہ ماندہ، و نربخ غلہ بہ قیمتِ جولہر زواہر برابر شدہ۔ بہ ہمیں دستور باغ و بوستانِ نزہت افزائے اطراف و جوانب را سوختہ، صد صد کروہی آبادی طُرُق و سبیل از چپ و راست صفّاً صفّاً و دُکّا دُکّا نمودہ، و میانہ شہر را نمونہ دشتِ کربلا کردہ، و نشتِ نشتِ قلعہ را پراندہ بہ ہوا رسانید۔ رعایا برایا را از جرعہ ارادتِ خود سرمست و مخمور ساختہ بہ جہنم فرستاد، و جمیع حرکات و سکنات و تحیات و طبیات و زاکیاتِ بلدہ مذکور راہ تحتِ اثری گرفتہ۔ باوجودِ این قدر سعی و تردد بریں پیر غلام لطفِ حضرت معطل است۔ فرمودند: تھلکی داڑھی بھنے (۱) منہ۔

(۳) عصمت پناہ بی بی چرخا چوتی التماس نمود کہ حضرت در تخییر ملکِ دکن چنان مشغول اند کہ از خرابی ملکِ ہند خبر نہ دارند۔ فرمودند: او کھلی میں سر دیا تو دھمکوں سے کیا ڈرنا۔

(۴) ناظر صفّاً صفّاً التماس نمود کہ دیہاتِ مفسداں متصلِ اکبر آباد بسیار اند، ازیں جہت بر شہر ڈاکا می آید۔ فرمودند: ندی کنارے زو کھڑا بیت اٹھ ہوئے پناس۔

وقائع کے متعدد اندراجات میں امر پرستی کے محملقات کا ذکر آیا ہے، ان سے اُس عہد کی دہلی میں امر پرستی کے گہرے اثرات کا بہ خوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے، یہ تہذیبی زندگی کا جو بن گئے تھے۔ ان اندراجات کی روشنی میں بعض موخر بیانات مثلاً درگاہِ کلی خاں کی کتاب مرقعِ دہلی

ماں نے اورنگ زیب کو دودھ پلایا تھا، اس طرح وہ اورنگ زیب کا دودھ شریک بھائی تھا۔ "اتھارویں سال جلوسِ عالم گیری ۱۰۸۶ھ (۷۶-۱۶۷۵ء) میں "خان جہاں بہادر ظفر جنگ کوکل تاش" کا خطاب، اصل و اضافے کے بعد سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کا منصب اور کروڑوں کا انعام دے کر اُس کو ہم عصروں میں مقرر کیا" [ماثر الامراء، جلد اول، ص ۷۹۰] "چوبیسویں سال جلوسِ عالم گیری میں صوبہ پنجاب کے انتظام پر مقرر ہوا" [ماثرِ عالم گیری] تیسرے سال اُسے معزول کر دیا گیا تھا۔ اکتالیسویں سال جلوسِ عالم گیری میں ۱۹ جمادی الاول ۱۱۰۹ھ (۲۳ نومبر ۱۶۹۷ء) کو اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ [مقتضی حالات کے لیے دیکھیے: مآثر الامراء جلد اول، ص ۷۸۶ سے ص ۸۰۰ تک۔ نیز مآثرِ عالم گیری]

(۱) جعفر نے اس کی جو بھوکھی ہے، اُس کی روئی بھی ہے۔ اُس کا آخری شعر یہ ہے:

ہندستان چوں باغ و گلستاں، آمدہ کردی گورستان
کہتی تھے کو بی بی و کنواری، تھلکی داڑھی بھنے منہ

کے بعض بیانات کی وضاحت ہو جاتی ہے اور آبرو کی مثنوی ”درموعظہ آرایش معشوق“ کی معنویت بھی روشن ہو جاتی ہے۔ صرف ایک اندراج:

”بغاہہ خانم عرض نمود کہ دُرداد خاں دعویٰ تہوڑی کند و دم شجاعت می زند، با آنکہ مفعول است: فرمودند:

ہج دانی کونیاں را ذوقِ شمشیر از کجاست

شیر مرداں را بجائے شیرِ مادر خورده اند“

کلامِ جعفر کے بہت سے دوسرے اجزا کی طرح اس رسالے کے مختلف نسخوں کے متن میں بھی باہم اختلافات ملتے ہیں اور بہت۔ اُن میں سے کچھ اختلافات واضح طور پر نقل کرنے والوں کی کارگزاری سے تعلق رکھتے ہیں۔ ناقلین کی ایسی کارگزاریوں میں اُن کی کم سوادی کا بھی اچھا دخل رہا ہے۔

اس رسالے کے متن میں اضافے بھی ملتے ہیں اور تبدیلیاں بھی؛ اس کا اندازہ ہوتا ہے مختلف نسخوں کے تقابلی مطالعے سے۔ مثلاً موخر نسخوں میں ہر اندراج کے شروع میں یہ لفظ ضرور ملتے ہیں: اورکِ ظنِ شیطانی بارِ عام فرمودند، یا دیوان فرمودند (وغیرہ)۔ ”اورکِ ظنِ شیطانی“ کسی قدیم خطی نسخے میں نہیں؛ یہ بعد والوں کا اضافہ ہے۔ لندن-۱ میں بہت سے غیر معتبر اجزا موجود ہیں؛ مگر یہ الفاظ اُس میں بھی نہیں۔ یہ بات ہمیں معلوم ہے کہ جعفر نے اورنگِ زیب کے بیٹوں کے متعلق عموماً بُری رائے ظاہر کی ہے، لیکن اورنگِ زیب کا احترام اُس نے ہر جگہ ملحوظ رکھا ہے۔ ”مرثیہ اورنگِ زیب عالم گیر“ سے اُس کے جذبات کا بہ خوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ”اورکِ ظنِ شیطانی“ جیسے نکلے جعفر کی اپنی عبارت کا حصہ نہیں (اور ہو بھی نہیں سکتے)۔ نظم و نسق کی خرابیوں پر بہ اندازِ تمسخر اظہارِ رائے ایک بات ہے اور ”ظنِ شیطانی“ کہنا بالکل مختلف بات ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ وقائع کے بعض اندراجات میں قدیم نسخوں [آزاد، کلکتہ، برلن] میں ”ظنِ سبحانی“ کے الفاظ آئے ہیں، مثلاً اندراج ۲۸ کی یہ عبارت: ”پانزدہم شہر صفر ختم اللہ بالخیر والظفر سنہ ۱۵، ظنِ سبحانی ہر دو دیوان موقوف فرمودند“۔ یا اندراج ۵۰ کی یہ عبارت: ”ظنِ سبحانی ہر دو دیوان موقوف فرمودند“۔ ”ظنِ سبحانی“ کو ناقلین نے ”ظنِ شیطانی“ بنا دیا اور پھر اس

تحریف شدہ ٹکڑے کو ہر اندراج کے آغاز میں شامل کر دیا۔ یا جیسے علوی اور بعض دوسرے نسخوں میں اس رسالے کا عنوان ہے: ”دربارِ شرارت۔“ یہ بھی ایسا ہی اضافہ ہے۔ یہ الفاظ کسی قدیم نسخے میں موجود نہیں۔

اسی سلسلے میں خاص طور پر لندن کے حوالہ دینا چاہتا ہوں۔ اس نسخے میں متعدد واقعات ایسے ہیں جو کسی اور نسخے میں شامل نہیں۔ ان میں سے بیش تر اندراجات کی عبارت ایسی ہے کہ صاف طور پر کسی دوسرے شخص کی گڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً آغازِ واقع کے اس اندراج کو دیکھیے:

”غزوة روزِ شنبہ ہر دو دیوان موقوف۔ حکم شد: آلت در دست گرفتہ،
عریاں شدہ، در کل دویدند (کذا)۔“

عبارت کی سخافت یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ یہ کسی دوسرے شخص کا اضافہ ہے، جس کا واحد مقصد تضحیک ہے۔ ایسے کئی اندراجات ہیں۔
شیرانی صاحب نے لکھا ہے:

”اس رسالے کے متعلق ایک حیرت خیز واقعہ یہ ہے کہ اس میں عالم کبیر ثانی متوفی ۱۱۷۳ھ اور شاہ عالم ثانی متوفی ۱۲۲۱ھ کے زمانوں کے بعض واقعات درج ہیں، مثلاً احمد شاہ درانی، سورج مل جاٹ اور مرہٹوں کا دہلی میں استیلا وغیرہ..... اس صورت میں یہی خیال کیا جاسکتا ہے کہ میر کے کسی فرزند معنوی نے میر کی وفات کے بعد بھی اخبارِ دربارِ معلیٰ کو جاری رکھا۔“
(پنجاب میں اردو، ص ۱۹۹)۔

اس قول کی اصلیت یہ ہے کہ شیرانی صاحب نے یا تو نسخہ لندن کو دیکھا تھا یا اس کی کسی نقل کو۔ اس نسخے میں واقعات ایسے اندراجات موجود ہیں۔ مثلاً ص ۱۱۲ پر ایک اندراج کے یہ جملے: ”بہ سمتِ صوبہ اودھ رفت نواب عماد الملک بہادر..... در خیال کشمن سورج مل جاٹ معروف گشتہ است۔“ نسخہ لندن بہت سے غیر معتبر اندراجات کا مجموعہ ہے۔ کلام جعفر کے جو قدیم نسخے ہیں، مثلاً نسخہ کلکتہ (۱۲۰۶ھ)، نسخہ برکن (۱۲۱۰ھ)، نسخہ آزاد (۱۲۱۱ھ)، یا کچھ موخر نسخے جیسے علوی، ان نسخوں میں ایسا کوئی اندراج نہیں جس کے لیے یہ کہا جاسکے کہ وہ عہد اورنگ زیب کا نہیں۔

تھیرائی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے: ”محمد معظم کے دور میں میر نے ایک رسالہ اخبارِ دربارِ معنی کے نام سے لکھا ہے“ [ایضاً ص ۱۹۸]۔

تھیرائی صاحب کا یہ قول [جو بجائے خود درست نہیں] دراصل لندن-۱ ہی کی عبارت پر مبنی ہے، اُس میں اس رسالے کے عنوان کے طور پر یہ عبارت ہے:

”وقائع دربارِ معنی حضرت ظلِ سبحانی، خلیفۃ الزمانی، حماقت پناہ، غفلت

دست گاہ، بادشاہ بے ہوش محمد معظم شاہ بہادر۔“

یہ عبارت کسی اور نسخے میں موجود نہیں۔ اس نسخے کی اسی تحریر نے تھیرائی صاحب اور جالبی صاحب کو مبتلائے غلط فہمی کیا ہے۔ جالبی صاحب نے لکھا ہے:

”ان میں سے چند واقعات ایسے ہیں جن سے دورِ عالم گیری پر روشنی

پڑتی ہے اور زیادہ تر ایسے ہیں جن سے محمد معظم بہادر شاہ اول کے زمانے کے

حالات و انتشار کا پتا چلتا ہے۔ ”وقائع دربارِ معنی“ کی ابتدائی سطور ہی میں

جعفر نے واضح کر دیا ہے کہ یہ بہادر شاہ اول کے دورِ حکومت میں لکھے

گئے۔“

(تاریخ ادبِ اردو، جلد دوم، حصہ اول، ص ۱۱۰)

جالبی صاحب نے حوالہ نہیں دیا، لیکن اُن کا یہ قول قطعی طور پر لندن-۱ کی اُس عبارت پر مبنی ہے جس کو اوپر نقل کیا گیا ہے۔ جالبی صاحب نے یہ فرض کر لیا کہ یہ عبارت خود جعفر کی لکھی ہوئی ہے اور یہ قطعی طور پر درست نہیں۔ یہ عبارت اُس ناقل کی ہے جس نے اس نسخے کی یا اس نسخے کے منقول عنہ کی کتابت کی ہے۔ یہ کسی اور نسخے میں نہیں ملتی۔ دوسرے قدیم نسخوں میں اس رسالے کے جس قدر اندراجات ہیں، وہ سب دربارِ اورنگ زیب سے متعلق ہیں۔ لندن-۱ میں ایسے متحدہ اندراجات ہیں جو الحاقی ہیں؛ میں نے پیش نظر متن میں ایسے کسی اندراج کو شامل نہیں کیا۔

کلکتہ، برلن، آزاد یہ تینوں قدیم خطی نسخے ”اخباراتِ سیاہہ دربارِ معنی“ کے اندراجات

کی تعداد کے لحاظ سے باہم مطابقت رکھتے ہیں۔ اگر نقل کرنے والوں کے پیدا کیے ہوئے معمولی

اختلافات کتابت سے قطع نظر کر لی جائے تو پھر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ بہ لحاظِ متن بھی یہ تینوں

نسخے باہم مطابقت رکھتے ہیں۔ ان میں کل تہتر اندراجات ہیں۔ میں نے ان سب واقعات کو کسی

طرح کی کمی بیشی کیے بغیر اس کتاب میں شامل کر لیا ہے۔ متن میں بھی اور ترتیب میں بھی محولہ بالا قدیم نسخوں کی مطابقت کو ملحوظ رکھا ہے۔

بیدار، علوی، ادبیات اور سمجھی میں وقائع کے اندراجات عموماً باہم مطابقت رکھتے ہیں۔ میں نے حواشی میں صرف بیدار کے اختلافات متن کو درج کیا ہے، مگر مجموعی طور پر یہ اختلافات ان چاروں نسخوں کے اختلافات پر حاوی ہیں۔ بیدار میں سولہ ایسے اندراجات ہیں جو کلکتہ، آزاد اور برلن میں موجود نہیں۔ میں نے ان سولہ وقائع کو اپنے مرتب کیے ہوئے اس متن میں شامل نہیں کیا۔ ہاں، نعیم میں جو سب سے موخر مطبوعہ نسخہ ہے، وقائع کے کل چھیاسٹھ اندراجات ہیں۔

بیدار کی جو عبارتیں حواشی میں نقل کی گئی ہیں، ان میں اور کلکتہ وغیرہ کی عبارتوں میں جو اختلافات ہیں، خاص کر ابتدائی الفاظ میں اور ناموں میں، ان کو دیکھ کر اس کا بہ خوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ نقل کرنے والوں کے قلم نے اپنی کارگزاری دکھانے میں بہت کم تکلف کیا ہے۔ اسی سلسلے میں یہ صراحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ کلکتہ، آزاد، برلن، ان تینوں قدیم نسخوں میں مجموعہ کلام میں نثری حصہ پہلے ہے، نظم کا حصہ اُس کے بعد ہے۔ نیز یہ کہ نثری حصے کا آغاز اسی رسالے ”اخباراتِ سیاہہ و بارِ معلیٰ“ سے ہوتا ہے۔ دوسرے نسخوں کا احوال یہ ہے کہ اکثر نسخوں میں نثر کا حصہ پہلے ہے۔ ہاں ایک دو نسخوں میں نظم کا حصہ پہلے ملتا ہے۔ میں نے نثری حصے کی ترتیب میں محولہ بالا نسخوں کی ترتیب کی مطابقت اختیار کی ہے [مرتب]۔

اخبارات (۱) سیاہ (۲) دربارِ معلیٰ

یک چومہ (۳) و نیم سکی روز برآمدہ غسل خانہ (۴) فرمودند۔ بہ عرض رسید کہ ذوالفقار خاں (۵) اگرچہ با بادشاہ زادہ والا گہر محمد کام بخش عناد دارد، و لیکن بر نام حضرت از جان و مال فداست۔ فرمودند: گانڈ سے دوستی، (۶) دُم سے بیر۔

(۲) جفتہ بانو (۷) التماس نمود کہ بادشاہ زادہ محمد کام بخش یک نیمہ (۸) استین از توشہ

- ۱ بیدار: دربارِ شرارت (کلکتہ، برلن، آزاد: اخبارات سیاہ دربارِ معلیٰ)۔
- ۲ سیاہ: احکام شاہی کا روزنامہ [اردو لغت]۔
- ۳ بیدار: یوم البانس ۵ ماہ پنج کھائی ہفت لاشی روز برآمدہ اورک ظنِ شیطانی غسل کردہ دربارِ عام فرمودند [علوی: اورک ظنِ شیطانی بارِ عام فرمودند]۔
- ۴ غسل خانہ: ”مغلیہ عہد میں بادشاہ کا وہ خصوصی کمرہ جہاں خاص معتمد ہی صلاح و مشورے کے لیے بلائے جاتے تھے“ [اردو لغت]۔ داروغہ غسل خانہ مغل سلطنت میں ایک اہم عہدہ تھا جس پر کسی معتمد علیہ امیر کا تقرر کیا جاتا تھا۔ بیدار کا ناقل اس اصطلاحی لفظ کے مفہوم سے واقف نہیں تھا، یوں اُس نے ”غسل کردہ بارِ عام فرمودند“ لکھا ہے۔ [غسل خانہ فرمودند: بادشاہ اپنے خاص کمرے میں تشریف فرما ہوئے]۔
- ۵ ذوالفقار خاں: محمد اسماعیل نام۔ اسد خاں آصف اللہ ولہ کا بیٹا تھا۔ ولادت: ۱۰۶۷ھ (۱۶۵۷ء)۔ تیسویں سال جلوسِ عالم گیری میں غسل خانے کا داروغہ مقرر ہوا۔ انتالیسویں سال جلوس میں اسے پنج ہزاری ذات اور چار ہزار کا منصب اور ”نصرت جنگ“ خطاب ملا۔ چھیالیسویں سال جلوس میں میر بخشی مقرر ہوا۔ بہادر شاہ اول [محمد معظم] نے سات ہزار ذات اور سات ہزار سوار کا منصب اور ”صمصام اللہ ولہ امیر الامرا بہادر نصرت جنگ“ کا خطاب مرحمت کیا۔ ۱۱۲۵ھ میں مغل بادشاہ فرخ سیر کے حکم سے اُس کے گلے میں چمڑے کا تسمہ ڈال کر (گلا گھوٹ کر) مار ڈالا گیا اور اُس کی لاش کو اُلٹا کر کے ہاتھی کی دُم میں باندھ کر تشہیر کی گئی [ماثر الامرا جلد دوم]۔ (ذوالفقار خاں کے باپ اسد خاں اور جعفر زئی کو بھی فرخ سیر کے حکم سے گلے میں تسمہ ڈال کر مروا دیا گیا تھا۔ سہاچند اسی ذوالفقار خاں کا دیوان خاص تھا جس کی دو جویں کلامِ جعفر میں موجود ہیں)۔
- ۶ بیدار: پونچھ۔
- ۷ بیدار: یوم الغلہ بارہ ماہ یک مڑو پنج موٹھ روز برآمدہ اورک ظنِ شیطانی دیوان خاص فرمودند۔ ناظر چوڑ پھاڑ عرض نمود کہ۔
- ۸ نیمہ: مرزئی سے کسی قدر بڑا آدمی استینوں اور چھوٹے یا آدھے دامنوں کا صدری نما شلوکا۔ ”دہلی میں دربار

خانہ (۱) حضرت طلب داشتہ، چہ حکم است۔ (۲) فرمودند: گھر میں نہیں تاگا، البیلا مانگے باگا۔ (۳)
 (۳) نیم نخرہ (۴)، چہار پلک روز برآمدہ عدالت فرمودند۔ کیرپسند خاں عرض نمود کہ اموال
 خانِ جہاں بہادر (۵) ضبط شد؛ لیکن ہرآنچہ گمان بود، نہ برآمدہ۔ فرمودند: آگ لگتی جھوپڑی جو
 نکلے سولا بھ۔

نفس (۶) پرور خاں عرض نمود کہ اس قدر امرایاں دولتِ حضرت می خوردند و کار موافق مزاج
 حضرت (۷) نمی کنند۔ فرمودند: گدھوں کھایا کھیت، نہ پاپ (۸) نہ پن۔
 (۴) بہ عرض (۹) رسید کہ وزیر خاں فوجدارِ سرہند از خوشنودی متصدیان حضور معزول نمی
 شود۔ فرمودند: داتا کی تاو پہاڑ چڑھے (۱۰)۔

(۵) یک گز (۱۱) و چہار گرہ روز برآمدہ دیوانِ خاص و عام فرمودند۔ حافظ کام مراد عرض

مغلیہ کا آخری لباس یہ تھا..... سر پر پگڑی، بدن میں نیمہ، جامہ..... اس لباس میں ”نیمہ“ سے مراد کہیں تک
 کی آدھی آستین کا شلوکا تھا۔ سینے پر سامنے اُس میں گھنڈیاں لگائی جاتیں۔ اُس کو نیچے پہن کے، اُس کے اوپر
 جامہ پہنا جاتا“ (شرر: گذشتہ لکھنؤ، مکتبہ جامعہ اڈیشن، ص ۲۹۹)

۱ توشہ خانہ: وہ مکان جہاں سلاطین و امرا کے لباس، پوشاک، زیورات (وغیرہ) جمع رہتے تھے۔

۲ بیدار: امیدوار حکم است۔

۳ باگا: دولہا کی پوشاک، ہر قسم کا خلعتِ نوشاہ۔

۴ بیدار: یومِ الجھڑ یک پولہ و دوسر کی روز برآمدہ اورک ظلِ شیطانی دیوانِ عام فرمودند۔ کیرپسند خاں ولد خایہ
 موافق خاں التماس نمود کہ۔

۵ خانِ جہاں بہادر ظفر جنگ کو کلتاش۔ اس کے حالات کے لیے دیکھیے: آثار الامرا جلد اول، ص ۷۸۶ سے ص
 ۸۰۰ تک۔ ”چونکہ سرداری اور بلند مرتبگی سے خودرانی اور خود آرائی پیدا ہوتی ہے..... کچھ خطاؤں کا ثبوت پہنچا،
 لہذا حضور میں اس کی طلبی ہوئی۔ خدمت و منصب سے معزول ہوا۔ خطاب اور منقولہ و غیر منقولہ مال و اسباب
 ضبط ہو گیا.....“ (ایضاً ص ۷۹۰)

۶ بیدار: یومِ الکبرائی ۱۶ ماہفت سکہ و ہشت شکہ روز برآمدہ اوراک ظلِ شیطانی دیوانِ خاص فرمودند۔

۷ بیدار: مبارک

۸ بیدار: پاپ نہ پن۔

۹ بیدار: یومِ السنکر یزہ ۱۸ ماہ یک ٹھکری و پنج کنکری روز برآمدہ۔ اورک ظلِ شیطانی عدالت فرمودند۔

۱۰ بیدار: چڑھی ہے۔

۱۱ بیدار: یومِ الملیک ۷ ماہ یک جریب و شش کزلی روز برآمدہ اورک ظلِ شیطانی قسطنطنیہ خانہ فرمودند۔ حافظ کام مراد چہلہ عرض نمود۔

نمود: اگر حکم شود، من ہم (۱) برابر پہلوے حضرت نشتہ باشم۔ فرمودند:

گوزے زدی کہ کلتہ کیرم کبود شد گوزے دگر بزن کہ شود خایہ ہم سیاہ
(۶) بہ عرض (۲) رسید کہ اعظم شاہ از عجمت سفارشِ شخصے بختہ بود، منظور نہ شد و بوزینہ
بیک چیلہ برائے ہر کہ می گوید، منظوری شود۔ فرمودند: دور کا سگا، حضور کا عکتا برابر ہے۔

(۷) یک دھول (۳) و چہار چھلکۂ روز برآمدہ دیوانِ خاص فرمودند۔ بہ عرض رسید کہ
محمد یار خاں صوبہ دار بر فروغے نظر نمی کند، مرد دیانت دار است۔ فرمودند: مارا منہ طباق کا آگے
دھرانہ کھائے۔

(۸) عصمت (۴) پناہ بی بی چرخا چوتی التماس نمود کہ حضرت در تسخیر ملکِ دکن چناں
مشغول اند کہ از خرابی ملکِ ہند خبر (۵) ندارند۔ فرمودند: او کھلی میں سر دیا تو دھمکوں سے کیا
ڈرنا (۶)۔

(۹) یک بوند (۷) و چہار چھینٹ روز برآمدہ غسل خانہ فرمودند۔ بہ عرض رسید کہ نعمت
خاں بکاول در غسل خانہ می آید (۸) وہی خواہد کہ خوشدامن خود را نیز ہمراہ بیارد۔ فرمودند: چو ہابیل
میں سادے نہیں اور کانوں باندھے چھاج۔

(۱۰) بہ عرض (۹) رسید کہ لالہ مرلی دھر (۱۰) باکمال دیانت خدمتِ دیوانی سرکار نواب
امیر الامرا سربراہ می کند، (۱۱) حالاً متصدیان حضور بر ذمہ او مطالبہ بر آوردہ اند۔ (۱۲) فرمودند (۱۳):

- ۱ بیدار میں "ہم" موجود نہیں۔
- ۲ بیدار: یوم الجوزنت ۲۰ ماہفت گہنہ و ہشت ثلثہ روز برآمدہ اورک ظل شیطانی عدالت فرمودند۔
- ۳ بیدار: یوم الاناری ۱۹ ماہ پنج کھیریل ہفت چھتر روز برآمدہ اورک ظل شیطانی۔
- ۴ بیدار: یوم الجوت ۱۱ ماہ یک ثاودو پتتا روز برآمدہ اورک ظل شیطانی دیوان عام فرمودند۔ بی بی کس خواہ عرض نمود کہ حضرت۔
- ۵ بیدار: پنج خبر۔
- ۶ بیدار: کیا ڈر۔
- ۷ بیدار: یوم النخرہ یک چومہ و شش سکی روز برآمدہ اورک ظل شیطانی عدالت فرمودند۔
- ۸ بیدار: آمدہ می خواہد کہ خویش خود را ہمراہ آورد و کوش بزند۔ فرمودند: اول خویش بعدہ درویش۔
- ۹ بیدار: یوم الکبت یک کھانسی و پنج ہانسی روز برآمدہ اورک ظل شیطانی بار عام فرمودند۔
- ۱۰ بیدار: لالہ چھندر ناتھ۔
- ۱۱ بیدار: سربراہ می کرد۔
- ۱۲ بیدار: بر آوردند۔
- ۱۳ بیدار: فرمودند مثلہ نگی نہائے سو کیا نچوزے۔

تیلی ہو کر سوکھانہ کھائے۔

(۱۱) آلت (۱) پرست خاں عرض نمود کہ پلنگ پوش خاں را حضرت (۲) بہ مرتبہ اعلیٰ رسانیدند، آخر (۳) بہ کار نیاید۔ فرمودند:

پرستار زادہ نیاید بہ کار اگرچہ بود زادہ شہریار
(۱۲) یک او جھڑ (۳) و چہار جھڑپ روز برآمدہ عدالت فرمودند۔ التماس سنبھا (۵) بہ نظر اشرف گذشت (۶)۔

شنوائے شاہ عالم گیرانی عبدک (۷) دھنگ رکھو تم مہر ہمنہا پر کہ تم ہو جھڑپت بے شک
ہمن ہیں فیمل منگوسی (۸)، نہ لو ہمنہا سستی (۹) نکر
فرمودند: در جواب این ابیات این نظم باید نوشت:

آلا یا ایہا الپوں پوں! اٹلم، دھوکوم، ہالک فانی شہنشاہ، ملک را مالک
فخاؤوا واخذوا منی کہ ہم ہیں دھنگ دلدھوک (۱۱)
گے لکو، گے جھکو، گے مجذوب، گے سالک۔
(۱۳) بہ عرض (۱۲) رسید کہ میر (۱۳) جعفر زئی مدح فتح علی خاں (۱۴) از بک گفت۔

- ۱ بیدار: یوم الخسبہ ۷ ماہ سہ شہم و چہار جہانت روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی بار عام فرمودند۔
- ۲ بیدار: پلنگ پوش خاں از مرتبہ سفلی بہ درجہ اعلیٰ رسید۔
- ۳ برن: آخر الامر بہ کار نیاید بیت فردوسی طوسی گفتہ کہ در حق بادشاہ گفتہ بود پرستار زادہ.....
- ۴ بیدار: یوم الکر ۱۴ ماہ یک بیگہ و پنج ٹھیکہ روز ادرک ظل شیطانی دیوان خاص فرمودند۔ التماس سہانند مقہور بہ نظر اشرف بدیں عبارت گذشت۔
- ۵ سمہاجی، شیواجی کا بیٹا۔
- ۶ کلکتہ آزاد، برن میں ”گذشت“ پر عبارت ختم ہو جاتی ہے۔ باقی عبارت علوی اور بیدار سے نقل کی گئی ہے۔
- ۷ دھنگ دھوکڑ: بہت موٹا آدمی، خودسر۔
- ۸ بے شک میں تیرا خاص بندہ (وفادار ملازم) ہوں۔
- ۹ فیمل منگوسی: کنایتاً: ہٹا کٹا، فریب۔
- ۱۰ سستی: سے، ساتھ۔ ہمنہا سستی: ہمارے ساتھ۔
- ۱۱ اٹال: جلد باز، بے صبر، اٹاولا۔
- ۱۲ بیدار: یوم الہانڈی ۱۵ ماہ یک چینی پنج ڈھکنی روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی غسل خانہ فرمودند۔
- ۱۳ کلکتہ: مرزا جعفر (برن، آزاد، میر جعفر)۔
- ۱۴ بیدار: مدح عبداللہ خاں از بک۔

خان مذکور فی الفور کون خود را بہ صلہ داد۔ (۱) فرمودند: ترت دان مہمان۔

(۱۳) نفیریا (۲) بیگ ولد گنج شہیداں عرض نمود کہ امجد خاں از تپ خلاص شدہ، ہنوز

نقاہت وضعف در بدن دارد، لما زن او برائے جماع وصحبت مجوزی گردد۔ فرمودند: کتا مرے گانڈ کی پیڑ اور میاں مانگے شکار۔

(۱۵) ناظر (۳) صفا صفا التماس نمود کہ دیہات مفسداں متصل اکبر آباد بسیار اند، ازیں

جہت بر شہر ڈاکامی آید۔ فرمودند: ندی کنارے روکھڑا (۴) نت اٹھ (۵) ہوئے بناس (۶)۔

بہ عرض (۷) رسید کہ عباد اللہ خاں قلعدار اکبر آباد طلب یومیہ داران و وظیفہ خواراں بعد

ہرج مرج بسیار می دہد۔ فرمودند: ڈوم، پیادہ، (۸) پوستی، (۹) تینوں (۱۰) بے ایمان۔

(۱۶) بہ عرض (۱۱) رسید کہ در عہد حضرت اعلیٰ (۱۲) کس کم یاب بود و آلت ہا بسیار، و در

عہد حضرت آلت ہا کم و کس ہا بسیار۔ فرمودند: قَلَّتِ اللَّوْزَاتِ وَ كَثُرَتِ الْجُوتِ مِنْ آثَارِ

القیامت (۱۳)۔

۱ بیدار: بہ میر مرقوم داد۔

۲ بیدار: یوم البصر ۳ ماہ یک تولد و پنج ماشہ روز برآمدہ ادراک ظل شیطانی غسل کردہ بار عام فرمودند۔ بہ عرض رسید کہ مرزا

اکڑو بیچ را ہنوز نقاہت وضعف بدن باقی است و زن او بہ جماع وصحبت متصدیعی می گردد۔ فرمودند مثلہ کتا.....

۳ بیدار: یوم الزراعة ۱۶ ماہ ہفت گندم و ہشت جو روز برآمدہ ادراک ظل شیطانی عدالت فرمودند۔ بھیآ مدن سنگھ

التماس نمود کہ۔

۴ چھوٹا درخت۔

۵ بیدار: جب تک۔

۶ بناس: تباہ، برباد۔

۷ بیدار: یوم الکوس ۱ ماہ یک جریب و پنج بسوہ روز برآمدہ ادراک ظل شیطانی دیوان عام فرمودند۔

۸ پیادہ: سرکاری ہرکارہ، چپراسی، کوتوال یا حاکم کا نوکر۔

۹ پوستی: فیمنی۔

۱۰ بیدار: یہ تینوں۔ لغت میں یہ مثل اس طرح ہے: ”ڈوم، بنیا، پوستی، تینوں بے ایمان“ [اردو لغت۔ جامع

الامثال]۔

۱۱ بیدار: یوم البکر ۲۲ ماہ یک منہ و پنج پتنہ روز برآمدہ ادراک ظل شیطانی دیوان خاص فرمودند۔ بہ عرض رسید۔

۱۲ مراد ہے شاہ جہاں بادشاہ۔

۱۳ بیدار: آثار قیامت است۔

بہ عرض (۱) رسید کہ در لشکر بادشاہی و با بسیار است۔ فرمودند کہ این دعا را بعد از اِظلام اگر ہفت بار خواندہ بر آکت خود ہادم کنند، بیج اثر و بانخواستہ ماند۔ دعا (۲) این است:

يَا أَيُّهَا الْجُوثُ أَنَا دَهْمُكَ الدِّهْنُ وَالْمُسْتَهْدَا
 فِي غَجِّكَ الْفَجِيكَ دَائِمَ الْقَرَارِ هَذَا دُنْدَا وَ لِنْدَا
 تَحْتِكَ الْغَارُ كَالْيَمِّ الْجَحِيمِ مَحْرَقِ وَ غَرِيقِ
 لَكَ زَوَارَةُ الْخَصِيصِينَ وَ هِيَ أَسْوَدُ اللَّوْنِ كَالهَذَا
 لَوْ كَانَ غَجِّكَ الْغَاجِ فِيهَا خُذِي لِنْدَا
 يَا لِنْدَا يَا لِنْدَا كُلُّ لَوْزَاهَا كَا اللَّندَا

إِلَيْكَ شَوْقِي غَالِبٌ وَالِي الْبَتَّاحِ الْبَهْدِي وَالْكَبِيرِ
 فَانظُرْ إِلَيَّ وَجْهَ الدُّفُو يُشْبِهُ كَالْمَنَارِ وَالْجَهْدَا
 (۱۷) کچکچاہٹ (۳) خاں عرض نمود کہ از مدت مدید قدم مبارک حضرت در ملک دکن
 روز بہ روز بیش تراست، مبادا کہ سلطان محمد اکبر یا کسے دیگر از آں طرف بر ملک موروثی بتازد و
 با خیال فاسد پردازد۔ فرمودند: راجا چھوڑی تاگری، جس (۴) بھائے، تس لے۔

بہ عرض (۵) رسید کہ خدمت خاں نمک حضرت می خورد و خیر خواہ غنیم است۔ فرمودند:
 کھاویں پیویں محمود کے اور انڈے دیویں مسعود کے۔

(۱۸) لالہ کجلنڈ (۶) عرض نمود کہ حضرت سلامت! روزن چند وکیل غزفہ خانم ہمسایہ بندہ می
 باشد، مادام کونش می زدم؛ حالا حکم صادر شد کہ بھیا کیر چند کون اورا می زدہ باشد، لہذا التماس می

- ۱ بیدار: یوم الموت تین ماہ یک سانس و چہار ہنگی روز برآمدہ اورک غل شیطانی بارعام فرمودند۔
- ۲ علوی: دعائے گاڈویہ: ان اشعار کی صورت مختلف نسخوں میں بگڑ کر کچھ سے کچھ ہو گئی ہے۔ میری درخواست پر ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی (شعبہ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) نے ان کی تصحیح کی ہے، ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔
- ۳ بیدار: یوم النحر ۷ ماہفت چومہ و ہشت سکی روز برآمدہ اورک غل شیطانی عدالت فرمودند: کچکچاہٹ خاں بانکا۔
- ۴ بیدار: جو چاہے سولے۔
- ۵ بیدار: یوم الآدموں آدھ ۵ ماہ یک تولہ چہار ماشہ روز برآمدہ اورک غل شیطانی دیوان عام فرمودند۔ ٹپ چپ رائے ہرکارہ عرض نمود کہ شیخ روٹی توڑ ولد مفت خور ابن نمک حرام نمک حضرت می خورد و خیر خواہ غنیم لیتم است۔
- ۶ بیدار: یوم الشکار ۸ ماہ یک باشہ دود بہری روز برآمدہ اورک غل شیطانی عدالت فرمودند۔

دارد کہ حق بندہ را تلف می کند، در کدام ملت رواست، با آنکہ حق شفیع من است۔ فرمودند: پانسا پڑے سو داو، راجا کرے سو نیاو۔

(۱۹) مرلنڈ (۱) خاں بہادر عرض نمود کہ جہاں پناہ سلامت! در ملک دکن این قدر تر دو تلاش تا بجے۔ فرمودند: یا تو بھینسا بھینسوں میں یا قصائی کے کھونٹے۔

(۲۰) روزیۃ النسا بیگم (۲) عرض نمود کہ حضرت بدولت تماشاے دکن بسیار دیدند، حالا بہ ہندوستان مراجعت فرمائند۔ فرمودند: ان نینوں کا یہی بسیکھ، کچھ (۳) دیکھا، کچھ اور بھی دیکھ۔

(۲۱) تر پھلا (۴) بیگ عرض نمود کہ بادشاہ زادہ محمد کام بخش از دست (۵) ذوالفقار خاں خیلے نقت کشید۔ فرمودند: ڈوبا بنس کبیر کا جو اچھے (۶) پوت کمال۔

(۲۲) دھوم (۷) النسا بیگم عرض نمود کہ بہ قاضی نذیر زن او خط نوشتہ بود بدیں مضمون:

یا ایہا اللہ ہنکیر (۸) توئی دھینگ (۹) والد ہگر (۱۰)

انی بسیف ہجرک مذبوح کالبقر (۱۱)

ہیہات ہیہات! وقتے کہ حسن و جمال داشتہ، لمحہ از من جدا نمی شدی۔ حالا کہ چمرکھ (۱۲) و لپسی (۱۳) و زبوں شدہ ام دور تر رفتی۔ فرمودند: آتا (۱۴) نیزا، بوچا سڈکا۔

- ۱ بیدار: یوم الکابلی ۹ ماہ یک تپ و پنج لڑہ روز برآمدہ ادرک قل شیطانی ہر دو دیوان فرمودند۔ ترلینڈ خاں بہادر عرض نمود۔
- ۲ یوم السن ۱۰ ماہ سہ رسی و چہار ڈوری روز برآمدہ ادرک قل شیطانی دیوان خاص فرمودند۔ وکیل زینت النسا بیگم عرض کرد کہ حضرت خود بدولت تماشاے ملک دکن۔
- ۳ بیدار: یہ بھی دیکھا وہ بھی دیکھ۔
- ۴ بیدار: یوم الدست چار ماہ یک آملارو جمال گونا روز برآمدہ ادرک قل شیطانی غسل خانہ فرمودند۔
- ۵ بیدار: ذوالفقار خاں چیلہ۔
- ۶ بیدار: جو جائے۔
- ۷ بیدار: یوم الناخداے ۱۱ ماہ یک بانس و دو بلہی روز برآمدہ ادرک قل شیطانی دیوان عام فرمودند۔ بھیا کون پرشاد عرض نمود کہ قاضی نذیر رازنا او۔
- ۸ دھنگرا: کیم شحیم، طاقتور۔
- ۹ دھینگ: موٹا تازہ ۱۰ دھگر: فاحشہ عورت کا یار، آشنا
- ۱۱ بقر: گائے، کالبقر: گائے کی طرح۔
- ۱۲ چمرکھ، چرخ: بدن کی کھال جس پر سوکھ کے ٹھڑیاں پڑ گئیں ہوں۔ بوڑھی دہلی پتلی عورت جس کے بدن کی جلد پر دبلاپے اور بڑھاپے سے ٹھڑیاں پڑ گئی ہوں، کھال سوکھ گئی ہو۔
- ۱۳ بوڑھا پھونس، جس کا گوشت بڑھاپے کے سبب لٹک گیا ہو۔
- ۱۴ یہ مثل ہے: مفلسی اور زوال کے عالم میں دوست آشنا کھسک جاتے ہیں۔

(۲۳) بہ عرض رسید کہ قاضی نذیر در جواب زین خود ایس ایہات نوشتہ:

لوڑا بہ شوق تو ہمہ شب چاق (۱) و بے انگ
چوں چوب ز اغنول (۲) پھانج (۳) و دھن ٹنگ (۴)
چشم در انتظار غیاپت و چڑچوں
شوقی ایل الپناخ حمر غجعی (۵) الفجک
وہ ٹنگ (۶) الوسیع سزاوار انج کھنچ
حالا نصیب غیر شدہ، لیس (۷) فیہ شک
فرمودند: گوشت خرو دندان سگ۔

(۲۴) بہ عرض (۸) رسید کہ مادر فتح اللہ خاں از بک فوت شد لیکن ہر آنچہ گمان بود،
بر نیامد۔ فرمودند: تلفت (۹) المال خلف العمر۔

(۲۵) یوم انج (۱۰) شیخ پائے رخ تھوہ عرض نمود کہ کھٹ پچڑ خاتون اگرچہ باشوہر موافقت
نہ داشت، لیکن بعد مردنش مستعد بہ سفر خانہ خداست۔ فرمودند: تریاچہ تر جانے نہیں کوئے، خصم
مار کے ستی ہوئے۔

(۲۶) بی بی حرمت (۱۱) خانم عرض نمود کہ پیر شیر خوارہ دارم، شب و روز گریہ می کند، یک

- ۱ چاق: مستعد، تیار، سخت، مگڑا۔
- ۲ زاغنول: ایک قسم کا نوک دار فولادی ہتھیار۔ چوب ز اغنول: اس ہتھیار کا بیٹ، دستہ [چوب: ڈنڈا، سونٹا، بانس، عصا]
- ۳ پھانج: نیزوں، تلواروں (وغیرہ) کے متواتر چلنے اور بدن پر پڑنے کی آواز: چکا چک۔
- ۴ دھن ٹنگ: بہ ظاہر "دھن گئی" سے بنا لیا ہے: دھان کوٹنے کا آلہ، اوکھلی اور موصل۔ مراد یہ کہ جس طرح اوکھلی میں دھان کوٹنے میں موصل کی ضربیں مسلسل پڑتی ہیں، اسی طرح.....
- ۵ مراداً: فرج، عورت کی شرم گاہ۔
- ۶ ٹنگ: ٹانگ، ٹنگوی۔
- ۷ اس میں کچھ شک نہیں۔
- ۸ بیدار: یوم البانس ۳ ماہ چہار تسو بیخ گز روز برآمدہ اورک قلن شیطانی غسل خانہ فرمودند۔ تر پھلا بیک ولد اولہ بیک ابن مرزا بڑی منز عرض نمود کہ مادر فتح اللہ خاں..... [لیکن ہر آنچہ..... بر نیامد، یہ مگڑا اس میں نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ "یوم البانس" اندراج۔ ا کے تحت آچکا ہے۔]
- ۹ مال جاتے رہنے سے عمر بڑھ جاتی ہے [جامع الامثال]۔
- ۱۰ بیدار: یوم الاتاج ۱۳ ماہ بیخ جو دوش برنج روز برآمدہ اورک قلن شیطانی غسل خانہ فرمودند۔ ناظر صفا صفا التماس نمود کہ بائی اخ تھو بیخ گھس پچڑ خاتون باشوہر خود موافقت کمال داشت۔
- ۱۱ آزاد، برکن: چڑست خانم۔ بیدار: یوم الکھزنت ۷ ماہ یک پھوک و دو چھوڑ روز برآمدہ اورک قلن شیطانی بار عام فرمودند۔ بی بی بغارا خانم، بیغ دوغارا خانم عرض نمود۔

تعویذِ مرحمتِ شود۔ فرمودند: ایں افسوں را خوانده بروم کند، ساکت خواهد شد۔ افسوں ایں است:

یا وَلَدُ الْحَرَامِ! اُمِّکَ وَ عَمِّکَ چَد گُو
اَشْرَبُ (۱) لَبْنِی لَا خَیْرَ فِی بُکَاپِکَ
اَخ تھو، اَخ تھو فی گانڈِ آباپک

(۲۷) بہ عرض رسید کہ امجد خاں بر لطفِ حضرت مغرور است۔ فرمودند: کنتھ (۲) نہ

پوچھے بات ری، میرا دھن سہاگن مانو۔

(۲۸) مرزا نابود بیگ عرض نمود کہ روزن قلی خاں اگرچہ از جنابِ حضرت بے وفائی کرده،

لیکن خراب ہم شد۔ فرمودند: جیسا بووے، تیسا پاوے۔

(۲۹) بہ عرض رسید کہ مرزا اللہ یار خاں برادرِ محمد یار خاں از کون دادن باز نمی آید۔

فرمودند: خوے بد در طبعے کہ نشست: نہ رود بجز بہ مرگِ او از دست۔

(۳۰) پانزدہم شہرِ صفرِ ختمِ اللہِ بِالْخَیْرِ وَالنَّظَرِ ۱۵۔ ظنِ سبحانی ہر دو دیوان موقوف فرمودند۔

یک (۳) پھر و پنجاہ گھڑی روز برآمدہ غسل خانہ فرمودند: عرضداشتِ خانِ جہاں بہادر بہ

نظرِ اقدس گذشت:

خلاصہ مضمون آں کہ از مقدمِ ایں پیر غلام در بلدہ لاہور بجز شغال و روپاہ و بچو و کژدم واقعی

اصلاً و مطلقاً اثرِ انسان نہ ماندہ و نرخِ غلہ بہ قیمتِ جواہرِ زواہر برابر شدہ۔ بہ ہمیں دستورِ باغ و

بوستانِ نزہت افزائے اطراف و جوانب را سوختہ، صد صد کروہی آبادانی طُرُق و سُبُل از چپ و

راست صفّاً صفّاً و دَکّاً دَکّاً نمودہ و میانہ شہر را نمونہ دشتِ کربلا کردہ و خشتِ خشتِ قلعہ را پراندہ

بہ ہوا رسانید۔ رعایا و برابرا از جرعہ ارادتِ خود سر مست و مخمور ساختہ بہ جہنم فرستاد۔ و جمیع حرکات و

سکناات و تحیات و طہیات و زاکیاتِ بلدہ مذکور راہ تحتِ اثرِی گرفتہ۔ باوجودِ ایں قدر سعی و تردد

بریں پیر غلامِ لطفِ حضرت معطل است۔ فرمودند: تھلکی داڑھی پھٹے منہ۔ (۴)

(۳۱) خانِ جہاں بہادر (۵) عرض نمود کہ امروز طرفہ قدرتِ الہی معاینہ شد کہ وقتِ ما حاضر

۱ میرا دودھ پی، رونے میں تیری بھلائی نہیں۔

۲ ”خاندن بات نہیں پوچھتا، کہنے کو میں سہاگن ہوں۔ مالک پروا نہیں کرتا اور نوکر مالک سے تعلق پریشانی مارتا

ہے“ [جامع الامثال]۔ کنت، کنتھ: محبوب، آقا۔ مجازاً: شوہر۔

۳ بیدار: یوم الاٹھنی ۲۱ ماہ یک خمیازہ و پنج انگڑائی روز برآمدہ اورک کل شیطانی عدالت فرمودند۔

۴ بچو خانِ جہاں میں یہ نکلزا بہ طورِ ردیف آیا ہے، اُس کا آخری شعر یہ ہے: ہندستان چوں باغ و گلستان،

آمدہ کردی گورستان: کہتی تھہ کوبی بی، کنواری تھلکی داڑھی پھٹے منہ۔

۵ بیدار: یومِ الجومہ ۲۰ ماہ ہفت چنگلی و ہشت چنگلی روز برآمدہ اورک کل شیطانی خاص و عام فرمودند (کذا)۔

تربوزے درمیاں آمد۔ چوں بہ کار دو پرکالہ کردم، عراقی سوارے از میاں بدر جست، اسپ را
 جہانید و از نظر غائب شد۔ و تخم تربوز ہمہ بریاں بودند، بکاول را گفتم کہ این ہا را مُقشّر کن۔ چوں
 مُقشّر کرد، از ہر دانہ بیضہ مرغ پدید آمدہ و از ہر بیضہ صدائے مردنگ بیروں آمد و خفتگاں را بیدار
 ساخت۔ این پیر غلام را حیرت روئے نمود۔ گفتم: این ہا را واکنید۔ چوں وا کردند، از ہر بیضہ بجز
 آلتِ فیل دیگر چچ نہ برآمد۔ فرمودند: لعنتُ اللہ علی الکاذبین۔

(۳۲) گھس پھس (۱) را بے ہر کارہ بہ عرض رسانید کہ راجہ پیر پتال ڈولہ کلچرک (۲) دخیر
 خود را بہ نظر مبارک حضرت فرستاد، احتمال آنکہ امروز و فردا برسد۔ فرمودند: بھوکہ گئے بھوجن ملے
 اور جاڑا گئے قبائے، جو بن گئے تریا ملے، تینوں دیو بہائے۔

(۳۳) مرزا ایندھن (۳) جنگلی التماس نمود کہ گوہر چند وکیل بھینسا سوڑ خاں زن شخصے بہ
 زور در تصرف خود آوردہ۔ فرمودند: تجھے پرانی کیا پڑی تو اپنی نیڑ (۴)۔

(۳۴) مرزا غچ غچ بیگ (۵) ولد ٹھک ٹھک بیگ داروغہ احتلام خانہ را خدمتِ امانتِ موضع
 چوماچانی مقرر فرمودند۔

(۳۵) یک تولہ و چہار ماشہ روز برآمدہ (بار) خاص و عام فرمودند۔ بہ عرض رسید کہ
 اندھاؤھند خاں در ملکِ غنیمِ لیمِ دائرہ لشکر خود را در کفِ دست میدان زدہ، مور چال نہ کردہ۔
 فرمودند: اندھے کی جو رو کا خدا رکھوالا۔

(۳۶) از التماس (۶) مرزا بھتویک گرز بردار قاضی نذیر را تویبتِ مقبرہٴ شیخ چلی مقرر

- ۱ بیدار: یوم النحر ۲۳ ماہ یک چنگی و شش سسکی روز برآمدہ اورک گل شیطانی غسل خانہ فرمودند۔
- ۲ گل: کالی۔ مخرک، چرخ: دہلی پتلی عورت، جس کی کھال پر سوکھ کر ٹھڑیاں پڑ گئی ہوں۔
- ۳ بیدار: یوم الناپ یک ہاتھ و پنج انگل روز برآمدہ اورک گل شیطانی دیوان عام فرمودند۔ بھیا گوہر چند ولد بیگنی
 داس وکیل بھینسا سرخان ابن ترلینڈ خاں التماس نمود کہ مرزا ایندھن جنگلی زن شخصے را۔
- ۴ بیدار: تو اپنی آپ نیڑ۔

۵ بیدار: یوم النحر ۱۹ ماہ پنج تولہ و شش ماشہ روز برآمدہ اورک گل شیطانی غسل خانہ فرمودند۔ مرزا گوز قلی ولد بکن
 پھڑاک داروغہ احتلام خانہ عرض نمود کہ حضرت سلامت خدمتِ امانتِ موضع چوماچانی بہ نام بندہ مقرر فرمایند۔
 فرمودند: کنتھ نہ پوجھے بات ری، دھن سہاگن نانو۔ [یہ مثل اس سے پہلے ایک اور اندراج کے تحت آچکی
 ہے]۔

۶ بیدار: یوم البتھی ۲۲ ماہ ہفت پشت پاوہشت اگشت روز برآمدہ اورک گل شیطانی دیوان فرمودند۔ از التماس
 مرزا بھتویک گرز بردار خبر رسید کہ۔

شدہ فرمودند: (۱) خلعتِ پاجامہ بر سرش نہند۔

(۳۷) از واقعہ (۲) دارِ ایبکی بہ عرض رسید کہ فوجدارِ آں پھسکی خاں بہادر بہ کمال بے وقوفی

روقی پرکنہ بھوسڑی را چو پٹ و دہپٹ ساختہ۔ ہمہ عماراتِ چرگن گاہِ آں جا را از بنج و بن
بر انداختہ، ویران ساختہ است۔ فرمودند: اناڑی کے آگے بل کی خواری۔

(۳۸) از التماس (۳) مرزا اکڑ دھج بیگ بہ عرض رسید کہ بھوکڑ قلی ولد بھڑکول مرزا، داماد

دھونکل بندو بہ قضاے الہی فوت شد۔ فرمودند: پشم از خایہ رنداں کم۔

بھوبھل (۴) قلی خاں دامادِ پھسل قلی آغا بہ عرض رسانید کہ حاجی در بھر و مرزا کیر پسند بسیار

بدعت می کنند۔ ہر چند بہ امر شنیع تاکید و منع نمودہ، باز نمی آیند۔ فرمودند: خوے بد در طبیعتے کہ
نشست نہ رود جز بہ وقتِ مرگ از دست۔

(۴۰) بہ عرض (۵) رسید کہ میر جعفر زبلی شاعر مصنفِ زبل نامہ بیکار نشستہ با حرف (۶) و

الفاظِ لایعنی مشغول می باشد۔ فرمودند: ٹھالا بنیا پیلا (۷) تولے۔

(۴۱) یک جو (۸) و چہار رتی روز برآمدہ دیوانِ عام فرمودند۔ از التماسِ طرح سنگ خاں

دیوانِ غارت غول خاں، ولد فیصل بھور خاں بہ عرض رسید کہ خانِ مذکور در آیامِ افلاس بیچ سائل را
محروم نہ می گذاشت۔ حالاکہ متمول و خزانہ او پر شدہ، ممسک و تنگ دل شدہ۔ فرمودند: جوں
جوں (۹) مرغی موٹی ہوئے، توں توں گانڈ سکوڑتی جائے۔

۱ کلکتہ اور آزاد میں "فرمودند خلعت فرمودند" ہے۔ برکن میں: فرمودند خلعت و نعمت داد۔ ان سب میں نقل کی
غلطیاں نمایاں ہیں، اسی بنا پر یہاں بیدار کی عبارت کو نقل کیا گیا ہے۔

۲ بیدار: یوم الکھیت ۶ ماہ یک بیگہ و شش بسوہ روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی دیوانِ خاص فرمودند۔

۳ بیدار: یوم الجھینک ۲۳ ماہ یک ناس و شش بلاس روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی دیوانِ عام فرمودند۔ از التماس
مرزا کھنڈر اولد نوشادر بیگ ابن گھوئل بیگ بہ عرض رسید کہ مرزا ٹھوکڑ قلی ولد پھسل قلی داماد مرزا گر پڑا بیگ بن
دھونکل سنگہ بہ قضاے الہی۔

۴ بیدار: یوم الزمین ۲۵ ماہ بیچ بسوہ و شش بیگہ روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی عدالت فرمودند۔ تو نندل خاں ولد موئل
خاں دامادِ آغا تھل تھل بہ عرض رسانید کہ مرزا تھر تھر بیگ بدعت می کند۔ فرمودند: بھاری تھر چوم چھوڑا۔

۵ بیدار: یوم اتول ۲۱ ماہ یک ماشہ و بیچ تولہ روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی خاص و عام فرمودند (کذا)۔

۶ بیدار: بہ تالیف و تصانیف حرف لایعنی و الفاظِ با معنی (کذا) مشغول می باشد و افراد و قانع و با امثال بدائع جمع می سازد۔

۷ پیلا، پیلاہ: خصیہ، فوطہ۔ لغت میں یہ مثل اس طرح ملتی ہے خالی بنیا کیا کرے، اس کوٹھی کے دھان اس
کوٹھی میں کرے۔ اس کا مفہوم ہے: بیکار آدمی فضول کاموں میں لگا رہتا ہے [اردو لغت]۔

۸ بیدار: یوم الگوز ۲۶ ماہ یک پھسکی و بیچ پھسکی روز برآمدہ ادرک ظل شیطانی دیوانِ عام فرمودند۔ از التماس بھیا
آلت رام دیوانِ غارت غول خاں۔ ۹ بیدار: جوں جوں مرغی موٹی ہوئے ذم سکڑتی جائے۔

(۲۲) بہ عرض (۱) رسید کہ امیر الامرا ناظم صوبہ بنگالہ بصارت کم دارد۔ فرمودند: جب (۲) توں دیکھوں اپنے نین، تب توں پسجوں کر کے نین۔

(۲۳) بہ عرض (۳) رسید کہ میر جعفر زنگی مدح امیر الامرا گفتہ بود، ہزار روپیہ صلہ یافت۔ فرمودند: اونٹ کے منہ (۴) میں زیرہ۔

(۲۴) یک بالشت چہار انگل (۵) روز برآمدہ دیوان خاص فرمودند۔ بہ عرض رسید کہ کھڑکی کھول خاں عاجزہ دارد، امیدوار کنیادان است۔ فرمودند: آپھی میاں مانگتے اور باہر کھڑے درویش۔

(۲۵) یک (۶) جریب و چہار تسو روز برآمدہ دیوان خاص فرمودند: بہ عرض رسید کہ دولت منداں بہ میر جعفر زنگی متواتر رعایت و عنایت می کنند تا بہ شکوہ نہ پردازد و بچو نہ گوید۔ فرمودند: دہن سگ بہ لقمہ دوختہ بہ۔

(۲۶) التماس (۷) چو مست خانم بہ عرض رسید کہ ازیں پیرداہ (۸) خدمت غنچ خانہ (۹) سربراہ نہ می شود۔ فرمودند: ناچ نہ جانوں، (۱۰) آنگن ٹیڑھا۔

(۲۷) سرکہ (۱۱) بیگم عرض نمود کہ ہر گاہ حضرت بہ ایں پیرداہ تصدق و عنایت می فرمائند،

۱ بیدار: یوم الکھاٹ ۲۷ ماہ پنج کھٹل و شش جھینگر روز برآمدہ اورک ظل شیطانی دیوان عام فرمودند۔ بہ عرض رسید کہ برادر امیر الامرا ناظم صوبہ اکبر آباد بصارت کم دارد، نابینا شدہ است۔ فرمودند: جب لوں دیکھوں اپنے نین، تب لوں نہ پسجوں کر کے نین۔

۲ جب توں: جب بھی، جس وقت۔ تب توں: تب، اُس وقت۔ [توں: کو۔ ویسے ہی، اسی وقت، تب]۔

۳ بیدار: یوم اللزہ الی ۲۸ ماہ یک ٹکس و چہار ڈکی روز برآمدہ اورک ظل شیطانی عدالت فرمودند۔

۴ بیدار: منہ کو، کلکتہ: اونٹ مونہ زیر (اردو لغت: اونٹ کے منہ کا رمنہ کورمنہ میں زیرہ)

۵ بیدار: یوم الفرج ۱۰ ماہ صفت ٹہنہ و پنج دھکا روز برآمدہ اورک ظل شیطانی بار عام فرمودند، بہ عرض رسید کہ انگیا کھٹل گھسکوں بانو عاجزہ دارد چٹاخہ شادمانی و پٹاخہ بارہ بانی جو بن بے نظیر، قابل طوعے شدہ، امیدوار پان دان است۔ فرمودند: مثلہ بی بی میاں مانگتے باہر کھڑے درویش۔

۶ بیدار: یوم اکلین ۶ ماہ یک اشرفی و پنج روپیہ روز برآمدہ اورک ظل شیطانی عدالت فرمودند۔

۷ یوم الکیہ ۹ ماہ یک بوسہ و شش چومہ روز برآمدہ اورک ظل شیطانی بار عام فرمودند۔ از التماس چڑست خانم۔

۸ داہ: کنیر

۹ بیدار: غنچ غیا خانہ۔ غنچ خانہ: غالباً خواب گاہ (کرہ خواب گاہ) مراد ہے۔

۱۰ بیدار: ناچ نہ جانے۔ [جامع الامثال: ناچ نہ جانوں نہ جانے، آنگن ٹیڑھا]۔

۱۱ بیدار: یوم القول ۲۹ ماہ یک دھڑی و دو سیر روز برآمدہ اورک ظل شیطانی عدالت فرمودند۔

بائی (۱) دھونکل بند و حسدی برد۔ فرمودند: داتا دے، (۲) بھنڈاری کا پیٹ پھنے۔
 (۲۸) چہار کر وہ (۳) و پنج بسوہ روز برآمدہ عدالت فرمودند (بہ عرض رسید) کہ میر جعفر
 زنتی بہ علت خزشہ زن ناموافق در خانہ کم می باشد۔ فرمودند: جس گھر میں سمبت نہیں، تاسوں
 بھلا بدیس۔

(۲۹) بہ عرض (۴) رسید کہ بہ بھیکن خاں قراول زن او خط نوشتہ بود بدیں نمط:

بیائے بال باندھے دھینگ (۵) میرے بڑا سکھ ہو، جو بیٹھوں سنگ تیرے
 اکیلی رات کو تجھ بن چداؤں چدا کر، ساس کو ٹہمت لگاؤں (۶)
 نہیں تجھ سا کہیں بھڑوا و گنڈیا الہ آباد سے لے تا بہ ہنڈیا
 بیا الحال اے بھیکن ابھی ری (۷) وگرنہ پھاٹ جاگی چوت میری

(۵۰) بہ عرض رسید کہ بھیکن قراول در جواب زن خود ایں ابیات نوشتہ فرستاد:

بشنو اے رنڈی نگنڈی، لنڈ باز من ز رفتار تو ہستم بے نیاز

- ۱ بیدار: بائی اوہ آہ بانو حسدی برد و بخل می کند۔
- ۲ بیدار: پیٹ پھانے، برکن: فرمودند داتا کی ناو پہاڑ چڑھے۔
- ۳ بیدار: یوم الکسر ۲۰ ماہ یک تولہ پنج ماشہ روز برآمدہ ادراک ظل شیطانی عدالت فرمودند۔
- ۴ بیدار: یوم الفترہ آغاز ماہ نحوست سنہ مذکور، یک سال و دو ماہ روز برآمدہ ادراک ظل شیطانی غسل خانہ فرمودند۔
 بہ عرض رسید کہ..... خط نوشتہ فرستادہ بود، مضمون ایں است، ابیات۔
- ۵ دھینگ: موٹا تازہ، ہٹا کٹا۔
- ۶ اس کے بعد ایک اور شعر ہے جس کا پہلا مصرع یہ ہے: بہ وقت صبح چوں خور سر بر آرد۔ دوسرے مصرعے کے
 لفظ اس قدر مسخ ہو گئے ہیں کہ صحیح طور پر پڑھنے میں نہیں آتا۔
- ۷ پیش نظر سب نسخوں میں یہی ہے۔ ”ابھی رے“ کا محل ہے، مگر قافیہ بگڑ جائے گا۔ ممکن ہے کہ یہاں مکتوبی
 قافیہ ہو۔ قدیم روش کتابت میں آخر لفظ میں واقع یاے معروف و مجہول کی کتابت میں اس شکلی امتیاز کو ملحوظ
 نہیں رکھا جاتا تھا جسے آج لازم سمجھا جاتا ہے۔ اس طرح ”ابھی رے“ کو ”ابھی ری“ بھی لکھا جاسکتا تھا۔
 فسانہ عجائب میں ایسے مکتوبی قوافی آئے ہیں اور میں نے اس کے مقدمے میں اس کی وضاحت کی
 ہے۔ بہر طور، اور کوئی صورت میری سمجھ میں نہیں آتی۔

آنکھ اوجھل ہر چہ خواہی آں بکن
 میں نہ رکھی مُہر تیرے پوت پر
 دھینگ (۱) ڈھونڈ اور بھوسری ارزاں بکن
 اے چھنلیا! تھوک تیری چوت پر
 زود می آیم بہ تو پھٹل (۲)، ادھیڑ
 تل میں تیری خشک موسل دوں گھسیڑ
 فرمودند: سزائے (۳) لند باز ہمین است۔

(۵۰) ظنِ سجانی ہر دو دیوان موقوف فرمودند۔

(۵۱) بہ عرض (۴) رسید کہ سرگرداں بیگ سوداگر تاکہ جمعیت (۵) داشت، خلق پیرامنش نمی
 گذاشت۔ حالاکہ بہ گردشِ فلک در آمدہ مفلس گشتہ، ہیچ کس با او سخن نمی کند۔ فرمودند: کھاتے پیتے
 جگ ملے اور لؤس ملے نہ کوئے۔

(۵۲) لالہ (۶) مچھندر ناتھ عرض نمود کہ مختار خاں را عارضہ زکام شدہ بود، اغنیائے زمانہ کلہم
 جمعین بہ عیادت رفتند۔ و شیخ محبت اللہ درویش در ہمسایگی اومی باشد، پسرش مرد، بہ عادت ماتم
 پرسی کسے نہ رفت۔ فرمودند: دہنوتی کے کاٹا لگا، دوڑے لوگ ہزار؛ زردھن گرا پہاڑ سے، کوئی نہ
 پوچھے بات۔ (۷)

(۵۳) جفتہ بانو (۸) عرض نمود کہ ہر چند پسر پرشاد راے را از شیوہ کون دادن پدرش منع
 نمودہ، باز نمی آید۔ فرمودند:

- ۱ دھینگ: موٹا تازہ، قوی ہیکل
- ۲ پھٹل: پھٹلی، [گالی کے طور پر، جس کی فرج پھیل چکی ہے]۔
- ۳ کلکتہ: فرمودند: ترت دان مہاپن۔
- ۴ بیدار: یوم الکفلسی ۱۹ ماہ دو جو سہ برنج روز برآمدہ اورک ظل شیطانی دیوان خاص فرمودند۔
- ۵ بیدار: مایہ جمعیت۔
- ۶ بیدار: یوم الکوث ۸ ماہ یک چھتر و دو پولہ روز برآمدہ اورک ظل شیطانی دیوان عام فرمودند۔ روزن چند ولد
 چھیدی پرشاد ہرکارہ عرض نمود کہ دیرداد خاں ہرکارہ را زکام شدہ بود، اغنیائے زمانہ کلہم جمعین بہ معذرت و
 عیادت رفتند۔ و شیخ چلی کہ مرد ہمسایہ اوست، پسرش مرد، کسے بہ عزائش نہ رفت۔ فرمودند۔
- ۷ سب نسخوں میں "بات" ہی ہے۔
- ۸ بیدار: یوم الحجرتہ ۲۳ ماہ یک سرکی و پنج چھادنی روز برآمدہ اورک ظل شیطانی عدالت فرمودند۔ بہ عرض رسید کہ
 مرزا لندیار خاں برادر بھنڈیار خاں از کون دادن باز نمی آید۔ فرمودند:
 خوے بد در طبعیج کہ نشست زود جو بوقت مرگ از دست

خوے بد در طبیعت کہ نشست نہ رود جز بہ مرگ او از دست (۱)
 (۵۴) بہ عرض رسید کہ مرزا اسد بیگ (۲) بہ کون دادن وعدہ کردہ بود، آخرش آں وعدہ وفا
 کرد۔ فرمودند: سخن مرداں جاں دارد۔

(۵۵) بخارہ (۳) خانم عرض نمود کہ دُرداد خاں دعویٰ تہواری می کند و دم شجاعت می زند،
 با آں کہ مفعول است۔ فرمودند:

چچ دانی کو نیاں را زعم شمشیر از کجاست شیر مرداں را بجای شیر مادر خوردہ اند (۴)
 (۵۶) گپ چپ (۵) خاں عرض نمود کہ مرزا موصل کیر بہ پایہ اعتراض آمدہ طلب حضور
 شدہ بود۔ چوں بہ حضور لامع النور رسید، صد اثرنی نذر گزارانید، حضرت از تقصیر او درگذشتہ بہ
 خدمت عمدہ سرفراز نمودند۔ فرمودند: تانبا (۶) دیکھے چیتنا، مکھ دیکھے بیوہار۔ باز فرمودند: زر برسر
 فولاد نمی، نرم شود۔

(۵۷) بہ عرض (۷) رسید کہ مرزا خندق بیگ از ولایت آمدہ بود۔ امید وار تفصیلات است،
 لیکن حذرمی کند۔ فرمودند: عاشقی (۸) اور خالہ جی کا ڈر۔

- ۱ یہ شعر اندراج ۳۸ میں آچکا ہے [ایک لفظ کی تبدیلی کے ساتھ]۔
- ۲ کلکتہ: اسد بیگ: برکن: سعید بیگ۔ بیدار: یوم الکھیل ۱۶ ماہ یک چکنی و دوپھر کی روز برآمدہ اورک ظل شیطانی
 دیوان خاص فرمودند۔ کھپائی خانم عرض نمود کہ پسر مرزا آلت نوش بیگ با مرزا اکڑو چچ بیگ بہ کون دادن وعدہ
 کردہ بود۔
- ۳ بیدار: یوم التیزہ ۱۳ ماہ یک بھالا و دو برچی روز برآمدہ اورک ظل شیطانی دیوان عام فرمودند۔ مرزا تا بود بیگ
 ولد بے نشان خاں عرض نمود کہ دبرداد خاں ولد آلت پرست خاں دعویٰ تہواری کند با آنکہ مفعول است۔
- ۴ کلکتہ: می خورد
- ۵ بیدار: یوم الجھن ۲۱ ماہ یک روپیہ و پنج پیسہ روز برآمدہ اورک ظل شیطانی عدالت فرمودند۔ بہ عرض رسید کہ موصل
 بیگ ولد موصل بیگ در پایہ اعتراض آمدہ۔
- ۶ نقد روپیہ دیکھ کر انسان ہوشیار ہو جاتا ہے اور خریدار کا منہ دیکھ کر بات یا بیو پار کرتا ہے [جامع الامثال]۔
- ۷ بیدار: یوم الہوش ۱ ماہ یک جمہائی اور پنج انگڑائی روز برآمدہ اورک ظل شیطانی غسل خانہ فرمودند۔ نل - مندر پانو
 عرض نمود کہ مرزا خندق بیگ ہمیشہ زادہ پیرادہ از ولایت امیدوار نوکری آمدہ است اما از تعناتیا حذرمی کند۔
 فرمودند: نوکری اور خالہ جی کا ڈر۔
- ۸ کلکتہ: عاشقی اور باباجی کا ڈر [عاشقی اور خالہ جی راموں جی کا ڈر: جامع الامثال - اردو لغت]۔

(۵۸) بھٹ بیچا (۱) عرض نمود کہ سیدی ابراہیم عرف فوجدار خاں را کوتوالی شاہ جہاں آباد نمی زبید۔ فرمودند: خارشی گتا اور مخمل کی جھول۔

(۵۹) بہ عرض (۲) رسید کہ پسر آلت پرست خاں بسیار صغیر است و شراب می خورد۔ فرمودند:

ہر آن طفلے کہ گردِ بادہ گردد اگر رسم بود، کون دادہ گردد
(۶۰) دولقمہ (۳) پنج تجکاری (کذا) روز برآمدہ غسل خانہ فرمودند۔ سمندر بانو عرض نمود کہ عاجزہ دارم بخت او نہ می کشاید، یک تعویذ مرحمت شود۔ فرمودند: آلتِ فیل بر ناف او بندند، بخت بکشاید۔

(۶۱) بدن (۴) شیر بیگ چیلہ التماس نمود کہ گناہ بسیار کردہ ام، چہ دعا بخوانم کہ نجات یابم۔ فرمودند: این شعر بعد فراغِ مجامعت با مادہ خرہفت بار اگر بخوانی، از گناہاں پاک شوی، و آن شعر این است، ابیات:

أنا الذہی جود ابن البہاند فی الذہر نخواہد بود مثلی بہڑوا فی الشہر
فکیف حیلتی یا ایہا الکیر بہذا الفم یكون الگانڈ کالنہر
(۶۲) بہ عرض رسید کہ مرد چو ذند خاں استعفاے منصب خود می کند۔ فرمودند: ادھلی (۵) بہو بلینڈے سانپ دکھائے۔

(۶۳) شخہ (۶) خانم التماس نمود کہ حضرت بہ کرم الہی صد سال دیگر سلطنت خواہند کرد۔

۱ بیدار: یوم الحجوت ۶ ماہ یک کیر و دو خصیہ روز برآمدہ اورک گل شیطانی ہر دو دربار فرمودند۔ بہ عرض رسید کہ اندھا دھند خاں عرض نمود کہ کون پرست خاں را کوتوالی۔

۲ بیدار: یوم الاچلی ۱۳ ماہ یک نخرہ و نیم غمزہ روز برآمدہ اورک گل شیطانی بار عام فرمودند۔ کھس پھس راے ہر کارہ عرض نمود کہ پسر آلت پرست خاں۔

۳ بیدار: یوم الجماع ۷ ماہ یک نخرہ و پنج سسکی روز برآمدہ اورک گل شیطانی دیوان خاص فرمودند۔ بی بی کس پساں بانو بہ عرض رسانید کہ عاجزہ دارم چٹائے شادمانی و پٹائے بارہ بانی، ہر چند فکر کردم، بخت او کشادہ نمی شود..... تا بخت او کشادہ شود۔

۴ بیدار: یوم الکھیت ۲۲ ماہ ہفت سرما و ہشت مینہ روز برآمدہ اورک گل شیطانی بار عام فرمودند۔

۵ بدکار عورت باہر جانے کے لیے بہانے بتاتی ہے (ادھلی: بدکار، بلینڈ: جھمیر کا بڑا بانس، کچھریل کی لہی اور موٹی لہی)

۶ بیدار: یوم الگھر ۲۳ ماہ یک صفہ و پنج کٹھری روز برآمدہ اورک گل شیطانی دیوان خاص فرمودند: ملا دو پیازہ عرض نمود کہ حضرت بہ کرم الہی و اقبال شاہنشاہی..... چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات۔

فرمودند: چار دن کا چاندنا، (۱) آخر اندھیرا پاکھ۔

(۶۴) داعی (۲) چندال عرض نمود کہ دُمداد خاں از کون دادن توبہ کردہ و قسم خوردہ۔

فرمودند: دو صدی ذات و سہ صد سوار کم۔ (۳)

(۶۵) پنج (۴) چمکہ نیم غمزہ روز برآمدہ دیوانِ خاص و عام فرمودند۔ ستھاور سنگھ راٹھور عرض

نمود کہ نوکرانِ پشت انداز خاں سلاحِ خودی فروشند، کسے بہ زرخِ گاہ نمی گیرد۔ فرمودند: سپاہی کا مال، جھانٹ کا بال۔

(۶۶) بی بی (۵) فرج الشیخ التماس کرد کہ ایں بیوہ را حمل نہ می ماند، یک تعویذِ مرحمت شود۔

فرمودند: ایں افسوں را مواظبت کن تا حمل قرار گیرد:

غَبْ غَبْكَ الْاَوْه مِنْ الْجَرَجُوں غَجْ غَجَّةُ الْكِهْتَةِ هَلْ مِنْ مَزِيد

(۶۷) شیخ ہل چل مشو عرض نمود کہ معاملاتِ ہندستان روز بہ روز ابتر است و مقدمِ خیر

حضرت روز بہ روز در ملکِ دکن بیش تر است۔ فرمودند: آگے دوڑ، پیچھے چھوڑ۔

(۶۸) بہ عرض (۶) رسید کہ مرزا عرق چونچ طرفِ آہو بندوق سرداد۔ قضا کار ضربش بہ

قاضی نذیر رسید۔ فرمودند: ناحق چوٹ جلاہا کھائے، کرگھا چھوڑ تماشے جائے۔

(۶۹) ہفت (۷) چومہ و نیم سسکی روز برآمدہ غسل خانہ فرمودند۔ پشت انداز خاں عرض نمود

کہ جھانٹ نکار خاں پیش ازیں بہ نانِ جویں محتاج بود، حالا صاحبِ سیف و قلم و خداوندِ لواو علم

۱ کلکتہ، آزاد، برکن میں ”چاندنا“ ہی ہے۔ ”چاندنا“ بہ معنی چاندنی لغت میں موجود ہے (مع اسناد) اس بنا پر اس کو برقرار رکھا گیا ہے۔

۲ بیدار: یومِ الپوار ۲۵ ماہ یک پر دو پنکھ روز برآمدہ ادراکِ ظلِ شیطانی بار عام فرمودند۔ مرزا حواصلِ قلی ولد گنڈ پنکھ قلی عرض نمود کہ کون بخش پیر دبرداد خاں از کون دادن باز آمدہ توبہ کردہ است۔ فرمودند: گانڈو کا کیا اعتبار۔ باز فرمودند: دو صدی ذات و سہ صد سوار کم۔

۳ آزاد، کلکتہ، برکن میں ”دو صدی سوار کم“ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ نا تمام ٹکڑا ہے۔ ”ذات و سہ صد“ کا اضافہ بیدار سے کیا گیا ہے۔

۴ بیدار: یومِ الزکائی ۲۳ ماہ یک ٹکی و چہار ڈکی روز برآمدہ ادراکِ ظلِ شیطانی دیوان فرمودند۔ چپ چاپ راے ہرکارہ عرض نمود..... اسپ و سلاح می فروشند۔

۵ بیدار: یومِ الپاد، ۸ ماہ یک ٹھسکی و پنج پھسکی روز برآمدہ ادراکِ ظلِ شیطانی غسل خانہ فرمودند۔ یہی فرج الشیخ عرض نمود..... ایں افسوں را بر فرج خود دم کن افسوں لیئمہ ایں است۔

۶ بیدار: یومِ الپاد ۵ ماہ یک ٹھسکی و پنج پھسکی روز برآمدہ ادراکِ ظلِ شیطانی عدالت فرمودند۔ بہ عرض رسید کہ مرزا انکل پہچ بہ طرفِ آہو بندوق سر میداد۔

۷ بیدار: یومِ الکوڈ پھاند ۲۷ ماہ یک ڈگ و چہار قدم روز برآمدہ ادراکِ ظلِ شیطانی ہر دو دیوان فرمودند۔ شیخ ہلچل ولد شیخ کھلیل عرض نمود کہ مرزا چیت پکار خاں پیش ازیں۔

گشتہ۔ فرمودند: مولا ہاتھ بڑائیاں، جس بھاوے (۱) تس دیہ۔

(۷۰) کون (۲) شگوفہ بیگ عرض نمود کہ خواہر من خارش دارد۔ فرمودند کہ اس افسوں خواندہ

بر فرج اودم کن۔ افسوں این است:

آیا اہل (۳) الذو پھر کی و البغارا
ثلاثہ ثلثہ الذقو شاکا
پٹاری اللند والغٹ السپارا
قلم فی اللیل خد مؤٹھ السپارا

(۷۱) مرزا (۴) قضیب الخفتہ عرض نمود کہ اکبر آباد تحت گاہ است، دزدان در قرب و

جوارش زسنگا (۵) زدہ می گردند، ہیج کس نہ می پرسد۔ فرمودند: دیوے کی گانڈ تلے اندھیرا۔

(۷۲) روز (۶) پنج شنبہ دو گھڑی و چہار پہر روز برآمدہ غسل خانہ فرمودند۔ بی بی اٹھل پٹھل

عرض نمود کہ در حویلی میر نظام الدین خفیہ نویس شاہ جہاں آباد ڈاکا افتادہ، ہر نقد و جنس کہ بود،

ہمہ بردند۔ فرمودند: پاپی کا مال پراپت جائے، باسی رہے نہ کتا کھائے۔

(۷۳) مرزا (۷) غپ تپ بیگ بیمار بود، دریں ولا ملازمت نمود۔ دو تولہ چوہہ (۸) و یک

گز سایہ طوبی نذر گزرانید۔ حکم شد: دھولی کھال را در رہتاس گڑھ داخل نمایند۔ دہلیز خاں را در

حضور بیارو و مینار سلطان شمس الدین ولاٹھ فیروز شاہ در قبر دلاری کلاونت داخل سازد۔

۱ بیدار: جس چاہیں تس دیں۔

۲ بیدار: یوم التمر ۲۸ ماہ یک پھونک و دو چھور روز برآمدہ اورک ظل شیطانی عدالت فرمودند..... دم کن خارش دفع خواہد شد۔

۳ ہجو عصمت النساء بیگم میں بھی یہ اشعار آئے ہیں۔ وہاں ”ثلاثہ“ کے بجائے ”الوف“ ہے۔

۴ بیدار: یوم الخفتہ ۲۹ ماہ یک جھانٹ و دو پشم روز برآمدہ اورک ظل شیطانی دیوان عام فرمودند..... تخت گاہ حضرت است..... دیوے کی گانڈ تلے اندھیری۔

۵ زسنگا: سینگ کا بنا ہوا بگل۔

۶ بیدار: یوم السوپ ۳۰ ماہ یک شاخ و دو موسل روز برآمدہ اورک ظل شیطانی دیوان عام فرمودند۔ بی بی اٹھل

سٹھل خاتون عرض نمود کہ در حویلی شیخ امانی خفیہ نویس پھوپھانی شاہ جہاں آباد آتش چسپیدہ۔ ہر نقد و جنس

کہ بودہ، ہمہ بسوخت۔ فرمودند: باسی بچے نہ کتا کھائے۔ بیدار: یوم الجہاز ۱۳ ماہ یک ملی و پنج بانس روز برآمدہ۔

اورک ظل شیطانی بار عام فرمودند۔ شیطان قلی ولد اوزان قلی التماس نمود کہ در حویلی سرگرداں بیگ سوداگر ڈاکا افتاد۔

ہر نقد و جنس کہ بود ہمہ را دزدان بردند۔ فرمودند: پاپی کا مال پراپت جائے، ڈنڈ پڑے یا چور لے جائے۔

۷ بیدار: یوم الخواب یک جھہائی و دو انگڑائی روز برآمدہ اورک ظل شیطانی عدالت فرمودند۔ مرزا ڈنڈ پیل ولد لند

کھیل بیمار بودہ، دریں ولا ملازمت نمود۔ دو تولہ چوہہ بکن ہٹی و دو ہون کھال و دو نیم تولہ عطر چرکیں گاہ و دو

نیم تولہ شربت اتار حیض مالزاد پورہ و دو نیم سایہ طوبی نذر گزرانیدہ۔ حکم شد دو ہون کھال را در رہتاس گڑھ

داخل نمایند و سلیم گڑھ را در حضور بیارو و منارہ سلطان شمس الدین ولاٹ فیروز شاہ را در قبر کوکابائی مادر ذلانی

کلاونت داخل سازد۔

انعامات (۱)

انعام بہ جماعتِ ذیل:	
بہ راجہ گنڈ ساگر:	لنگوٹی ہزار منجی
بہ مرزا کوکر بیلی:	چھکڑو (۲) دستار مع طرہ نقرہ پیزار
بہ مرزا گوہر قلی:	سریچ سرگین (۳) گاؤ
بہ مرزا انگور بیگ:	یک طاقت (۴) پشم ذکر
بہ بی بی چہ خاچوت:	دو نیم تلہ سمرقدی
بہ روزن چند وکیل:	کیر خر کہنہ لنگ
بہ شہ سوار خاں داروغہ اصطلیل:	دو نصیہ اسپ بادخایہ (۵)
بہ بلغار خاں:	یک آلت فیل
بہ مرزا موصل کپر:	دو نیم پشم خایہ

- ۱ مختلف نسخوں میں یہ سب نام تین عنوانات کے تحت آئے ہیں: (۱) عنایات خلعت بہ امرایاں (۲) انعامات خاص حضور (۳) شرح بعضے اسمہا کہ بروز عید خلعت از سرکار مرحمت شود۔ کلکتہ، برلن، آزاد میں یہ تقسیم نہیں۔ ان نسخوں میں یہ بھی نام صرف ایک عنوان ”انعام بہ جماعتِ ذیل“ کے تحت ملتے ہیں، اسی کی پابندی کی گئی ہے۔ مختلف نسخوں میں ایک اور عنوان ملتا ہے: انعامات اولش خاصہ۔ اس عنوان کے تحت چار انعامات کا اندراج ملتا ہے، اس طرح: بہ شیخ حواصل: مزبائے نفس: بہ مرزائے خمیری: آچار گس۔ بہ شیطان قلی دھول پلاومع بریانی گردنی۔ بہ مرزا روغنی: سہ لولہ کباب۔ وہ عنوان اور اس کے تحت یہ چار اندراجات کلکتہ، آزاد، برلن میں موجود نہیں، اس بنا پر انہیں شامل متن نہیں کیا گیا۔
- ۲ چھکڑو: کف دست (ہتھیلی اور انگلیوں) کو پھیلا کر کسی کے سر پر مارنا۔
- ۳ سرگین: گوہر۔
- ۴ طاقت: ریشمی یا اونی تھان۔
- ۵ بادخایہ: وہ بیماری جس میں گھوڑے کے فوطے بڑھ جاتے ہیں۔

بیچ گھونسا، ترت گالی	راے ڈقو واس:
دولتہ حیض	بی بی دہپٹ خاتون:
نیم تولہ استخوان	مہتر چہ پوزا لچرخی:
ہفت ثلثہ سمرقندی	مرزا اندھلاہٹ بیگ:
دو نیم دھکے متھرا باشی	پانڈے بلغوری:
یک و نیم گوز گجراتی	لالہ کچ لند:
دو تخم ٹھین	خواجہ غنپک چند:
دو کپورہ بکرہ پہاڑی	راے کپور داس:
دو آوازہ گوز پنجابی چوڑ پھاڑ	بھیآ آلت رام:
دو آوازہ گوز دماغ سوز دال ماش	بھیآ چوڑ پھاڑ سنگھ:
دو آثار (۱) خون حیض	بی بی سکرو چوت:
دو گز سایہ مٹک چال	بیچا بل منڈل:
دو عدد خایہ بیدانہ	ناظر صفا صفا:
دو میل چہ مینہ (۲)	چہ غینہ بیگ:
یک صبورہ (۳) چینی	بی بی نفس ٹشکا:
یک و نیم پوٹلی کسیر (۴) چوت سکیر	بی بی کس تر:

۱ آثار: سیر۔ دو آثار: دو سیر۔

۲ چہ مینہ: چڑے کی بنی ہوئی کوئی چیز، مثلاً جوتا۔

۳ صبورہ: مصنوعی عضو تاسل جو عورتیں کئی طرح سے بناتی تھیں۔ ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ ایک مضبوط پتلی، لمبی اور چکنے کپڑے کی تھیلی میں ایک روپے کے پیسے بھر کر اُسے کس لیا جاتا تھا۔ یہاں پرانے پیسے مراد ہیں جو گول، تانبے کے ہوتے تھے اور ایک روپے میں چونسٹھ پیسے ہوتے تھے۔ پرانا پیسہ آج کل کی انہن سے پھیلاؤ میں کچھ زیادہ ہوتا تھا۔

کسیر: ایک دوا کا نام۔

التماس (۱) در مضمونِ ترکاری

بندۂ درگاہ کدو پنڈت، ولد توری (۲) پنڈت، متوطن موضع سویا، من اعمال (۳) پرکنہ
پالک، سرکار (۴) میتھی، صوبہ چولائی، بہ ڈروہ (۵) عرضِ بندگان حضرت پنڈالو (۶) می رساند۔
غریب پرور سلامت!

کریلا پنڈت، ولد چچینڈا ناتھ، نیرۂ کندوری (۷) داس، باکٹری، ساکن پلؤل (۸) موضع
بادرنگ (۹) تعلق باہم دارد۔ در سرحدِ گانڈل (۱۰) با دخترِ اروی (۱۱) بدستی کردہ۔ ادراک و پیاز را بہ جاں
کشتہ، کاہو و پودینہ، و ترہ تیزک، (۱۲) ہمہ کاچھی ہارا برباد ساختہ خود بدر رفت۔
دریں ہنگام جنسِ مسموع شدہ کہ بہ وسیلہ مرزا خربزہ بیگ و شیخ تربوز، کچالوسنگھ راجپوت را
درمیاں انداختہ، کہ بہ حیلہ و حرکت از مبادرت (۱۳) خون بہ ذمہ خود ساقط گرداند۔

-
- ۱ برلن: التماس مضمون ترکاری نوشتہ است۔ آزاد: مضمون ترکاری۔ بیدار: التماس در باب ترکاری ہا۔
 - ۲ سب نسخوں میں یہی ہے۔ اس کو "ٹری" بھی کہتے ہیں۔
 - ۳ اعمال: مضامات، پرگنے، دیہات۔
 - ۴ سرکار: کئی پرگنوں پر مشتمل علاقہ، ضلع۔
 - ۵ ڈروہ: اونچائی، بلندی، جاہ و مرتبے کی بلندی۔
 - ۶ پنڈالو: رتالو، منڈا۔
 - ۷ کندوری، کندرو: جنگلی کدو۔
 - ۸ پلؤل: پرؤل۔ متعدد لفظوں میں لام اور رے کا ابدال ملتا ہے؛ اس لفظ کو بھی ایسے ہی لفظوں میں شامل سمجھنا چاہیے۔
 - ۹ بادرنگ، بادرنج: کھیرا، لیمو۔
 - ۱۰ گانڈل: سرسوں کا ساگ۔
 - ۱۱ اروی: اس کو "گھنیاں" بھی کہتے ہیں۔
 - ۱۲ ترہ تیزک: جرجیرہ، ترہ شذک: ایک قسم کا ساگ، جس کی چٹنی بھی بنتی ہے۔
 - ۱۳ مبادرت: کسی کام کو کرنا، جلدی کرنا، سبقت لے جانے کی کوشش کرنا۔

امید کہ قاضی القضاة میرترنج (۱) شلغم بیگ امین و کسیر و داس کروری و زردک مل (۲)
 کارکن و بینگن ناتھ قانون گو راپیش بالم خاں (۳) فوجدار روانہ فرمائیں، تاکہ نیرنگی نہ نماید۔
 و کھرنی واقعہ نویس را معلوم باشد کہ مرچ سنگھ پیادہ و نمک سنگھ راجپوت، زمینداران مثل
 کٹھل و بڈھل و زمین قند و شکر قند را چشم نمائی نمایند۔ واجب بود، بہ عرض رسانید۔
 کم ترین بندہ ہائے درگاہ والا جاہ خرمایاں ولد ناریل خاں، ہمیشہ زادہ کشمش بیگم صوبہ دار
 سبز آباد وغیرہ، و متصدیان: کٹھل و بڈھل بہ موقف عرض بار یافتگان بارگاہ خوبانی، باعث امن و
 امان و راحت زندگانی حضرت اتناس جیو ادام اللہ سلطنتہ فی رساند کہ حسب الحکم عالی بہ اتفاق جمیع
 متصدیان (۴) خصوصاً کیلا دیوان، و سدا پھل (۵) بیگ بیوتات نویس، (۶) نبیرہ نارنگی بیگم، بہت
 امرت پھل و ترنج قلی خاں، و مرزا ادراک بیگ کوتوال، ہمیشہ زادہ پیاز آغاہسن قلی خاں داروغہ
 عدالت، و مرزا سب قلی سمرقندی، نبیرہ ناشپاتی بیگم و ہمیشہ رہیں (۷) اٹک (۸) شاہ زادہ والا گہر
 سلطان انبہ وامین (۹) شرعی کمرکھ بیگ تغائی (۱۰) زادہ آلو بالو (۱۱) و خواہر زادہ شفتالو، و احدیان
 سرکار: انجیر بیگ و انار بیگ، باگولڑ خاں، پسر زادہ کھرنی بانو و مرزا قالہ بیگ داماد شیخ جامن، پسر
 سیتا پھل (۱۲) و یوز (۱۳) باشی قالہ، گولہ انداز لیمو ولد گلگل (۱۴) ابن جھڑبیری (۱۵)، باجماعت

- ۱ ترنج: ایک قسم کا بڑا نیبو، چکو ترا۔
- ۲ زردک: گاجر۔
- ۳ برلن: بہ کھیرا خاں فوجدار۔
- ۴ متصدی، جمع خرچ کا حساب رکھنے والا (جمع خرچ نویس)، منشی، محرر۔
- ۵ وہ درخت جس میں ہر سال پھل آئیں، جس میں ہمیشہ پھل رہیں۔ ناریل، گولڑ، کٹھل وغیرہ کو بھی کہتے ہیں۔
- ۶ بیوتات نویس (دیوان بیوتات): شاہی محلوں کا حساب کتاب رکھنے والا، حساب کتاب کا نگران۔
- ۷ بی: امرود سے مشابہ ایک پھل: سفرجل۔
- ۸ اٹک: دودھ پلانے والی عورت۔
- ۹ امین: وہ عہدے دار جو کسی جائداد کی نگرانی، انتظام اور مال گزاری وغیرہ وصول کرتا اور جمع کرتا ہے۔ عدالت
 دیوانی کا عہدے دار جو کسی قرض دار پر ڈگری ہو جانے کی صورت میں، اُس کی جائداد کو جانچنے اور قرض
 کرنے کا ذمے دار ہوتا ہے۔
- ۱۰ سب نسخوں میں یہی ہے۔ میں اس لفظ کی اصلیت معلوم نہیں کر سکا۔
- ۱۱ آلو بالو: فندق کے برابر سرخ رنگ کا ایک میوہ، جو دوا کے طور پر مستعمل ہے۔
- ۱۲ سیتا پھل: شریفہ، گول کدو۔
- ۱۳ یوز باشی: سواروں یا سپاہیوں کا افسر: رسالدار۔
- ۱۴ لیمو کی ایک قسم جسے غلغلہ کہتے ہیں۔
- ۱۵ جنگلی بیج کا درخت اور اُس کا کانٹوں دار جھاڑ۔

پیادگان سرکارِ اقدس فرستادہ کہ بہ تلاشِ تمام در معرضِ خطاب آورده باشد۔
تحقیق شد کہ بینگن و چکو ترا را کہ دہقانِ مفسد و تہمت گیر روزگار اند، بہ گواہی آوردند۔ این
ہر دو کذاب در جاگیر خربزہ بیگ رفتہ می خواستند کہ بہ دروغ گواہی دہند، حالاں کہ این ہر دو
کذاب در جاگیر خربزہ بیگ نمی باشند۔

خربزہ بیگ جاگیردار کھیراپور برائے گواہاں بر ملکیتِ اراضی مذکور درخواست نمود و شیخ سنگھاڑا
را، کہ مردِ نمازیست، شب و روز بر لبِ آب می باشد، و حقائقِ پناہ شیخ کسیر و درویش را، کہ تارک
الدنیا، مردِ سیاہ پوش است، بہ گواہی آورد۔ ہر دو بزرگ آمدہ گواہی دادند کہ اراضی مذکور داخل
جاگیر خربزہ بیگ است، و آن دہقانان بہ دروغ تہمت ہائے بے حساب بر آں بے چارہ می نہند و
ملازمانِ اورامی آزارند۔

فی الجملہ بہ اثبات رسید کہ حق بہ طرفِ خربزہ بیگ است۔ بنا بر آں بہ کھجور قلی بیگ محتسب
گفتہ شد کہ سزائے این تہمت بدہد، تا باعثِ عبرتِ دیگران باشد۔ محتسب مذکور بینگن را از جا
برکنده بہ انواع عقوبت بکشت و چہار پارہ ساختہ در دیگ جوشانیدہ، طعامِ لذیذ ساختہ، بہ خانہ جمیع
مسلمانان فرستادہ کہ بہ نانِ گندم و پلاو و خشکہ بخورند۔ این باعثِ امن و امان تمام پرگنہ گردید۔
اقبالِ سلطنت تابندہ باد۔

مضمونِ فرمان

بہ عنایاتِ نامتناہی و الطافِ شاہنشاہی امید وار بودہ بدانند کہ بینگن ولد ڈھینڈس بیگ، ابن
چچینڈا، برادرِ کندروخاں، و سروس داس و توری ابن زردک از زمانِ دراز در مکانِ انگور تاحال
سکونت داشتند۔ زیرہ زور آوری کردہ، از جا برداشتہ، بیخ و بنِ آنہارا برکنده، از سکونت ایشاں را
پریشاں ساخت۔ لہذا کم ترین بندہ ہا بہ حکمہ شریعت پناہ قاضی القضاة قاضی چقدر فریادی شدند۔
بنا بر آں، حکمِ جہاں مطاع، آفتاب شعاع شرفِ صدور یافت کہ مشیخت ماب شیخ شلغم مفتی
عدالتِ احتساب، چکو ترہ بیگ محتسب، شجاعت پناہ بالم بیگ و نے شکر خاں فوج دار معاملہ را صحیح
نمودہ، فکر بر اصل نمایند کہ من بعد هیچ آفریدہ جور و ستم بر رعایا نہ نماید۔

گفتگو نامہ مِلّی (۱)

رسائی (۲) بگوشِ ہوشِ منہیان (۳) خدا پہچان و خداوند کھیریل و چھان (۴) باد کہ مرد کے (۵) چرپوڑے (۶)، پشت کوزے (۷)، وابستہ بدانجامی، پختہ بہ خامی ملاسا ہونامی بہ عہدہ تعلیم پسر من درایاے (۸) بود۔ بہ علتے و قلتے حق طلبش (۹) افزود۔ روزے بہ اختلاف (۱۰) ہوا پان می خوردم کہ دریں اثنا آمدہ صورت پر کدورت و صورت بد مہورت نمود وہ تقاضاے سخت ممتدع (۱۱) گردید و دھوپ (۱۲) زبان را بہ طعن و لعن بر کشیدہ گفت کہ ایں پان خوردنت حمل (۱۳)

- ۱ پیش نظر نسخوں میں عنوان کے الفاظ مختلف ہیں، کئی نسخوں میں کوئی عنوان نہیں اور بعض میں صرف "رقعہ" ہے۔ میں نے علوی اور محمدی کی مطابقت اختیار کی ہے۔
- ۲ اس طویل جملے ["درایاے بود" تک] میں نسخوں میں اختلاف عبارت بہت ہے، بعض الفاظ مغشوش بھی ہیں۔ میں نے تین قدیم نسخوں آزاد، برلن، کلکتہ کے الفاظ کو ترجیح دی ہے۔
- ۳ برلن، آزاد: منہیان [منہی: خبر رساں، جاسوس] باقی سب نسخوں میں "منہیان" ہے اور یہی مرخ معلوم ہوتا ہے۔ منہی: عالم فاضل، وہ شخص علم کی تحصیل پوری کر چکا ہو (آصفیہ)۔ "مبتدی" کا مقابل۔
- ۴ چھان: بانسوں سے بنا ہوا ٹھاطر جس پر پھوس بچھا کر چھتر چھاتے ہیں۔ گھاس پھوس سے بنا ہوا چھاجن (سایبان، منڈیا)۔
- ۵ "مرد" کی تصغیر (تحقیر کے لیے) "مردک" کلمہ حقارت ہے: ادنا، ذلیل، حقیر۔ یہ گالی کے طور پر بھی استعمال میں آتا ہے۔
- ۶ اجس، سفلہ، بد ذات۔
- ۷ گہوا۔
- ۸ لندن: درایام سابق۔
- ۹ طلب: تنخواہ
- ۱۰ پٹنہ، محمدی، علوی، بسبھی: روزے ہو پان می خوردم۔ لندن: بیڑہ پان۔
- ۱۱ تکلیف دینے والا، در دوسرے پیدا کرنے والا۔
- ۱۲ دھوپ: سیدھی لمبی تلواری۔
- ۱۳ قیاس، گمان (آصفیہ)۔

بر فلاکت و دلیل بر دلہر (۱) و سبیل بر بھڈر (۲) و نکھڈر (۳) نمی کند۔ گفتہ کہ از یک پڑہ پان (۴) متمول نہ شدم، بلکہ حال من ہاں ماند کہ لکھو بندریا (۵) چاہے پان: اڑ گئی چٹیا، رہ گئے کان۔ بجز یک بنی (۶) و دو گوش نہ مرا باطے، و سوائے ہمیں دو سہ برگ سبز نہ مرا نشاٹے۔
گفت: باور نمی کنم، مثل: دائی کے آگے پیٹ کیا چھپا دے۔ منصبے کہ داشتی و بر تئاریری (۷) زرے می پاشتی، اکنون (۸) آں چه شد؟ گفتہ نہ شنیدہ کہ گفتہ اند: بخت (۹) اڑ گئے، بلندی رہ گئی۔ حالا کجا معاش و کجا راگ و پھاگ (۱۰) و کجا سہاگ۔ (۱۱) مہلتے وہ تا ڈکور (۱۲) و ڈھنڈھور (۱۳) نمودہ مبلغے جمع سازم کہ در

۱ دلہر: افلاس، تنگ دستی، بد حالی، فلاکت۔

۲ اصلاً ”بھڈر“ ہے: ماں باپ کے مرنے پر سوگ کے طور پر سر کے اور داڑھی مونچھوں کے بال منڈانا۔ ”بھڈرا“ (جو عام طور پر مستعمل ہے) اسی سے بن گیا ہے۔ جعفر نے اسے ”بھڈر“ بنا لیا ہے، مراد ہے: پریشان حالی۔

۳ نکھڈ: بُرا، بہت بُرا، منحوس، ناکارہ۔ اسی سے ”نکھڈر“ بنا لیا گیا ہے ”بھڈر“ کے ہم وزن کے طور پر اور اسی کے قیاس پر۔

۴ علوی، محمدی، پٹنہ، بمبئی: از یک سبزہ پان۔

۵ ”بندریا کو دیکھ کر چڑانے کا فقرہ جو بچے پکار پکار کر کہا کرتے ہیں۔“ (آصفیہ)

۶ بنی: ناک۔ یہ فقرہ ایسے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے جب یہ کہنا ہو کہ روپے پیسے کے نام سے میرے پاس کچھ نہیں۔

۷ ”عوام: تئاریری۔ چند معنی کلمے جو گوینے کا سیکھنے میں استعمال کرتے ہیں“ (آصفیہ)۔ یہاں مراد ہے گانا بجانا۔ یعنی تم جو گانے بجانے کی محفلوں، جلسوں میں روپے انعام کے طور پر لٹایا کرتے تھے۔

۸ اکنون: اب۔

۹ اقبال جاتا رہا مگر نام رہ گیا (آصفیہ)۔

۱۰ پھاگ: پھاگن کا تہوار جس میں راگ رنگ افراط سے ہوتا ہے، ہولی کے کھیل تماشے۔ [پھاگ کھیلنا: خوشی منانا، رنگ رلیاں کرنا]۔

۱۱ خوشی، عیش، جشن۔

۱۲ سب نسخوں میں ”ڈکور“ ہے۔ میں اس لفظ کی حقیقت معلوم نہیں کر سکا۔ معنی وہی معلوم ہوتے ہیں جو ”ڈھنڈور“ کے ہیں۔ اس کا بھی امکان ہے کہ اصلاً ”کھھوڑ“ جیسا کوئی لفظ ہو جو نقل در نقل کے نتیجے میں بگڑ گیا ہو۔ میں نے اس لفظ کو بدلنا مناسب نہیں خیال کیا کہ شاید یہ واقعتاً کوئی لفظ ہو، جس سے میں واقف نہیں۔ ویسے خیال میرا یہی ہے کہ یہ ”کھھوڑ“ کی بدلی ہوئی یا بگڑی ہوئی شکل ہے۔

۱۳ اصل لفظ ”ڈھنڈول“ ہے۔ مصدر: ڈھنڈولنا: تلاش کرنا (اردو لغت)۔ اردو میں لام اور رے کا ابدال ہو جاتا ہے [جیسے دھور، دھول، تھوار، تروار (وغیرہ)] اس طرح ”ڈھنڈول“ استعمال میں آکر ”ڈھنڈور“ بن گیا۔ [لام

جھولی (۱) تو اندازم۔

عذرا من نہ پسندید و ازیں سخن سخت برنجید۔ گفتم کہ نیکو گفتہ اند، مثل: بے درد قصائی (۲) کیا جانے چہ پرانی۔ از استماع این بت کہاؤ (۳) بہم برآمد و گفت، مثل: تیرا (۴) سو میرا اور میرا سو ہیں ہیں۔ چنانکہ بتوانی زربدہ۔ گفتم: ہمؤں مثل شد: مردہ دوزخ جائے یا بہشت، مجھے حلوے مانڈے سے غرض۔ گفت: بکے، مثل: اپنے نین (۵) مجھے دے اور تو بہلاتی پھر۔ مشب زر کہ سرمایہ عمر من است، تو گزارم و من گدائی کردہ بگذرانم۔

گفتم کہ غریبم، نادارم، بر حال من رحم کن۔ گفت: بکے، مثل: ایک غریب کے مارے نو من چربی نکلی تھی۔ گفتم: اگر بہ کشتنم مقصودت برآید، چہ بہ ازیں؛ لیکن ہمؤں (۶) قصہ خواہد شد، مثل: بگلا (۷) ماریں پنکھ ہاتھ۔ گفت: بے خبر! من ملا ساہو ام، پوست چھرمی کشم و خون پتومی چشم؛ بگلا و پیپہا پیش من چہ چشم است۔ حیلہ رانمی دانم؛ اعتیایے زمانہ ترا دوست می دارند و واجب الزعایت می شمارند؛ ایں ہمہ ملاقات از نہا بے نفع نیست۔ گفتم: غلط، دائی (۸) کے سر پان

اور رے کے ابدال کے سلسلے میں ضمنی طور پر اس دل چسپ حوالے کو پیش کرنا غالباً بے محل نہ ہوگا۔ محمد حسین آزاد نے آب حیات میں سودا کے تذکرے کے تحت لکھا ہے: "کسی شخص نے سودا سے پوچھا: "بلبل" مذکر ہے یا مونث۔ مسکرا کر بولے کہ نوع انسان مٹی ایک ہو تو مرد سے عورت ہو جاتی ہے، لفظ کو دیکھو، دو موجود ہیں۔" لفظ "بلبل" میں دونوں لاموں کو رے سے بدل دیا جائے تو بات واضح تر ہو جائے گی (ویسے "نیل" بھی مستعمل رہا ہے، جیسے نیل مرانی)۔

۱ لندن: درجہ اولیت۔

۲ سخت دل آدمی دوسرے کی تکلیف محسوس نہیں کر سکتا (نور) چہر: چہرہ، درد، دکھ، تکلیف۔

۳ بت کہاؤ: گفتگو، بات چیت، گفتگو کا انداز (بت: بات)۔

۴ کسی کی خود غرضی ظاہر کرنے کے لیے ایسے موقع پر بولتے ہیں جب ایک دوست دوسرے سے فائدہ اٹھائے اور خود اُس کی مدد کرنے یا فائدہ پہنچانے سے پرہیز کرے (اردو لغت)۔ ہیں ہیں: ایسے ہی موقع پر بات کو نالنے والی ہنسی کی آواز۔

۵ اپنے کام اور اپنی ضرورت کی چیز تم کو دے دیں تو ہمارا کام کیوں کر چلے گا (اردو لغت)۔ آخری گلے کی ایک قرأت "اور تو تھلاتی پھر" بھی ہے۔

۶ ہمؤں: وہی۔

۷ بے فائدہ کام: ایسا کام جس میں کچھ حاصل نہ ہو۔

۸ "یعنی نیکی بدی سب دائی کے سر۔ ہر بلا، ہر بہتان بے چارے غریب و بے زبان آدمی پر پڑتا ہے" (آصفیہ) [آصفیہ میں "پھول پان" ہے]۔ یعنی مال دار ہونے کا الزام ہے مجھ پر، میرے پاس کچھ نہیں۔

پھول، دیگر سچ نیست۔ گفت: بر غلٹی؛ مرا نیز ہمراہ میرا مطلع شوم از التفاتے کہ بتومی کنند۔ گفتم: یہ صحبت لہنہا بے امر خود نمی توانم رفت، پس ترا چگونه ہمراہ برم۔ نشیدہ کہ گفتہ اند، مثل: چوہا (۱) بل میں ساوے نہیں اور کانوں باندھے چھاج۔ اس ہم قبول نہ کرد۔

ہر چند گرہ دل کشودم و اونچ نیچ نمودم، دم سگ راست نہ شد۔ مثل است: عنتا (۲) میرھی پونچھ ہے، کبھی نہ سیدھی ہو۔ گفت: مہترت (۳) گن، زر پیار و حیلہ بگذار؛ وگر نہ گھٹم گھٹتا و گھٹم تھکا شدن حلاوت ندارد۔ دانستم کہ ہموں مثل است کہ سارا (۴) دن پسا اور چینی بھراٹھایا۔ می خواستم کہ برقیج روے او (۵) نہ بینم و چپ کردہ بنشینم؛ اما قول قدیم یاد آمد کہ نرم چوب را کرم (۶) می خورد؛ بزجسم و گھٹم: اے ہنڈل بھٹو، پیپ خوردہ آلت عریاں، لندالغٹو! گوہا چھی چھی کیوں ڈالی ہے؟ کون فراخ بچنکی کی اوقات، لولی (۷) نشان؛ کھکھول برات (۸)، کبخر کی ذات، از بڑ بھس و چرچوں و غر فٹش (۹) باز نمی آئی و نمی دانی کہ مار پیچھے (۱۰) سنوار ہے۔ ہمیں زماں دو و غٹو چرغینا (۱۱) حرامی بچگاں را بفرمایم کہ بھس از کالج تو بر آرند۔ ملاے دل خستہ چوں تیور برگشتہ دید، بارفق (۱۲) و مدارا التجا کردہ، بہ یک جلمہ کہنہ اکتفا نمودہ گفت، مثل: آگ لکنتی جھوپڑی جو نلکے سولا بھ۔ آخر الامر مقہور لپد کرد و رفت۔

حرمتِ استاد کردن یہ

گفتہ جعفراتو راست پنہ

- ۱ اپنی گزر نہ ہونے کی حالت میں دوسرے کا ذمہ لینا۔ [اس کہادت میں "کانوں" کی جگہ "ذم" بھی ملتا ہے۔ اسی طرح "سائے" کی جگہ "ساتا"۔]
- ۲ مثل کا مفہوم یہ ہے کہ بڑے آدمی کی خصلت نہیں جاتی۔ برکن: کتا تیری پونچھ کبھی نہ سیدھی ہوئے۔ کلکتہ لندن: کتا تیری پونچھ کبھی نہ سیدھی ہو۔
- ۳ مہترت گن: جلدی کر [مہترت: مہترتی، جلدی]۔
- ۴ محنت بہت، حاصل بہت کم۔ [اس کہادت میں "سارادن" کی جگہ "ساری رات" بھی ملتا ہے۔] [اردو لغت]۔
- ۵ رضا: ۱۔ بر صورت قبیح او۔
- ۶ کرم: کیرا، یہاں مراد ہے گھٹن، جو اندر ہی اندر لکڑی کو کھالیتا ہے۔
- ۷ لولی: پتیا، کسی۔ لولی نشان: رنڈی کی اولاد۔
- ۸ اس نکلڑے کی معنویت کا تعین نہیں کر سکا۔ مراد وہی ہے گالی۔
- ۹ غر فٹش: غزاہٹ، کھرا، دھمکی، ڈانٹ ڈپٹ۔
- ۱۰ ذلت کے بعد عزت کے محل پر بولتے ہیں (نور)۔
- ۱۱ چرغینا: بد معاش، بد چلن، کمین۔
- ۱۲ رفق: نرمی۔ بارفق و مدارا: نرمی اور صلح صفائی کے ساتھ۔

شکوہ نامہ (۱) نَفْرِ خُود (۲) کہ دُزدی کردہ گریختہ بود

طرفہ آوازے (۳) و سخت ماجرائے کہ بگفتن عقدہ کار نکشاید و بہ نہفتن (۴) بھڑاسِ دل نہ برآید؛ علی الخصوص در چہیں وقت ناداری و عین بے کاری دنی، مُتفتنی، چَرغینہ (۵) نَفْرے بے پدرے (۶)، ماچہ خرے (۷)، فرصت یافتہ متاعِ قلیل (۸) و کثیر را گرفتہ بہ گوشہ خزید (۹)۔ قولہ تعالیٰ: **يَفْعَلُ (۱۰) مَا يَشَاءُ وَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ**۔ مثل: موئے (۱۱) پر سوڈڑے۔ مثل: کوڑھ (۱۲)

۱ عنوان کی عبارت رضا-۱، ۲ سے منقول ہے۔ کئی نسخوں میں عنوان یوں ہے: شکوہ میر جعفر از نفر خود کہ دزدی کردہ گریختہ بود۔

۲ نَفْر: معمولی درجے کا نوکر، ادنا ملازم۔

۳ آواز: آواز، شہرت (آوازہ) فارسی میں "آوازے" کلمہ افسوس بھی ہے (بہ معنی آؤخ)۔ بہ ظاہر یہاں یہ لفظ اسی مفہوم میں آیا ہے، یعنی: عجیب افسوسناک بات ہے۔

۴ نہفتن: چھپانا: فارسی میں اس مصدر کا پہلا تون مفتوح بھی ہے اور کسور بھی (نہفتن - نہفتن)

۵ چَرغینہ (چرغینا): بد معاش، بد چلن، کمین۔

۶ بے پدر: حرامی۔

۷ ماچہ خر: احمق، گدھا [بہ طور گالی کے مستعمل ہے]۔

۸ یعنی جو تھوڑا بہت سامان تھا۔

۹ خُوپدن: کسی جگہ آہستہ سے داخل ہونا (جگہ ہو یا چھید)۔ آہستگی کے ساتھ داخل ہو کر کسی جگہ چھپ جانا۔ [مراد یہ ہے کہ نفر سامان چرا کر کسی طرف چلا گیا، کہیں چھپ رہا]۔

۱۰ یہ دو الگ الگ نکلے ہیں۔ قرآن پاک میں **يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ** کئی جگہ آیا ہے: **إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ** (سورہ الحج آیت ۱۸): بے شک اللہ جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔ **كَذَلِكَ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ** (سورہ آل عمران، آیت ۴۰):

اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔ **وَ يَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ** (سورہ ابراہیم، آیت ۲۷) **إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ**

مَا يُرِيدُ (سورہ مائدہ، آیت ۱): بے شک خدا جیسا چاہتا ہے، حکم دیتا ہے۔ (ترجمے کی عبارتیں مولوی (ڈپٹی)

نذیر احمد کے ترجمہ قرآن سے منقول ہیں، طبع سبز دہم، مطبع ملبوہ عام اسٹیم پریس آکرہ)۔

۱۱ مصیبت پر مصیبت پیش آئی۔ ایک آفت تو تھی ہی، ایک اور آفت آئی۔

۱۲ آفت پر آفت [ایک تو کوڑھ، اس پر کھجلی اور فضب ہے]۔

میں کھاج۔ مثل: بے خرچی میں آتا گیلا۔

پیا جعفر! مجوش و مخروش۔ نشیدہ کہ گفتہ اند: ننگی (۱) بھلی کہ بل میں بانس۔ معاذ اللہ! اگر در
گوش بے ہوش حاکم وقت تازہ روزگار دل افکار این حرف جا کند، ندانم چه طوفان (۲) برپا کند۔ و
غم دیگر آنکہ از استماع این خبر یاراں خندہ می کنند و مارا شرمساری سازند۔ آرے (۳) یکے نقصان
مایہ، دوم شہادت (۴) ہمسایہ۔ مثل: چڑیوں (۵) مرن گنواروں ہانسی (۶)۔

۱ مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس دولت، آرام، خوش حالی سے مصیبت ملے اُس سے تو مفلسی اچھی۔ اسی مفہوم میں
یہ امثال بھی آئی ہیں (۱) ننگی بھلی کہ نینک چود۔ (۲) ننگی بھلی کہ چھینکے پانو [جامع الامثال، ص ۳۹۱]۔
(”نیل“ وہی لفظ ہے جو ”نیل مرانی“ میں آتا ہے۔ اردو میں متحدہ لفظوں میں لام اور رے کا ابدل ملتا ہے،
یہی عمل اس لفظ میں بھی ہوا ہے)۔

۲ برکن، رضا۔ ۲، ۱: طوفان غیر مکرر۔

۳ ہاں۔

۴ شہادت: کسی کے نقصان (یا برائی، خرابی) پر دوسروں کا ہنسا، مذاق اڑانا، خوشی ظاہر کرنا۔

۵ جب کسی شخص کے نقصان پر دوسرے ہنستے ہیں وہاں یہ کہاوٹ کہی جاتی ہے [اس کہاوٹ میں ترتیب الفاظ کی
کئی شکلیں ہیں: چڑیا مرن گنوارن (گنواروں) ہانسی: چڑیوں کا مرن گنواروں کا ہانسا]۔

۶ کئی نسخوں میں اس کے بعد یہ شعر ہے: ٹھگ لاگا ہے باٹ میں اور سب کے ڈالے پھانسی۔ جعفر تو مت
بھولیو کرموں لکھا سو پائے۔ آزاد برکن، رضا۔ ۲، ۱ میں یہ موجود نہیں۔ میں نے اس کو متن میں شامل کرنا
مناسب نہیں سمجھا۔ یہ ظاہر یہ کسی ناقل کا اضافہ معلوم ہوتا ہے۔

رقعہ (۱) بہ شیخ الاسلام

برائے دستک (۲) قریب موسم برسات نوشتہ بودم

حضرت سلامت! گھر گھر ایٹم الزعم فی الغمام (۳) و کڑکڑاہٹ البرق عن البہرام (۴)
 قریب رسید (۵) و ہنگامہ گھٹا گھنگھور صبح و شام و آوازِ مور بردوام (۶) سر بر کشید و آوان (۷) لرزہ
 العمارات علم الیقین گشت؛ لہذا دل وسعت طلب علی الفحیح - وَاللَّحِجَّ كَابِجٍ كَوْجِہِ ہائے چھی چھی (۸)
 آگہیں اِکراہ (۹) می و رز دواز چھینٹ چھانٹ مَضِیْقُ (۱۰) السُّوقِ كَوَزَقِ الاَشْجَارِ (۱۱) می لرزد۔ اگر

- ۱ کئی نسخوں میں اس رقعے کی ایک اور دوسرے رقعے کی عبارتوں کو مع عنوان خلط ملط کر دیا گیا ہے۔ میں نے تین قدیم نسخوں: آزاد، کلکتہ، برکن کے اندراجات کو بنیاد بنایا ہے۔ اس رقعے میں معرب ترکیبیں جو زیادہ ہیں، بہ ظاہر اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مکتوب ایلیہ (شیخ الاسلام) کی شخصیت کو ذہن میں رکھا گیا ہے۔
- ۲ دستک: پروانہ راہ داری۔ وہ تحریری اجازت نامہ جو حاکم کی طرف سے سفر کرنے والے (دالوں) کو دیا جائے۔ وہ اجازت نامہ جس میں یہ اطلاع دی گئی ہو کہ اس شخص کے لیے چٹکی کا محصول معاف کر دیا گیا۔ مہر شدہ حکم نامہ جو کسی پکھری سے جاری ہوا ہو۔
- ۳ غمام: بادل۔
- ۴ بہرام: ستارہ مزخ۔
- ۵ محولہ بالاتینوں نسخوں میں "عنقریب" ہے۔
- ۶ "بردوام" بہ ظاہر یہاں مسلسل و متواتر کے معنوں میں آیا ہے۔ یہ برجل یا یوں کہے کہ بہتر محل استعمال تو نہیں، مگر سب نسخوں میں یہی ہے۔
- ۷ آوان: وقت، ساعت۔
- ۸ چھی چھی آگہیں: گندگی سے بھرے ہوئے۔
- ۹ اِکراہ: گمن، نفرت، کراہت۔
- ۱۰ مَضِیْقُ: جائے تنگ۔ سوق: بازار۔ مَضِیْقُ السُّوقِ: بازار کے تنگ راستے۔ اکثر نسخوں میں "مَضِیْقُ السُّوقِ" ہے، مگر یہاں یہ قطعی طور پر بے محل ہوگا۔ اوپر کے جملے میں "کوچہ ہا" آیا ہے، اسی کی مناسبت سے "مَضِیْقُ السُّوقِ" لکھا گیا ہے۔
- ۱۱ درختوں کے پتوں کی طرح۔ [وَزَقِ: پتہ۔ ک: مثل، طرح]۔

دریں موسم بوند باند و موسلا دھار و تواتر الجھڑ و ابو چھار فیض حضرت بانہ (۱) نل و مددگار شود، بندہ
کود پھاند پل پارگرد۔

کشتی (۲) اُمیدِ جعفر در بھنور اُفتادہ است
ڈُ بکوں ڈُ بکوں می کند، از یک توجہ پارگن (۳)

-
- ۱ بانہ نل: زور بازو۔ ریت، مددگار [یہاں یہ لفظ آخری معنی میں آیا ہے]۔
۲ رضا-۱: کشتی مسکین جعفر۔ علوی، محمدی، پٹنہ، بیدار: کشتی جعفر زٹلی۔ رضا-۲: کشتی بے چارہ جعفر۔
۳ کئی نسخوں میں اس کے بعد یہ دوہا بھی ہے: یہ ندیا ادھک گہری تھاہ نہیں اس سچ: سچا نانوں بی کا ٹوٹی گنیا لویس
کھینچ۔ آزاد، برن، کلکتہ اور کئی دوسرے نسخوں میں یہ موجود نہیں۔ مجھے یہ کسی ناقل کا اضافہ معلوم ہوتا ہے۔

عرضداشت (۱)

مداح (۲) و خیر خواہ حقیقی جعفر زبلی، گاہے مرد و گاہے لئی، (۳) بہ جناب فیض مآب قاضی حیدر می رساند کہ زن ہائے سجا چند گستاخ، برہنہ ساق، گس فراخ، بالائے کاخ زر درخانہ نگاہ داشتہ بودند۔ بندہ بہ طرف کابل روانہ شد۔ ہر دو زناں بہ خاتہ بندہ آمدہ زیر مذکور را برداشتہ نمودند و بر یاران و ہمسایگان و گائیدگان (۴) خود تصرف نمودند۔ شوہر چندال سجا چند دعوی زر بر بندہ نہادہ معتم ساخت و از شیوہ یار پرستی و بدستی زن ہائے خود بے خبر؛ لہذا شتمہ شرح قلتبانی (۵) و وضع ڈکوتی آنہا دریں بحر طویل بیان نمود۔ بحر طویل (۶)۔

ہر دو زن ہائے سجا چند چہ مکارہ و بدکارہ و عیارہ، دھکڑ باز و لنگ ساز و طتاز، چہل (۷)، چہل و اچہل (۸)، مٹک چال و جنہال و چہنال اندو خواہان سپارا۔
روز و شب کس وہ و کپر طلب بہر غیاث و شپاشپ، با فرج لپالپ، دہند چوت بہ ہر جن

- ۱ یہ عرضداشت اور جو نظم ہے (بھو سجا چند)، یہ دونوں تحریریں ایک ہی شخص سے متعلق ہیں۔
- ۲ بعض نسخوں میں "التماس مداح و خیر خواہ حقیقی" ہے۔
- ۳ لئی: نامرد (یہ لفظ ایک رباعی میں بھی آیا ہے، چوتھا مصرع: ہر کہ گم نام زیت، لئی شد۔ اس سے حلقہ حاشیہ کو دیکھا جائے)۔
- ۴ گائیدن: جنسی عمل کرنا۔
- ۵ قلتبانی: دتوٹی (قلتبان: وہ شخص جس کی بیوی بدکار ہو اور وہ جان بوجھ کر روک ٹوک نہ کرے، بھڑوا، دتوٹ۔
- ۶ علوی اور بعض دوسرے نسخوں میں ضمنی عنوان کے طور پر یہ عبارت ہے: بحر طویل در بھو سجا چند دیوانہ کلاب ذوالفقار خاں چوکی نویس سرکار کہ گاہے ہامیر جعفر متواضع نمی شد۔
- ۷ چہل: شوخ، چہل، تیز و طرار۔
- ۸ اچہل: شوخ و شک۔

و بہ ہر بھوت، گائیدہ ہاروت و ماروت؛ نگہ دارِ دو صد ڈھینگ (۱) غپک لند و سیہ بھنڈ؛ (۲) تلے
چھید بغارا (۳)۔

زیر چندال سبھا چند بہ ہر دُنِبہ (۴) خوراند و بہ یارانِ چَرغینہ (۵) رسانند ہمیں ہر دو پند گرو،
بہ کمیں گاہ چُد گرو، بہ تماشاے نفس (۶) لکرو بفشانند دو صد مہر بہ ہر ثلثہ دُقو (۷)؛ کہ او زرنند ہدیچ
گدارا۔

بے خبر بھڑوا سبھا چند ازیں چھند (۸)، ازیں پھند (۹) کہ زن ہا دگراں رازر و نقدی
بخورانند کہ ایں مرد کہ (۱۰) خود حق دگراں جمع نمودہ و گلوے شان بریدہ بہ زن خویش سپردہ، چہ
داند کہ خورانند کساں را کہ بگایند بہ ہر صُح و مسارا۔

بھڑوا بے غیرت و ناداں کہ عیان است و نمایاں، چہ غلط داں کہ نہد تہمت زر بہ سر مردم
دیگر؛ عجب انصاف، خدارا!

۱ ڈھینگ: دھکڑا، یار، موٹا تازہ، لے قد کا۔

۲ بھنڈ: منحوس۔ بھنڈ: تمباکو وغیرہ کا پنڈا، ڈھیر۔

۳ بغارا: بڑا سوراخ، گڈھا۔

۴ دُنِبہ معروف جانور ہے، مجازاً بہت موٹے تازے آدمی کو کہتے ہیں۔

۵ چَرغینہ (چرغینا): بد معاش، بد چلن، کمین (یہ لفظ "گفتگو نامہ ملا" میں آیا ہے)۔

۶ نفس: عضو تناسل۔

۷ دُقو: مجازاً: عضو تناسل۔

۸ پھند: راز، خفیہ بات، مکر و فریب۔

۹ پھند: ترکیب، چال، مکر، فریب۔

۱۰ مرد کہ: مرد کی تصغیر بہ طور حقارت، گھٹیا آدمی۔

رُقعہ حسبِ حالِ خود

سُبحان اللہ! حالِ زمانہ چہ پُرکٹھن (۱) و چلنِ جہاں چہ پُر بھغن (۲) است۔ ہر کرا کر و فر، زیب و زاب، چڑ و پَر، ٹیپ ٹاپ بیش تر؛ اور آدر و منوہار بسیاری کنند، و ہر تر پوں کہ از و صادرمی شود، خلاصہ (۳) الموسیقار و نادرۃ الادوار گویند، و رَ بَچھ (۴) بوجھ بے حاصل را بہ کار برند۔ خواہ پالنسل ابن المینڈک، و لَدُ الکشف (۵)، ذوی التزاک و فی الحقیقت بے ادراک باشد۔ مثل: اندھلا (۶) بگلا کھائے کچھ، از ہمیں جاست۔ اگر صحیح الکلمب (۷) و آلپر وار فی الکشف بچ ادبار گرفتار آید؛ لُنڈے (۸)، بوچے (۹) بہ خاطرش نیارند و در گلی کوچہ قربتش رواندارند؛ خواہ بہ ذاتِ خود نہایت سادھو آٹھوں گانٹھ جوہر پاک و اصیل باشد۔ مثل: اندھلا (۱۰) بملّا، پھوٹی میٹ (۱۱) دریں موقع واقع است۔

حالا ہم چنیں حالتِ جعفر مسکینِ دل عزیز رو بہ کار است، کہ کم ترین اپاہجان و سرگروہ

- ۱ کٹھن، کٹھن، دونوں طرح درست ہے۔
- ۲ حغن: دکھ، تکلیف، غم۔
- ۳ خلاصہ: کسی راگ کے ساتھ لگایا جانے والا ضمنی سر۔ منتخب بہترین۔
- ۴ رَ بَچھ بوجھ: پسندیدگی، پسند۔
- ۵ کشف: کچھوا۔
- ۶ اندھلا: اندھا۔ یہ معروف مثل ہے: غافل آدمی ہمیشہ نقصان اٹھاتا ہے۔
- ۷ کلمب: خاندان، نسل، قبیلہ۔
- ۸ لُنڈا: ڈم کٹا۔
- ۹ بوچا: کن کٹا: جس کے کان کا باہری حصہ گانٹھ کی شکل کا ہو۔ جس کے کان کٹے ہوئے ہوں۔
- ۱۰ ناقص کو ناقص چیز ملتی ہے، جیسا منہ ویسا ملیدہ، جیسی روح ویسے فرشتے۔
- ۱۱ مسیت: مسجد۔

نکھتوان روزگار است۔ گاہ در ساگ (۱) مانگِ حلوا (۲) خاتونِ نفس و روح خود را در ٹھونگِ جھاننا (۳) و گاہ بہ خیالِ مُنیا (۴) و لالِ پنجرہ دار، موافقِ ایں مٹل: بھولے بسرے پی کہاں، می پردازد۔ و گاہ بوشن (۵) ”أَطْلُبُوا الرِّزْقَ بِالْيَمِينِ“ پوشیدہ ہنرِ جمیلہ می نماید۔ و گاہ خرقة ”وَمَامِن (۶) دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا“ را پوشیدہ، در پٹھورہ (۷) ”أَلْقَبُ مِفْتَاحَ الْفَرَجِ“ می درآید۔ و گاہ بر اصحابِ الْفَجْرِ وَالْمَهْرُوكِ تِير (۸) می زند، و گاہ بہ اربابِ الْهَرْدِكِ وَالْجَهَانِجِ (۹) مُنڈ بھیر می نماید۔ و گاہ چوں اَلْجَبْرِ اَمْدَانِ قِضَا وَقَدَّرَ رَاضِي بِرِضَايِ شُوْد، و گاہ ڈوباکِ الشَّرِّه (۱۰) و بہ بحرِ الْفِكْرِ تَحْتِ الْتَرِي مِي گرود۔ و گاہ تُوبِ الْعَمَلِ، مِنْ ظِلِّ سِيَاهِ ”مَنْ (۱۱) جَدَّ فَوَجَدَّ“ بر مُنڈ اسے (۱۲) امید می نہد، و گاہ در بلادِ ”جَفَّ الْقَلَمُ“ (۱۳) بِمَا هُوَ كَائِنٌ“ گھر واپہ (۱۴) جاوید می نماید۔

- ۱ ساگ: تمثیل، کھیل، تماشا، بہروپ۔ [”مانگ“ یہاں بہ طورِ تابع مہمل آیا ہے]۔
- ۲ حلوا خاتون: کاٹھ کی وہ چھوٹی چھوٹی پتلیاں جنہیں فقیر لباس پہنا کر بچوں کے سامنے انگلیوں پر نچاتے اور لڑاتے پھرتے ہیں: اَخْتَوَيْتُو۔
- ۳ جھونگ جھاننا: لڑائی میں ایک دوسرے کے بال پکڑ کر کھینچنا، مارنا، سخت لڑائی ہونا۔ یہاں نفس و روح، یعنی ذہن اور عمل کی کشمکش مراد ہے، کیسے شخص کو کیسا کام کرنا پڑ رہا ہے۔
- ۴ مُنیا: لال کی مادہ
- ۵ زرہ۔ لوہے کا صدی نما طلقے دار لباس جو جنگ کے موقعے پر پہنا جاتا تھا۔ ڈھونڈ (۱۱) رزق داہنے ہاتھ سے۔
- ۶ مفہوم یہ ہے کہ ہر جان دار جو زمین پر ہے اُس کا رزق اللہ کے ذمے ہے۔
- ۷ پٹھورہ: بیٹھنے کی جگہ، آرام گاہ۔ صبر، مسرت و کشادگی کی گنجی ہے۔
- ۸ مراد یہ ہے کہ اعتراض کرتا ہے، بجویں لکھتا ہے۔
- ۹ جھانجھ: بے حد خواہش، بے تابی، مباشرت کی تمنا۔
- ۱۰ شَرِّه: لالچ، حرص۔
- ۱۱ جس نے کوشش کی، اُس نے پایا۔ (اصل قول میں ”وَجَدَّ“ ہے۔ سب نسخوں میں ”فوجد“ ہے، انہی کی مطابقت اختیار کی گئی ہے)۔
- ۱۲ مُنڈ اساً: صاف، پگڑی، دستار۔ یہاں بہ طورِ مجاز سر کے معنی میں آیا ہے۔
- ۱۳ حدیث ہے: جو کچھ لکھا جاتا تھا اُس کو لکھ کر قلم سوکھ گیا۔ مراد یہ ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ لکھا جا چکا ہے، اب اُس میں ترمیم یا اضافہ ممکن نہیں۔
- ۱۴ گھر واپا: گھر کی تصغیر حقارت کے ساتھ۔ معمولی گھر (آصفیہ)

کجا جواں مردے کہ فرورفتہ باوری (۱) نیستی و نکال (۲) را دست گیرد و ہر تال خوردہ ہے جمعیتی را آدھار (۳) و استقلال (۴) بخشد، و کو صاحب دردے کہ ٹھگی (۵) خوردہ دکھڑا و تلاوری (۶) کربت و جنجال را اماں دہد، و چنڈول (۷) ڈانواڈول عناصر البھول را برٹھکانا رساند۔ یا ایہا الذہیان و الکلیان و القلیل و قال! بر مثالِ ایں بیت (۸):

اہل دنیا بک بک جھک جھک، قیل قال اوسر چوکی ڈومنی گاوے تال بے تال
معذور فرمائند و پر یکھا (۹) نہ نمائند، بریں کہاوت: اونٹ رے اونٹ تیری کون سی جاگہ
سیدھی ہے۔

دریں دنیا اگر مغرور گردی کرامت (۱۰) از خدا مجبور گردی

- ۱ باوری: باولی۔
- ۲ نکال: سخت عذاب، شکنجے میں کسنا کسی کو، سخت سزا دینا۔
- ۳ آدھار: سہارا، آسرا۔
- ۴ استقلال: سکون، اطمینان۔
- ۵ ٹج اور ٹچا کا کے معنی ہیں: تلوار، چھری وغیرہ کے گوشت میں گھسنے کی آواز۔ میرا خیال ہے کہ جعفر نے "ٹجی" اسی مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ ٹجی خوردہ دکھڑا سے مراد ہے دکھوں کے زخم کھایا ہوا۔
- ۶ تلاوری، تلاوڑی: سرہند کے پاس ایک مقام کا نام، جہاں رہ زنی ہوتی تھی، بہت لٹیرے رہتے تھے۔ مجازاً ہر خطرناک جگہ کو کہنے لگے (سودا نے جو کوتوالِ دہلی میں لکھا ہے: راہ دیکھی جو ہم نے چاوڑی کی: ختم ہے رہ زنی تلاوڑی کی)۔
- ۷ چنڈول: ایک طرح کی پاکی (جسے کبار اٹھاتے تھے)۔ یہاں مراد یہ ہے کہ مسرت و اطمینان کے جو عناصر قدرت میری طرف آنے کا راستہ بھول گئے ہیں (عناصر، گویا پاکی بردار ہیں جو راہ بھول کر صحیح ٹھکانے پر اب تک نہیں پہنچے) کوئی ایسا ہے جو ان کو صحیح ٹھکانے پر پہنچا دے۔
- ۸ کسی نسخے میں "بیت" ہے کسی میں "ابیات"۔ یہاں ان میں سے کوئی لفظ بر محل نہیں ہے۔ اسے دو اقوال کا مجموعہ ماننا چاہیے۔ میں نے "بیت" کو بدلنا درست نہیں خیال کیا، اسی لیے اسی کو نقل کر دیا ہے۔ وضاحت یوں کی ہے کہ صورت حال واضح ہو جائے۔
- ۹ پر یکھا: گلہ شکوہ، الزام دینا۔
- ۱۰ سب نسخوں میں "کرامت" ہے۔ میں اس شعر کی تخریج نہیں کر سکا۔ معلوم نہیں "کرامت" کسی شاعر کا تخلص

بہ کمال الدین (۱) خاں نوشتہ بودیم

التماس (۲) فقیر خستہ حال و نثر و ٹوں، بے زبان و بخت زبوں، شکستہ بال و کلڑوں کوں
میر جعفر چرخ (۳) چوں آنکہ، نواب صاحب قبلہ! سلامت۔
فقیر از میر بھیہ دور اختلاف و کج کچاہٹ الوقت پر گزاف (۴) ٹھور و ٹھانو ہم گانور را
گذاشته، ”آگے دوڑ پیچھے چھوڑ“ نمودہ، در خیال و اشتعال ”گھر چھوڑ حظیرہ (۵) قائم“ پرداختہ،
مثل غول ڈانواڈول، سراسیمہ وار، با یک ستھنی (۶) و دستار از لشکر ظفر آثار برآمدہ، فتح فتح سناں
در چھیرہ ارض..... روزگار در اُفتادہ۔ از قریب اصحاب السہاڑ و التتور و ارباب الجدال (۷)
و الہفکور احتر از نمودہ، دامن ملاپ فراہم کشیدہ، از بھونک بھانک کلاب (۸) سراسیمہ گشتہ؛

ہے یا اصلاً یہاں کوئی اور لفظ تھا۔

- ۱ آزاد: حسب حال خود۔ برکن: رقعہ میر جعفر: بیدار: رقعہ بہ کمال الدین دادہ بود۔ (میں نے کلکتہ کی مطابقت اختیار کی ہے)۔
- ۲ بیدار: التماس سخت حال و نثر و ٹوں بے پرو بال کلڑوں کوں آنکہ نواب صاحب گانز پھاڑ بے چارگاں و کار ساز اودھ ماندگاں سلامت۔ (مختلف نسخوں میں اس رقعے میں اختلاف متن بہت ہے، غلطی ہائے نقل مزید برآں۔ بیدار کی جو عبارت نقل کی گئی ہے، یہ محض بہ طور مثال ہے، اسی سے اختلاف متن کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ناقلین نے اضافے اور تحریف سے خوب کام لیا ہے (جیسے ”گانز پھاڑ بے چارگاں“) میں نے اپنے مقررہ طریقہ کار کے مطابق تین قدیم ترین خطی نسخوں: کلکتہ، آزاد، برکن کی مطابقت اختیار کی ہے)۔
- ۳ چرخ چوں: ڈھیلے انجری پنجر والا چوں چوں بولتا ہوا، کھٹارا۔
- ۴ گوف، گوف: بیہودہ، ہرزہ (فرہنگ فارسی)۔
- ۵ حظیرہ: قبرستان کی چہاردیواری، مجازاً: قبرستان۔ گھر چھوڑ حظیرہ قائم: مکان چھوڑ کر جھونپڑے میں رہنا۔ نفع چھوڑ کر نقصان کی طرف دوڑنا۔
- ۶ ستھنی: پاجامہ۔ تنگ پاجامہ، حقارتنا چھوٹے، تنگ پیجامے یا بچوں کے پیجامے کی نسبت زیادہ بولتے ہیں ستھا، ستھنی (آصفیہ)۔
- ۷ جدال: لڑائی۔
- ۸ کلاب، کلب کی جمع: کتے۔

گوشِ هوش را بر آهت و کهنکتابتِ سُم سمند کیتی نورد داشته، منتظر حصول شرف و سعادتِ ملازمتِ
کثیر المقصود بود۔

حالا به ره نمونی بھاگ و سہاگ، ناله و پوکھر فلاکت و بیہڑ و جوہڑ ہلاکت را پتنگ وار
چھلنگ (۱) زدہ، بریں چوکھٹِ نردھن (۲) نواز، منڈاسہ (۳) عجز و گدائی را فرسودہ، تا بہ مطلبِ
اعلیٰ برسد۔

۱ چھلنگ: چھلانگ۔

۲ نردھن: مفلس۔

۳ منڈاسا: پکڑی، صاف۔ مجازاً: سر۔

رُقعہ

مہبت (۱) راسخ الہیت! سلامت۔

بعد از تمناے دیکھا دکھائی (۲) مشہود (۳) ضمیر خلتِ تخمیر (۴) آں کہ رُقعہ گرامی و

نمچہ (۵) عظامی کہ دربابِ حسب و نسب و صورت و سیرت ذات والا صفاتِ دختر مرزا کائنات

۱ مختلف نسخوں میں اس عبارت میں خاصے اختلافات سامنے آتے ہیں اور واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ بعض نکلے ناقلین کا اضافہ ہیں یا نتیجہ غلط نگاری ہیں۔ ذیل میں بہ طور مثال چھ نسخوں کے اختلافات درج کرتا ہوں: پٹنہ: راسخ المیت، ثابت الہیت، نائب المیت، اہل الکھونٹ و الہیریت۔ علوی: راسخ المیت، ثابت الہیت، اہل الکھونٹ و الترتیب۔ سبھی: راسخ الہیت، ثابت الہیت، اہل الکھونٹ و الترتیب۔ آزاد، برکن: راسخ الہیت، ثابت المیت، اہل الکھونٹ و الہیریت۔ ادبیات: راسخ الہیت، نائب المیت، اہل الکھونٹ و الہیریت۔

پہلا نکلوا "راسخ الہیت" چار نسخوں میں ہے اور بہ لحاظ معنویت درست ہے۔ دو نسخوں میں "راسخ المیت" ہے اور معنویت کے لحاظ سے یہ درست نہیں۔ دوسرے نکلے کی کئی شکلیں سامنے آتی ہیں: ثابت الہیت، ثابت الہیت، ثابت المیت، نائب المیت۔ ان میں سے کوئی بھی نکلوا بر محل نہیں۔ "ثابت الہیت" یوں بر محل نہیں کہ لفظ "پیت" پہلے آچکا ہے (راسخ الہیت)۔ تیسرا نکلوا اہل الکھونٹ یا اہل الکھونٹ قطعی طور پر بے محل ہے۔ صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قافیہ بندی کے خیال سے ناقلین نے بہت کچھ دخل دیا ہے۔ میں نے پیش نظر سبھی نسخوں کی عبارتوں کو سامنے رکھ کر، زائد اور بے محل نکلوں کو الگ کر کے بہ لحاظ معنویت صحیح اور بر محل عبارت کے تعین کی کوشش کی ہے۔ اس سے بہتر کوئی صورت میری سمجھ میں نہیں آسکی۔

۲ علوی: دیکھا دکھی۔ سبھی، ادبیات، پٹنہ، بیدار: دیکھا دیکھی: آزاد، برکن: دیکھا دکھائی۔ میں نے "دیکھا دکھائی" کو مرخ خیال کیا ہے۔

۳ مشہود: حاضر کیا گیا، ثابت کیا گیا، ظاہر، موجود، مقصود (آصفیہ۔ نور)

۴ کئی نسخوں میں "خلت تصویر" ہے۔ خلت: دوستی، محبت۔ ضمیر خلتِ تخمیر: وہ دل جس کا خمیر محبت اور دوستی سے اٹھا ہے جس کے خمیر میں دوستی اور محبت شامل ہے۔

۵ نمچہ: خط۔ عظامی: "عظام" جمع ہے عظیم کی؛ بڑے، بزرگ۔ نمچہ عظامی: بزرگی رکھنے والا خط، قابل احترام خط۔

مرسول (۱) داشتہ بودند، بہ وصول آں مَعْرَ ز گردید۔ از اِعْزَاة قُرب و خوار، اِزوسی پڑوسی، گنجوا و گھوسی مفصل و بہ وجہ احسن تنقیح (۲) و تحقیق شدہ کہ چرخینی (۳) کرودھنی (۴)، قد کی یونی؛ یاوہ گو (۵)، زشت رو (۶)، شیدخو، لٹی، بلٹی، باگڑلی (۷)، رنگ نیلا، رخت (۸) ڈھیلا، چپا (۹) گیلا؛ آن بھاوئی، کس مرادنی، پُرفنی (۱۰)، گُرسنی (۱۱)، دل کی کڑی، صورت کی بُری، جیسے تنگ، ابرو غُج پچے (۱۲)، لب ہشتہ (۱۳)، چوچیاں لُج لُج (۱۴) قابلِ تھلم تھال و لائقِ تھلم تھال (۱۵)؛

- ۱ مرسول داشتہ بودند: بھیجا تھا۔
- ۲ تنقیح: تلاش و تحقیق، چھان بین۔
- ۳ چرخینی: کینسی، بدچلن۔
- ۴ کرودھنی: غصے والی، طیش میں آجانے والی، غضب ناک۔
- ۵ یاوہ گو: بیہودہ باتیں کرنے والا (والی)۔
- ۶ زشت رو: بدصورت۔

۷ لئی: نامرد، ہجڑا، زرخا (آصفیہ)۔ مولف نور نے ”نیلی گھوڑی“ کے ذیل میں لکھا ہے: ”ڈھالی کھتیں کا گھوڑا کاغذ اور کپڑے سے منڈھ کر بناتے ہیں اور اسی کو زیرِ ران رکھ کر بھیک مانگتے پھرتے ہیں، اُس کو ”بلٹی گھوڑی“ بھی کہتے ہیں۔ جعفر نے ایک قطعے میں لکھا ہے:

جعفر! شکر کن کہ در عالم جا بہ جا نام تو زبلی شد

شہرت مرد بہتر از ہر قسم ہر کہ گم نام زیت، لئی شد

میرا خیال ہے کہ یہاں ”لئی“ ایسی عورت کے لیے آیا ہے جو پھوہڑ اور بے وقوف ہو۔ ”بلٹی“ اور ”لئی“ تقریباً ایک ہی مفہوم کو ادا کرتے ہیں۔ باگڑلی: ڈراونی شکل کا ایک قسم کا بڑا پتلا، مُرادا: بچوں کو ڈرانے کا ایک نام جس سے خوفناک اور مہیب شکل کا تصور ہوتا ہے (آصفیہ)، باگڑلی: ڈراونی صورت شکل کی۔

۸ رخت: لباس، پوشاک، ہیئت، دمج، ٹھاٹھ، یہاں کنایتاً بدن مراد ہے۔

۹ فرج کے اندر کا ابھرا ہوا گوشت (آصفیہ)۔

۱۰ پُرفن: چالاک، مکار، عیار۔

۱۱ زونی صورت (گرنا: سسکیاں لے کر رونا، دم بند کر کے رونا)۔

۱۲ ابرو (بھروس) کے لیے بہ طور تحسین ”بتی بھویں“ آتا ہے: ملی ہوئی، گھنی؛ لُج پچے ابرو اُس کا متضاد ہوا۔

۱۳ لکے ہوئے (کشتن: چھوڑنا، ہشتہ: چھوٹے ہوئے یعنی لکے ہوئے)

۱۴ برہنہ۔ ۱۵ آزاد: قابلِ تسلیم پال۔

سزاوارِ اتصال (۱) نیست۔ اصلاً (۲) یہ گفتہٴ دلّالہٴ محتملہ (۳) فریب و بُجا (۴) نخورند۔ پرستار (۵)
زادی نہایت اُدماقی (۶) است۔ بیت:

گر ضرورت بود روا باشد
بے ضرورت چنیں خطا باشد (۷)

۲ اتصال: پیوستگی، لگاؤ، قرب، وصل۔ یہاں مراد ہے جسمانی قربت۔

۳ ہرگز

۴ مکار

۵ دھوکا، فریب، جھانسا۔

۶ لونڈی کی اولاد۔

۷ اُدماقی: بیہودہ عورت، شہوت پرست، بدمست۔

۸ برکن میں اس سے پہلے یہ شعر ہے:

پرستار زادہ نیاید بکار اگرچہ بود زادہٴ شہریار

یہ کسی اور نسخے میں نہیں اور یہاں قطعی طور پر بے محل بھی ہے۔ میری رائے میں یہ ناقل کا اضافہ ہے۔ اُس نے ”پرستارزادی“ کے جوڑ پر ”پرستارزادہ“ والا معروف شعر نقل کر دیا۔

رُقْعہ (۱) بہ جمال الدین خاں پسرِ نواب کمال الدین خاں

خان (۲) عالی شان! سلامت۔

دختر حمید خاں (۳) چٹاخہ شادمانی و پٹاخہ بارہ بانی است (۴)۔ گوہر (۵) آن بیدہ و جوہر
بے چھید۔ آنھوں (۶) گانٹھ اصیل و جوہن (۷) بے تمثیل دارد۔ بلند بالا، سیزدہ (۸) سالہ؛
چھب (۹)۔ شیریں لب؛ شکر خند (۱۰)، پورن چند (۱۱)؛ ہرگ لوجن (۱۲)، دل و بوجن؛ ساجدہ و
پارساست، پذیرفتن (۱۳) مبارک و برجاست۔

۱ پیش نظر نسخوں میں عنوان کی عبارت مختلف ہے۔ میں نے ادبیات کلکتہ، بمبئی کے مطابق عنوان اختیار کیا ہے۔

۲ پٹنہ، علوی، رضا۔ ۲۰۱۔ بیدار: محمدی: خان حیوان شان سلمہ الشیطان۔

۳ مذکورہ بالا نسخوں میں: دختر چٹھی خانم۔

۴ بانی: آواز (یہ لفظ "پٹاخہ" کی رعایت سے آیا ہے)۔ پٹاخہ چٹیل، شوخ و شنگ، طرح ولد (نوعمر خوب صحت لڑکی کے لیے)۔

۵ کئی نسخوں میں "گوہر پاک و جوہر ناپاک" ہے۔ بہ لحاظ معنویت "ناپاک" یہاں قطعاً بے محل ہے۔ کلکتہ میں

"گوہر بیدا" اور بمبئی میں "گوہر آبیہ" ہے۔ حسن اتفاق سے قائم چاند پوری نے اپنے تذکرے مخزن نکات

میں جعفر کے احوال میں اس خط کی کچھ عبارت درج کی ہے۔ اُس میں یہ لکھا بھی ہے اور اس عبارت میں

"گوہر آن بیدہ" اور "جوہر بے چھید" ہے (مخزن نکات مرتبہ ڈاکٹر افتداحسن خاں۔ ناشر: مجلس ترقی

ادب لاہور)۔ یہ بامعنی اور بر محل لکڑے ہیں۔ ان کو دیکھ کر یہ بھی معلوم ہوا کہ "بیدا" اور "آبیہ" دراصل

"ان بیدہ" کی بگڑی ہوئی شکلیں ہیں۔ "ان بیدہ" سے مراد ہے: دوشیزہ (جس کے موتی میں ابھی تک

سوراخ نہیں کیا گیا، جسے بیدھا نہیں گیا)۔ بیدھنا: سوراخ کرنا، چھیدنا (اردو لغت)۔

۶ آنھوں گانٹھ: کھل طور پر، ہر طرح سے۔

۷ جوہن: اٹھتی جوانی، چڑھتی جوانی، خوب صورتی، حسن و جمال (آصفیہ)۔ [اساتذہ لکھنؤ نے اسے پستان

(عورت کی چھاتیاں) کے معنی میں استعمال کیا ہے، جیسے: آنکھیں دکھلاتے ہو، جوہن تو دکھاؤ صاحب: وہ

الگ باندھ رکھا ہے جو مال لٹھا ہے]۔ بے تمثیل: بے مثال۔

۸ سیزدہ: تیرہ۔

۹ کوشش کے باوجود حلقہ لفظ پڑھنے میں نہیں آسکا۔ نقطے اس توقع پر لگائے ہیں کہ شاید کوئی ایسا نسخہ کبھی مل

جائے جس میں یہ لفظ خوانا ہو۔

۱۰ شکر خند: مسکراہٹ جو میٹھی، ہلکی اور پرکشش ہو۔ یعنی وہ جس کے تہنم میں مٹاس ہے، کشش ہے۔

۱۱ پورا چاند، ماہ کامل، چودھویں کا چاند۔

۱۲ ہرن جیسی آنکھوں والی، آہو چشم (ہرگ: ہرن: لوجن: آنکھ)۔

۱۳ پذیرفتن: قبول کرنا۔

ہجو (۱) دختر مرزا ذوالفقار بیگ کوتوال دہلی

اس ذکریت در بیان آنکہ دختر مرزا ذوالفقار بیگ، بغارہ بانونام، مدخولہ خاص و عام، مفعولہ روم و شام، نطفہ احتلام، ریم الارحام (۲)، معمولہ ازدحام، مشغولہ جمہور الانام، مقبولہ خواجہ و غلام، بنت الحرام، لعنت اللہ علیہا و علی والدیہا بردوام بلکہ الی یوم القیام؛ بالغہ، بالغہ (۳)،

۱ کلکتہ: ہجو دختر ذوالفقار خاں فوجدار و کوتوال دہلی۔ برلن: ہجو دختر مرزا ذوالفقار خاں فوجدار و کوتوال شاہ جہاں آباد۔ علوی: شرح نسبت دختر مرزا ذوالفقار بیگ کوتوال اکبر آباد (ہم نے آزاد کے مطابق عنوان رکھا ہے)۔

۲ ریم: پیپ: ارحام: رحم (عورت کی بچہ دانی) کی جمع۔

۳ معانی الفاظ: بالغہ: فحش کلامی کرنے والی، بدکار، بے وقوف۔ کاتبہ: چمٹنے والی۔ عاجلہ: جلد باز۔ ہازلہ:

بیہودگی کرنے والی، بکواس کرنے والی۔ جادلہ: لڑاکا: قابلہ: دانی، خاملہ: بے قدر، گم نام۔ طامعہ: لالچی۔

خامعہ: بچو۔ لنگڑا کر چلنے والی۔ قلمعہ: آنکھوں میں درم یا خرابی والی۔ غائمہ: بہت پیاسی۔ لائمہ: ملامت

کرنے والی۔ خائمہ: بزدل، نافرمان۔ نامہ: اونگھنے والی، سونے والی، موت۔ سانپ۔ خاصمہ: جھگڑالو،

ساہتھ: بوسیدہ۔ بارقہ: مصیبت، تھوکنے والی، دراز قد۔ غاسقہ: منہ پھٹ۔ سیاہ، تاریک۔ لاعقہ: چپکنے والی،

چمٹنے والی۔ طالقہ: آزاد، شوہر سے جدا حارقہ: غضب ناک، غصے میں دانت پینے والی۔ ساروقہ: چوری کرنے

والی۔ حارصہ: چھیلنے والی، پھاڑنے والی۔ زخم جو کھال کو پھاڑ دے۔ کاذبہ: جھوٹی۔ حارسہ: رات میں

چوری کرنے والی۔ نگہبان۔ کاسبہ: کمائی کرنے والی۔ غالباً اردو کے لحاظ سے کسی کے مفہوم میں استعمال کیا

ہے۔ شاربہ: پینے والی، سیراب، پیاسی۔ جاربیہ: کنیز، باندی۔ عاریہ: عریاں، نگلی۔ عاصیہ: نافرمان، مخالف۔

طالیہ: پیلے دانتوں والی، ثقل زبان والی۔ لاغیہ: بیہودہ بکنے والی۔ جالیہ: جس کے سر کے اگلے حصے کے بال

اڑ گئے ہوں۔ ناقصہ: کاملہ کی ضد۔ خائنے: خیانت کرنے والی۔ راہزہ: مجازاً حرکت کرنے والی (ہم بستری

کے قت)۔ باہرہ: بہتان باندھنے والی، غالب۔ فاجرہ: زناکار، گناہ گار، جھوٹی۔ زاجرہ: روکنے والی، ڈانٹنے

والی، چلا کر دھتکارنے والی۔ ناظرہ: نگہبانی کرنے والی۔ خادیرہ: ست، کابل۔ قابیہ: تنگ نیتوں والی۔

ساہرہ: کم نیند والی، بیدار رہنے والی۔ شاغرہ: دھتکارنے والی۔ وہ زمین جس کا کوئی محافظ نہ ہو۔ فاسدہ:

خراب، بگڑی ہوئی۔ کاسدہ: کھوٹی، جس کی کسی کو خواہش نہ ہو، بے رواج۔ حاسدہ: حسد کرنے والی، برا

چاہنے والی۔ فاجسہ: بدکار، زانیہ۔

کابلہ، جابلہ، کاتلہ، عاجلہ، ہازلہ، جادلہ، قاپلہ، خامبلہ، طامبلہ، خامبلہ، قلمبلہ، غامبلہ، غامبلہ، لائبلہ،
 خائبلہ، نائبلہ، خاصبلہ، عاشقلہ، فاسقلہ، ساسقلہ، باسقلہ، غاسقلہ، شائقلہ، لائقلہ، ناطقلہ، طائقلہ، حارقہ، سارقہ،
 حارصہ، کاذبہ، حارسہ، کاسبہ، شاربہ، جاریہ، عاریہ، عاصیہ، طالیہ، لاغیہ، جالیہ، ناقصہ، خائصہ، رابزہ،
 باہرہ، فاجرہ، زاجرہ، ساحرہ، ناظرہ، خادِرہ، قانیہ، زانیہ، ساہرہ، شاعرہ، فاسدہ، کاسدہ، حاسدہ،
 فاحشہ شدہ۔

چوں کار خیر است، لہذا چند گندا پر آگندہ کہ بہ نام چیچہ (۱) چرچی، طویچی، باسچی، دغریچی،
 پنرچی، سفرچی، باغچی، صافچی، طاچی، بارچی، کلچی، ماہچی ادا کردہ باشد، و ہر بندہ خدا کہ مینا کبر و
 کذب خایہ داشتہ باشد؛ نقد شہوت و امساک خود را امداد نماید (۲)، تائلی پُر خیل بہ نام او بہم ساختہ،
 بالشکر شیاطین گٹھ جوڑ کردہ دادہ شود، امر ثواب است۔ کون نمسکان و کیر کریمیاں دراز باد، بہ
 حرمت الکوز و الپاد۔

۱ چیچہ: گوشت کا ابھرا ہوا گھنڈی نما ککڑا جو فرج کے دونوں پاکوں کے بیچ میں ہوتا ہے: ثنا۔ اس کے بعد
 کے سب لفظ بہ طور قافیہ بندی آئے ہیں۔

۲ امداد نماید: عطا کرے، دے دے۔ [ان سبھی الفاظ کے معانی میری درخواست پر عزیز مکرم ڈاکٹر ظفر احمد
 صدیقی (شعبہ اردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) نے لکھ کر بھیجے ہیں۔ ان کا ممنون ہوں۔]

رقعہ سید اہل کہ از نارنول فرستادہ (۱) بود

پناہ بڑائی و چوڑائی میر جعفر ز ثانی بڑے بھائی! ہر روز از یاد حق سکھی باشند۔ از سید اہل بعد از ادھک جوہار (۲)، بسیار آدر (۳) و منوہار (۴) بے شمار اوجھل و مخفی نماند کہ پریت آں ہم وطن و امنگ و اشتیاق ملاقات آں یکہ آفاق از حد پد گھٹ (۵) نیٹ (۶) بیرون و از جہت اندیشہ (۷) نہایت افزوں۔ لیک بہ موجب آں کہ کلک ابر مرھون (۸) یادقاہما، دو آنچھر می نگارد کہ بعضے بد بختان کافر، گدہ (۹)، بے بوجھ، مرتد، غیب، در جوے خودی چون غوک (۱۰) ازندی، ٹرٹر کردند و اکھاڑ پچھاڑ کردند۔ در نارنول ٹھیکا ٹھاک بودم۔ بعضے ٹرٹون پتر چون براے ایں نیٹ مہربان از دہان کون نشان چون گوز پڑ پڑ بر زباں می آورند۔

- ۱ رضا-۱: نوشتہ بود۔
- ۲ جوہار: کورنش، نمشکار، پائے لاگن (سلام کے طور پر پانو چھوٹا)۔ ادھک: بہت۔
- ۳ آدر: عزت، تعظیم۔ اصل لفظ ”منوہر“ ہے: اچھی خواہشات، نیک تمناؤں۔ لکھنے والے نے یہ طور خود اس کی جمع بنالی ہے۔
- ۴ پد گھٹ: ظاہر، نمودار (از حد پد گھٹ نیٹ بیرون: بیان سے باہر)۔
- ۵ اندیشہ: خیال، فکر۔
- ۶ نیٹ: مکمل طور سے، کلی طور پر۔
- ۷ ہر بات اپنے وقت پر ہوتی ہے۔
- ۸ آنچھر: حرف۔ وہ کلمہ یا بول جس کا خاطر خواہ اثر ہو۔ منتر۔ جادو کے بول۔ یہاں مطلق ”لفظ“ کے معنی میں آیا ہے۔ (”حرف“ بھی لفظ کے معنی میں آتا ہے)۔
- ۸ بیدار: دو آنچھر تازہ ایں کہ۔
- ۹ گدہ (گڈا): سنگ دل، شقی۔
- ۱۰ غوک: مینڈک۔

زبل تیری جعفر! جہاں گیر شد زبل گفتن اندر توئی میر شد (۱)
 سدا دندان تا دریں پختہ (۲) رہ ارے دنت (۳)، چو دنت (۴)، مہ مفت (۵) رہ
 امید کہ خود دریں بنیا (۶) ہادی بودہ از خط کتابت بھول جانا روا ندارد۔
 نام حق روز و شب پکارا کر خط کتابت کو بھی پکارا کر (۷)

-
- ۱ سب نسخوں میں یہی ہے۔ "توئی میر شد" بے معنی لکڑا ہے۔ میں یہ محتمل نہیں کر سکا کہ اصلاً یہاں کیا تھا۔
 - ۲ پختہ (پنت): راستہ، طور طریق، مسلک۔
 - ۳ دنت: نیزے کی نوک، پہاڑ کی چوٹی (مراد یہ ہے کہ اسی طرح کارگر اور سر بلند رہو)۔
 - ۴ چو دنت: بہادر، دلیر۔
 - ۵ اس لفظ کے معنی میں معلوم نہیں کر سکا۔
 - ۶ بنیا: پگڈنڈی، وہ پتلا سا راستہ جو کھیتوں، میدانوں میں لوگوں کے آنے جانے سے بن جاتا ہے۔
 - ۷ شیرانی صاحب نے پنجاب میں اردو میں جعفر زبلی کے احوال کے تحت لکھا ہے: "غزل ذیل سید اہل کا نمونہ کلام ہے جو ایک بیاض نوشہ عہد محمد شاہی سے نقل کی جاتی ہے۔" اس غزل میں سات شعر ہیں، مطلع و مقطع نقل کیا جاتا ہے:

زخار نہ بہار جن رونق چمن یا گل گلاب کا کہوں یا لالہ یا سخن
 بر تو سن کرشمہ سوار است نازنیں سید اہل زیادہ دیدار او سخن

جواب (۱) رقعہ سید اہل

شنو اے سخن داں برادر عزیز
 کتابت فرستادہ بودی، رسید
 اگرچہ منم در زہل نامور
 بہ فکر دقیق تو صد آفریں
 بہ دیدار (۲) تو گشتہ ام بے قرار
 منم کم تریں بندہ شاگرد تو
 کپٹ کھوٹ تیرے سخن میں نہیں
 ہمارا تمہارا اگر ہو ملاپ
 سخن گرچہ چوں دُر، لالی بود
 چو (۳)..... من و تو ہم است از وطن
 فرستادہ شعر خود باصلاح
 بہ دیدار تو دل تپیدن گرفت
 خدا در جہانت گرامی کند
 تجھے دے خدا پھول پھل، دودھ پوت
 وہ سبحان ہے پاک پروردگار
 اہل نارنولی توئی باتمیز
 ترا عمر بادا و دولت مزید
 تو ہم سفتہ خوب سلگ گہر
 بہ تحسین تو ساکنان زمیں
 ملاوے مجھے اور تجھے کردگار
 شب و روز در یاد و در ورد تو
 سخن فہم تجھ سا نہ دیکھا کہیں
 تو گاویں خوشی ساتھ باہم الاپ
 ولے جاے استاد خالی بود
 ہی خواہمت نامور ہر زمن
 بہ نزد من نحتہ بے گناہ (۴)
 زجر تو غم سرکشیدن گرفت
 بہ فضل و کمالات نامی کند
 بہ فرمان کئی الذی لا یئوت
 اسی پر کروں جان و تن میں نثار

۱ چونکہ یہ تین نثری رقعوں سے متعلق نظم ہے، اس لیے اس کو یہاں ان نثری رقعوں کے ساتھ ہی رکھا گیا ہے، تاکہ بے ربطی پیدا نہ ہونے پائے۔

۲ کئی نسخوں میں مصرع اول، مصرع ثانی ہے۔ میں نے بیدار، بہمی کی مطابقت اختیار کی ہے۔

۳ اس مصرعے کا متن متعین نہیں ہو سکا۔ سبھی نسخوں میں ”چو شرم من تو“ لکھا ہوا ہے۔ صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ”شرم“ یہاں بے محل ہے، کوئی اور لفظ ہوگا۔ ”ہم است“ بھی توجہ طلب ہے۔ میں نے بہ طور خود الفاظ لکھنا مناسب نہیں خیال کیا، اس بنا پر نقطے رکھے گئے ہیں۔

۴ احتیاطاً یہ وضاحت کی جاتی ہے کہ سبھی نسخوں میں ”بے گناہ“ ہے۔

التماسِ سیدِ اہل

التماس و ہانک پکار سید اہل بیگانہ رزگار، بہ حضورِ قبا پوشان و چادر اندازاں آں کہ:
 شکوتا ہوں میں از ترسِ زمستاں چو طفل از ترسِ ملا در دبستاں
 ہمن غر با او پر سرما کرے خشم نہیں گھستا دوشالہ پوشوں (۱) کی پشم
 سردی سرما مانند گنہ گار دست و پا (۲) بستہ، و ایں بے سامان مانند او لامارے سر کے در
 گوشہ نشستہ۔ ہر چند ایں مسکیں مانند بانکاہاے دہلی در یک جامہ می اکڑد (۳) و لیکن اکڑد مڑوڑ با
 تھر تھر پیش نہ می رود، و ذکیل (۴) گزاری نہ می شود۔ بالضرور بہ حضورِ آں آفتابِ آکاش سید اہل
 یہ عرض کرے ہے:

سورج سورج! دھوپ دے، تیرا چھڑا کچھٹوا جڑائے ہے۔

۵

۱ بعض نسخوں میں ”دوشالے والوں“ ہے۔ میں نے برکن، بیدار، جہنگی کی مطابقت اختیار کی ہے۔

۲ بیدار: جہنگی: دست بستہ۔

۳ بیدار، جہنگی میں اس کے بعد یہ جملہ ہے: نہ از بڑائی و چوڑائی بخویش می سکزد۔

۴ برکن میں اس کے بعد یہ جملہ ہے: براے چوڑائی بخویش می سکزد۔

رقعہ سفارش

یارِ دل نواز، سراپا نیاز سلامت!

دریں ولا (۱) سید اہل با بریکاری بخت است۔ ہر چند کہ از آلت ہنر صحبت جا بجا (۲) گرم
کرد لیکن کے دست نہ گرفت و امساک (۳) قسمت آں قدر دارد کہ بہ ہیچ وجہ خلاص شدن نمی
تواند۔ ایں کہادت بر جا یاد آمد: نکلا، بانکا، ٹھونٹھا (۴) دہشی؛ کیا لڑے، کیا دے۔

حالتے دارم کہ اگر گویم، مشکل و اگر گویم، مشکل۔ دیکھے سو سو جھے، تانت باجے، راگ
بو جھے۔ حیرانم و پریشانم۔ جس گھر نیل نچا لیتی، اُس کا ڈوبا تانو۔

چھتر میر اہل ز بارش و باد می چکد چوں دہان بند (۵) کشاد
میر اہل تازہ باش و خوش باش۔ ہر کجا باشی، با خدای باش و یقین آر کہ بغیر نصیب کے کہیں
کچھ نہیں۔

۱ دریں ولا: اس زمانے میں، ان دنوں۔

۲ نعیم: از آلت ہنر صحبت جا تہی نیست۔

۳ ان سطروں میں امساک، خلاص، صحبت؛ یہ سب لفظ "آلت" کی مناسبت سے آئے ہیں۔ (آلت: عضو
تناسل۔ امساک: دیر تک انزال نہ ہونا۔ خلاص ہونا: انزال ہونا، منی کا خارج ہونا۔ صحبت: کے ایک معنی جنسی
عمل بھی ہیں)۔

۴ ٹھونٹھا: ٹنڈا۔ دہشی: عیاش۔

۵ بند: "سدے کہ در پیش آب بندند" (فرہنگ فارسی) بند: پختہ۔ وہ دیوار وغیرہ جو دریاؤں اور ندی نالوں کے
پانی کو روکنے کے لیے بنائی جاتی ہے (اردو لغت)۔

نکاح نامہ (۱)

استغفر اللہ، استغفر اللہ! نہ در شریعت نہ در طریقت نہ در معرفت نہ در حقیقت بدیں قواعد کہ
چہار شوہر زندہ دارد۔ بدیں رسوائی و روسیاهی و ہنہستی دریں مجلس حاضرہ آمدہ جہت مسماۃ بی بی
بیٹھار خاتون، بنت شلیتہ و پلیتہ خانم۔ بہ مقابلہ دو دینار چرمینہ (۱) و یک ادھوڑی (۲) و یازدہ
سرخ (۳) مسینہ و پشینہ۔ شیطان و شیطان بچکاں شاہد آمدند و مسخر شدند۔ پری و پری زادگاں
تجسس نمودند، و خروخر بچکاں حاضر آمدند؛ جہت عصمت خراب بی بی مذکور۔

بہ زنی خواستی و قبول کردی؟ نوشہ گوید: کیر من داند۔ یاران گفتند: آمین، گلڑوں کوں۔ اٹھ
کنٹی کے دریں مجلس و دست بوسی کرد۔ پڑھو فاتحہ خیر، اللهم پکک و جھکک، آمین باد بہ حرمہ
الکوز و الپاد۔

لما چہار شرط خارج از شریعت گوش نغن۔ یکے آنکہ ہرداہ و غلام کہ داشتہ باشی؛ داہ (۴) را
بجائے دختر شمار و غلام را بہ حق بی بی بگذار۔ دوم آنکہ اگر ہمسایہ یا سبزی فروش در خانہ تو در آید،
بگذار، کہ بی بی ازیں شیوہ عار ندارد۔ سوم آنکہ اگر بی بی را بزنی، چنان بزنی کہ طاقب جہیدن بر
چار پائی نہ ماند؛ و خون ازو ظاہر نشود کہ بر تو حرام بودہ است۔ چہارم آنکہ اگر نیب سفر کنی، اول فکر
و سامان بی بی کن کہ بعد تو بے ہفت نہ خواہد ماند۔

۱ چرمینہ: چمڑے کا۔

۲ ادھوڑی: گائے یا بھینس کا کھایا ہوا (مقررہ طریقے کے مطابق بتایا ہوا) چمڑا؛ نری کی ضد۔

۳ سرخ: ماشے کا آٹھواں حصہ: رتی۔

۴ داہ: کینز، بانڈی۔

نکاح نامہ (۲)

اَلتَّائِمِ سَائِمٍ وَانْفَائِمِ فَائِمٍ عَنِ الْاَثَارِ وَالْاَشْرَارِ - اُسْكَرِ يَانِكْ عَقَدَتْ بِهَذَا الْمَالِ
لَا دَهَارَ اَلْمَحْلِيلِ، كَلَّ اُبْنِ وَالْقَتِيلِ -

نوشہ را پرسیدند نام تو چیست - گفت: چورنگ بے رنگ، کس پھاڑ فی الہند والنخراساں -
عروس را پرسیدند نام تو چیست - گفت: خوارخاتون بنت حلواخاتون چنچلی، من چلی، ہر جالی، کھیلی
کھائی، حرام زادے کی جالی، بے نکاح زادے کے گھر آئی - دونوں ملیں جوں بہن اور بھائی -
دو گواہ آمدند در مجلس - یکے خر بے سُم، دوم سب بے دُم - گفتم اے نوشہ! تو خری و خر بچہ، در
مجلس خراں حاضر آمدی - نکاح بستم با پانصد کنکری و پانصد ٹھیکری و پانصد گوز دماغ سوز؛ چنانکہ
شیطان و شیطان بچگاں فرمودند، بہ ایں چہار شرط:

اول آنکہ ہر جوانے کہ در خانہ تو در آید، مزاحم نہ شوی - دوم آنکہ ہر مہتے کہ ترا پیش آید، بی
بی را بے ہفت نہ خواہی گذاشت - سوم آنکہ نو دو نہ تلتہ حریفانہ و ملنگانہ ہر لمحہ و ہر لحظہ ادا فرمائی -
چہارم، اگر باشد چار پائی و گر چٹائی، وہیں دھر لگائی - میر جعفر کا لٹکا، جیسے دودھ پر کی ملائی - بی بی
خوارخاتون را قبول کنی؟ نوشہ گوید: آری، پکڑ جھونٹے لے جا اپنے دوارے - پانچ دن میرے
اور پانچ دن تیرے اور پانچ دن پھریں گھیرے گھیرے اور پندرہ دن یاروں کے ڈیرے -

اٹھ مرغی کے، دست بوسی کر - بال و پر پھٹ پھٹا کے، کواڑے کے پاس جا کے بگو: نکڑوں
کوں - فاتحہ: اَللّٰهُمَّ ثَبِّرِنِ الْغُفْلِ وَالْمَثَلِ وَزَيْلِ نِي الْمَثَلِ فَهَوِ رُوْغَ الَّذِي كَفَرُوْا مَرْنُكَ الَّذِي سَقَرُ -

التماس بولا زُنار دار (۱)

غریب نواز! سلامت۔

از گردشِ زمانہ بہ غایت دل تنگی در پیوست۔ لُنڈے، بُوچے کھینچا کھینچی نمودہ، چٹھی مُحصلی
 ہا (۲) بردند و این نکھو، ہچو لٹو بہ کارِ سرکاری گرد۔ ہنوز بر پارچہ نان ہچو گر بہ برخوان در گوما گومی
 است۔ اگر شرط (۳) بر این کشتی شکستہ بوزد، چہ عجب باشد کہ پل پار برسد، کہ ناو ٹوٹی ہوتی ہے پار
 بہ یک لحظہ، جو کرم کی تلی لگاؤ دل سے۔

۱ زُنار: جینو۔ زُنار دار: جینو پہننے والا: ہندو، برہمن۔

۲ مُحصلی، اسم مصدر ہے "مُحصَل" کا۔ مُحصَل: وصول کرنے والا۔ خراج، محصول، ٹکس وصول کرنے والا۔ مُحصلی:

وصول کرنا، محصول خراج کی رقم وصول کرنا۔ کلکتہ: چٹھا و محصلی ہا۔

۳ شرط، شرط: موافق ہوا (جہاز یا کشتی کے لیے)۔

شرحِ چہرہ (۱) - ۱

جھجھال پر نالا سنگھ ابن منڈیری داس، قوم اینٹ نالی (۲)، ساکن سنڈاس پور تعلقہ چھینٹ گڑھ: گرگٹ رنگ، فراخ گوز دانی، ابرو ناساختہ، توتا چشم، ناتواں ہیں، ریش بروٹ: کھوسا، چند داغ بھٹ بھٹ محرق بر تمام روے، قد تخمیناً ۴۵۔

شرحِ چہرہ (۳) - ۲

مکرند رائے چندال قانون گوے پرگنہ بھوسڑی، ولد بھگتندن داس، ابن پھٹکار چند، قوم بھنڈیلا، ساکن بکن ہٹی: کبود رنگ، سیاہ پیشانی، گربہ چشم، ڈھیلا ریش۔ در ہر دو جانب گوش سوراخ لعنت اللہ، بر رخسارہ جانب راست یک نشانِ پیزار، جانب چپ یک خالی پھٹکار و تھٹھکار، پیش گاہِ پنی (۴) بڑیدہ، لب دندان گزیدہ، کون فراخ، در میان مقعد زخم تیر کم نما، بر لب زیریں داغِ تلہ کیر خر، بر زرخ (۵) داغِ تھچھ، (۶) این بیت (۷) در شان او اکتفا نمودہ:

مارو باجا باجے، گر باجے ڈھول، تنبورا مارو گانڈ مکرند کی جب دیکھو چندا پورا
دو ماہہ مقرر شد۔

۱ "چہرہ" دفتری اصطلاح ہے: جس کو ملازمت دی گئی ہے (خاص کر فوجی ملازمت) اس کا حلیہ، چہرے کے نشانات۔ چہرہ لکھنا، چہرہ نویسی: رجسٹر میں ملازم کا حلیہ لکھنا۔ شرحِ چہرہ: حلیے سے متعلق درج رجسٹر نشانات کی تفصیل۔ (چہرہ لکھنا: بہ طور مجاز ملازم رکھنے کے معنی میں بھی آتا ہے)۔

۲ برکن: اینٹ نالی۔

۳ کلکتہ: در بیان مکرند رائے گوید (کلکتہ میں اس چہرے کا بیان ناتمام ہے۔ میں نے رضا۔ اکو بھی سامنے رکھا ہے)۔ یہ چہرہ آزاد اور برکن میں موجود نہیں۔

۴ ناک کا اگلا حصہ۔

۵ زرخ: ٹھڈی۔

۶ فوجی سپاہیوں کے گھوڑوں پر پہچان کے لیے نشان لگایا جاتا۔ یہ نشان داغ کے طور پر لگایا جاتا تھا جو گھوڑے کے پٹھے پر ابھر آتا تھا۔

۷ لفظ "بیت" یہاں بر محل نہیں۔ اسے ایک مرتب قول کہنا چاہیے۔ میں نے اصل کے مطابق نقل کر دیا ہے، ترمیم کرنا مناسب نہیں خیال کیا۔

تمسک (۱)

من کہ شیخ مولا، ندارم چلی و ندارم چولھا، ساکن قصبہ اجازنگر، ضلع غیب پورام۔ چوں مبلغ بے تعداد، کہ نصف آں یک خرْمبرہ (۲) نمی شود، از لالا تہمت رام بہ دھینگامشی و زودوکوب و جوتم جاتا و لاشم لاشا گرفته تحت تصرف خود آوردم؛ اقرار آں کہ تا قیامت ادا نہ سازم۔ ایں چند کلمہ بہ طریق عالم تالا نوشتہ دادہ شد کہ ثانی الحال (۳) سند نباشد و عند الحاجت (۴) بکار نیاید۔ تحریر فی تاریخ سنہ جلوسی غلط۔

۱ وہ دستاویز جو کسی سے قرض لے کر بہ طور سند لکھ دی جائے: پرامیسری نوٹ، اقرارنامہ۔

۲ خرْمبرہ: بڑی کوڑی۔

۳ ثانی الحال: اس کے بعد، دوسری دفعہ، اب کے بعد۔

۴ عند الحاجت: ضرورت کے وقت۔

حاضر ضامنی (۱)

من کہ لئو پتو، ولد ایندھن جنگلی، موطن اندھیرنگری، ملازم سرکار چوہٹ آباد ام۔ چوں ٹھگ مل ولد پون پائی در سرکار ناقابل و ناشایستہ پناہ و ناہرسان و ناترسان دستگاہ راجہ ہماہراج چرپٹ چلو، بہ عہدہ قلتبانی (۲) نوکر شدہ؛ من ضامن می شوم کہ مشاڑالیہ (۳) در خدمت از چاپلوسی و ناراست گفتن از چشم پوشی و نیکی کردن از بے ہوشی حاضر بودہ مقتید و سرگرم باشد۔ اگر از سیہ کاری و زنا کاری اھیانا (۴) دریں بابہا تغافل نماید، یا بہ جائے بے اطلاع رود؛ از عہدہ آل بہ مُحصد یان نابینا و سیہ سینہ بہ تمام مکر و حیلہ خود را خلاص نمودہ جواب گویم۔

بنا بر آں ایں چند کلمہ بہ طریق حاضر ضامنی برائے مصلحت نوشتہ دادہ شد کہ ثانی الحال (۵) سند باشد و وقت طلب جائے گریز گاہ باشد۔ تحریر فی التاریخ غزہ ماہ شرارت، سنہ ساڑھے سولہ — گواہ شد: بدنیت ولد بدخواہ، گواہ شد: بدخو ولد بد کردار۔ گواہ شد: ظالم ولد بے انصاف۔ گواہ شد: بے ہنر ولد نامعقول۔ گواہ شد: بیچ پوچ ولد نیست نابود۔ گواہ شد: احمق ولد بے وقوف۔

۱ وہ کاغذ جس پر کسی کو حاضر کرنے کی ضمانت لکھی جائے، کسی کو عدالت میں موجود یا حاضر کرنے کی ذمے داری لی جائے۔

۲ قلتبان: بھڑوا، دتوٹ، قز مساق۔ قلتبانی: بھڑواپن، قز مساقی کا پیشہ۔

۳ جس کی طرف اشارہ کیا گیا، یعنی جس کا حوالہ دیا گیا، جس کا نام لیا گیا۔

۴ اھیانا: اتناقا۔

۵ اب کے بعد، اس بار کے بعد، یہ لفظ ”تمسک“ میں آچکا ہے۔

شرح (۱) مچلکہ نوکری

بر فطرت اربابِ خیرت (۲) و کیاست (۳) و خاطر اصحابِ فطنت (۴) و فراست، بعد از چالپوسی و کانا پھوسی، مخفی و چھپا نماوند کہ دریں روزگار قحطِ جوئری (۵) و ہوار، در سرکار خان گھر گھڑا ہٹ نشان، نو دولت (۶)، بے فیض، چھٹی، پاد روگی، کشمیری بے پیری، گوبر گنیش (۷) چھو چھن خاں امیر بے تدبیر ہندوستان، بہ دیکھا دیکھی یاراں (۸)، مثل: آگے دوڑ پیچھے چھوڑ، بہ شرح مچلکہ: جو تیرا، سو میرا، میرا سو ہیں ہیں (۹) نوکر شدہ بودم۔ بہ وسیلہ کریمہ آں مثل کہ: آگ لگنتی جھونپڑی جو نکسے سولا بھ (۱۰) دفع الوقتی می نمودم۔ مثل: کھانا (۱۱) پینا گانٹھ کا، نری سلام علیک، اٹھ بیٹھ خدمت چنانکہ باید، بہ تقدیم (۱۲) رسانیدم و گھس پٹھ مجرا (۱۳) بہ شرط دوڑادوڑ

۱ علوی: رقعہ نوکری خود۔ آزاد: در شرح مچلکہ نوکری خود و اذعان آں۔ رضا-۱، لندن: رقعہ۔ باقی نسخوں میں "شرح مچلکہ نوکری" ہے۔

۲ آگاہی، خبرداری۔

۳ سوجھ بوجھ، دانائی

۴ ذہانت، عقل مندی۔

۵ چھوٹی ہوار۔

۶ لندن، رضا-۱: بگدی خاں پاد روگی دکنی گوبر گنیش ہندوستان۔

۷ گوبر گنیش: بد ہیئت، بے ذول، بہت موٹا، بد صورت، کابل، احمق۔

۸ آزاد: برکن: کہ آگے دوڑ پیچھے چھوڑ نوکر شدہ بود۔ اگرچہ گھر چھوڑ حظیرہ قائم نظر بردوختہ مثل آگ لگنتی جھونپڑی...

۹ یہ مثل "گھنگو نامہ ملا" میں آچکی ہے۔

۱۰ ایضاً

۱۱ سب سے ملنا مگر کسی قسم کی غرض نہ رکھنا۔

۱۲ تقدیم کرنا: بجالانا، پیش کرنا۔

۱۳ مجرا: آداب بجالانا، مقررہ طریقے کے مطابق سلام کرنا۔

بجا آوردم۔

ایامِ معہود (۱) منقضی گردید و روزگارِ نالِ مٹول (۲) منتہی گشتہ، اُنحال بر فردِ طلبِ مطلب
دستخط تہمائند و بر التماسِ تنخواہ حرفِ اولِ را اُنٹی (۳) می زند و گاہ بر مضمونِ پیچ و تابِ مَشخون (۴)
مٹل: راجہ چھوڑی ناگری جو بھاوے سویوے، تسلی می دہند۔
ہیہات ہیہات! اگر دانستے بہ ایس نا مَشخس (۵) بے دستور، دیکھنے کا میدا کھانے کا یور (۶)
تھمبج اوقاتِ خود نکر دے، و در چوکی پہرا در گنبدِ آوازِ غمِ غریش (۷) نہ خوردے۔ زیادہ بجز
تھوکا تھکائی و ریچھ رچھائی چہ نویسد۔ عمر (۸) در چڑھاو و دولت در گھناو باد بہ حرمت (۹) الگوز
وآباد (۱۰)۔

۱ مقررہ دن پورے ہو گئے۔

۲ برکن: نالم ٹولا۔ بیدار، بمبئی، ادبیات، پٹنہ: ٹھالم ٹھول۔ رضا: ٹھالم ٹھولی (لندن: نال مٹول)۔

۳ اُنٹی کرنا، اُنٹی مارتا: فریب دے کر کسی کا مال لے لینا (اُنٹی مار: جیب کترا، گرہ کٹ۔ دغا باز، فریبی)۔ حرف

اولِ را اُنٹی می زند، سے مراد یہ ہے کہ ”فردِ طلبِ مطلب“ میں پہلے لفظ طلب (بہ معنی تنخواہ) کو کاٹ دیتے

ہیں، دوسرا لفظ ”مطلب“ رہ جاتا ہے، اسے ”مطلب“ پڑھا جائے تو اس کے معنی ہوں گے: مت مانگ۔

۴ مَشخون: بھرا گیا، پُر کیا گیا۔ مضمونِ پیچ و تابِ مَشخون: ایسی بات جس میں اچھ پیچ بھرا ہوا ہو، الجھی ہوئی بات۔

۵ نا مَشخس: جو ایک وضع ایک حالت پر نہ رہے۔ بے تحقیق، غیر معین (خُرنا مَشخس: احمق، بیہودہ)۔

۶ یور: بھوسی، چوکر۔

۷ یہ لفظ ”گفتگو نامہ ملا“ میں آچکا ہے۔

۸ بمبئی، بیدار، علوی: عمر در گھناو و دولت در چڑھاو باد۔ لندن: ایامِ دولت بکام باد۔

۹ برکن: بحرمت النون والصاد۔

۱۰ رضا-۱ میں اس کے بعد یہ ”دوہرہ“ ہے: یہ پردیس جھونپڑا نت اٹھ ہوتی زاڑ: ٹوٹی کلکی جیوڑے سوتے پانو

پیار۔ بہ ظاہر یہ کسی ناقل کا اضافہ ہے۔

دستخطِ خاص-۱

جو بھر آتا، ٹانگے (۱) بھر شکر، کوڑی کا گھی، میری طرف سے در ماہہ (۲) مقرر شدہ۔ اور کام کرے یہ کہ ہر روز پٹ پڑ گنج جایا کرے اور شاہدرے آیا کرے، مفت کا سپدھا (۳) کھلایا کرے، جو شہر میں رہے، تو اوندھے ہو کر گانڈ مرایا کرے۔

دستخطِ خاص-۲

اے عزیز پر تمیز! اچھی بھانت (۳) می دانی کہ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ برحق است، می خوانی، پس چرا در تنگ و دو و جھکاوی گذرانی، و شام و نہار در بند منصوبہ شطرنج و سوسہ سازی مانی۔ در بازی کنگو او آنکھ چھپولا و چیل جھپٹا بہبودی نیست۔ باید کہ در منجدھا بحر توبہ "توبوا الی اللہ توبہ نصحاً" ڈبکی بزن، تا کثافت عصیاں بر طرف شود و در گور کہ دھندا والنجھیرہ میاں جی بند نہ مانی۔ کھول کھال و کھینچ کھانچ اظہار کردم، باقی تو دانی۔

۱ ٹانگا: سوئی ٹانگے کا ایک دفعہ کپڑے میں سے لکنا۔ ٹانگے بھر سے مراد ہے: بہت کم، ذرا سا۔

۲ در ماہہ: ماہانہ تنخواہ۔

۳ سپدھا: خوراک، بھوجن تیار کرانے کی چیزیں، کھانے کا سامان۔ کچی خوراک: آٹا، گھی، ٹلو، نمک، دال وغیرہ۔ مجازاً: بھوجن، خوراک۔

۴ بھانت: طرح، طرز، روش، طریقہ۔

نسخہ چورن (۱)

آلو کا پتتا، پتھر کی جھانٹ، مینڈک کی کانچ، شفتالو کا پات، اسکند کی جڑ، پرانی کھوپڑی کی چھانوں، لکھی جنگل کی چیونٹی کا پوٹا، دوسیر دودھ ہرنی کا، دماے کی دھمک، اونٹ کی پٹھری، جنتی کا آنول نال، کواڑے کا چھید، چھلی سپاری کا پھول، کپور کی جڑ، قرفل کا تخم، مال زادی کی بل کی چل، گھر والی کی اوہی، کوئی کی سسکی، زنانے کا نخرہ، ہاتھی کا پانچواں پانو، چمگادڑ کی چربی، مکھی کا بھیجا، کھنٹل کا کلیجا، جو تک کا انڈا، پتو کا لندا، گاڑی کی چوں چاں، نقارے کی دھوں دھاں، بگن ہنسی کا گوز دماغ سوز، سیاہ جمال گوٹے کا عرق، چھنال کی چٹکی، بندریا کی گھڑکی، چڑیا کی بھفتی، سقرات کے بیج، برسات کی کیچ، دریا کا اُتار اور چڑھاو، کوہ طور کی بلندی، بالک کی چھی چھی، پُرکھ کی لینڈی، پرانی جوتی کی ایری، گھوسڑی کا تلا۔

ترکیب: ان سب بستوؤں کو ملا کر، کھل کرے اور ساتویں دن سات گولیاں بنا کر نگلی پیٹھ، نہار سر، باسی پانو کھائے۔ سر ڈکھتا ہو تو سر نہ رہے، کمر ڈکھتی ہو تو کمر نہ رہے۔ جو روٹی کھائے تو پیٹ میں پھنسے۔ دال خشک کھائے تو نیلا ہو جائے۔ اس سے کچھ کفایت ہو تو شاباش کہے اور رحمت کہے۔ نہیں تو تھو کے جعفر کی گانڈ میں۔

۱ اس انداز کا مگر اس سے طویل نسخہ وہ ہے جسے شاہ حاتم نے لکھا ہے۔ جمیل جالبی صاحب نے اسے تاریخ ادبِ اردو جلد دوم، حصہ اول میں نقل کر دیا ہے، ص ۴۴۷ سے ص ۴۴۹ تک۔ بہ قول جالبی صاحب: "شاہ حاتم نے اردو نثر میں ایک ایسا نسخہ مرتب کیا ہے جس میں ناممکن الموصول چیزوں کو اکٹھا کر کے مزاح پیدا کیا ہے۔" جعفر کا یہ نسخہ چورن اردو میں ایسی اولین مثال کی حیثیت رکھتا ہے۔

حصہ بر نظم

نعت و منقبت

محمدؐ پار اُتارن ہار سب کا محمدؐ سرور و سالار سب کا
 فدائے نامِ پاکِ چار یارم بہ جان و دل غلامِ چار یارم
 علیؑ صاحبِ ولایت پیر میرا محمدؐ سے ملاوے اب سویرا
 چو خواہی بے مگس خوردن شکر بھات بہ روشن چراغِ نفی و اثبات
 مرا عشقِ علیؑ ہر دم بہ جان است چو بود رگل نہبان است و عیان است
 بدانش قدر و قیمت حرفِ گن را بجز جعفرؑ کہ داند اسن سخن را
 بہ جہل مدعی کارے نہ دارم بجز نامِ علیؑ یارے نہ دارم
 بیا جعفرؑ مکن اظہارِ اسرار
 بہ دل حفظِ مراتب را نگہ دار

۱۔ آزاد اور برکن میں حصہ نظم کا آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے۔ آزاد میں حصہ نثر کے ایک صفحے کی پیشانی پر ”باسمہ سبحانہ تعالیٰ“ لکھا ہوا ہے اور اس کے نیچے کسی عنوان کے بغیر یہ اشعار ہیں۔ برکن میں بھی حصہ نثر کے خاتمے پر حصہ نظم کا آغاز ہوتا ہے، اس عبارت کے ساتھ: ”شروع نظم در تعریف پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم“۔ کلکتہ میں نظم ”بڑھا پانامہ“ کے آخر میں یہ شعر ہے:

محمدؐ پار اُتارن ہار سب کا محمدؐ سرور و سالار سب کا

اس کے بعد یہ سُرخی ہے: ”در بیان چار یار گوید“۔ اس کے بعد یہ شعر ہے: فدائے نامِ پاکِ چار یارم موخر نسخوں میں سے علوی میں نظم ”بڑھا پانامہ“ کے آخر میں ۹ شعر ہیں۔ لندن ۱ میں حصہ نظم

پہلے ہے اور اُس کا آغاز انھی اشعار سے ہوتا ہے۔ کل ۱۲ شعر ہیں۔ بعض موخر نسخوں میں یہ سب بارہ اشعار نظم ”بڑھا پانامہ“ کے آخر میں ملتے ہیں اس نظم کے اشعار کے طور پر۔

لندن ۱ میں اس نظم میں بارہ شعر ہیں۔ آٹھ شعر تو وہی ہیں جو اوپر متن میں لکھے گئے ہیں، باقی چار شعر یہ ہیں، جنہیں بلفظہ نقل کیا جاتا ہے:

محی الدین شبہ ہے پیر میرا محمد سیں ملاوے اب سویرا
 بہ پہلوے تو دشمن چار حربی بکش او را بہ تیغ چار ضربی
 خدا کو رات دن شب سیں بتا کر محمد یا علی جپا کر
 خدا کے مانو کو ہت سیں پڑھا کر محمد یا علی ہر دم جپا کر

لندن میں دراصل ایک شعر کی تکرار ہے دو تین لفظوں کی تبدیلی کے ساتھ [اور یہ صاف طور پر ناقل نسخہ کا کام ہے]۔ اُس کو نکال دیا جائے تو گیارہ شعر بچتے ہیں اور کلکتہ، آزاد اور برلن میں یہی گیارہ شعر ہیں۔

ان گیارہ شعروں میں مندرجہ ذیل تین شعر قطعی طور پر بے جوڑ معلوم ہوتے ہیں:

محی الدین شبہ ہے پیر میرا محمد سیں ملاوے اب سویرا
 بہ پہلوے تو دشمن چار حربی بکش او را بہ تیغ چار ضربی
 خدا کو رات دن شب سیں بتا کر محمد یا علی ہر دم جپا کر
 آخری شعر کا پہلا مصرع برلن اور آزاد میں اس طرح ہے:

خدا کوں رات بن بر سے بتا کر

ہر صورت میں یہ مصرع، بل کہ پورا شعر مغشوش ہے اور اوپر کے دو شعر پوری نظم سے، اُس کے عنوان سے اور اُس کی معنویت سے بے تعلق ہیں۔ مجھے اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ کسی ناقل کا اضافہ ہیں۔ میں نے ان چار شعروں کو اصل متن میں شامل کرنا غیر مناسب خیال کیا، اسی لیے اُن کو حاشیے میں لکھا گیا ہے۔

بمبئی میں یہ اشعار دو جگہ ہیں: ص ۷ پر اور ص ۹۳ پر۔ دونوں جگہ نو شعر ہیں؛ مگر ص ۷ پر درحقیقت آٹھ ہی شعر ہیں؛ یوں کہ وہاں یہ ایک شعر الحاتی ہے:

بحکم اللہ جب آئے گی قیامت کرے گا عاصیوں کی وہ شفاعت

یہ شعر کسی اور نسخے میں نہیں اور قطعی طور پر الحاتی ہے۔ ہاں ص ۹۳ پر یہ شعر شامل نہیں۔

(اس مثنوی [یا یوں کہیے کہ طویل نظم] کا اصل موضوع ہے فتح بیجاپور اور فتح حیدرآباد۔ ضمنی طور پر اورنگ زیب کے تین بیٹوں کی مذمت کی گئی ہے۔ یہ کہا گیا ہے کہ ان منافق اور نااہل بیٹوں کے سبب سے معاملات خراب ہوئے۔ اورنگ زیب کی بہت تعریف کی گئی ہے اور اس لحاظ سے اگر اس کو در ”مدح عالم گیر“ کا عنوان دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

عنوان کی بات یوں کہی گئی کہ جعفر کی دوسری نظموں کی طرح اس نظم کا عنوان بھی مختلف نسخوں میں الگ الگ ملتا ہے۔ کلکتہ میں ”در بیان پیرسالی“ ہے۔ آزاد اور برلن میں ”در تعریف اورنگ زیب“ ہے۔ علوی میں ”ظفرنامہ اورنگ زیب شاہ عالم گیر بادشاہ ہمازی تور اللہ مرقدہ“ ہے۔ لندن 1، 2 میں ”ظفرنامہ بادشاہ عالم گیر غازی“ ہے۔ میں نے آزاد اور برلن کی مطابقت اختیار کی ہے۔

جعفر کی کئی طویل نظموں کی طرح اس نظم کے اشعار کی تعداد میں بھی اختلاف ملتا ہے۔ مثلاً آزاد اور برلن میں ۹۶ شعر ہیں۔ کلکتہ میں ۱۰۰ شعر ہیں۔ علوی میں ۱۱۳ اور نعیم میں ۱۲۵۔ اسی کے ساتھ یہ بات بھی کہنے کی ہے کہ بعض دوسری نظموں کی طرح اس نظم میں بھی الحاقی اشعار شامل ہیں اور یہ

غالباً مختلف ناقلین کی کارگزاری ہے۔ میں نے تعدادِ اشعار
 میں [اور تعینِ متن میں بھی] تین قدیم خطی نسخوں: کلکتہ،
 برلن، آزاد کو پیش نظر رکھا ہے، خاص کر آزاد اور برلن
 کو۔ متعدد شعرا ان نسخوں میں اس طرح لکھے ہوئے ہیں کہ نقل
 کرنے والوں کی کم سوادگی نے ان کی صورت بے طرح مسخ
 کر دی ہے، یہاں تک کہ وہ صحیح طور پر پڑھنے میں نہیں آتے۔
 ظاہر ہے کہ انھیں متن میں شامل نہیں کیا جاسکتا؛ مگر التزام کے
 ساتھ ایسے ناخوانا اشعار کی حاشیے میں نشان دہی کی گئی ہے۔ جو
 اشعار آزاد، برلن، کلکتہ میں موجود نہیں، ان کو شامل متن
 نہیں کیا گیا — مرتب۔

در تعریف اورنگ زیب

زہے دھاک اورنگ شاہِ بلی^۱ در اقلیمِ دکھن پڑی کھلبلی
دریں پیر سالی و ضعفِ بدن مچائی دھما چوکڑی در دکھن
بر آورد عسکر^۲ بہ صد دھوم دھام کہ ہل چل پڑی برسِ روم و شام^۳

۱۔ علوی، بمبئی: ظفر نامہ اورنگ زیب شاہ عالم گیر غازی نور اللہ مرقدہ۔ لندن ۲۱: ظفر نامہ بادشاہ عالم گیر غازی۔ کلکتہ: در بیان پیر سالی۔

۲۔ ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب عالم گیر۔ ولادت ۱۵/۱۵ یقعدہ ۱۰۲۷ھ [۲۴/۱ اکتوبر ۱۶۱۸ء] کی شب میں۔ تخت نشینی کی پہلی سادہ سی رسم دہلی کے قریب باغ انار آباد (شالیمار باغ) میں ادا کی گئی۔ دوسری بار روایتی تزک و احتشام کے ساتھ تخت نشینی کی رسم ۵ جون ۱۶۵۹ء نو دہلی میں ادا کی گئی۔ وفات: ۲۸/۲۸ یقعدہ ۱۱۱۸ھ [۲۱/۲۱ فروری ۱۷۰۷ء]۔ اُس کی حکومت کے آخری پچیس سال دکن میں گزرے، وہاں کے حالات سدھارنے میں [دائرۂ معارف اسلامیہ، جلد ۲۰]۔ ۱۶۸۱ء میں عالم گیر دکن پہنچا اور پھر آخر تک وہیں رہا۔ اس سے پہلے شاہ جہاں نے اُس کو دو بار دکن کا صوبے دار مقرر کیا تھا (ایضاً)۔

۳۔ لندن ۲۱: اورنگ زیب بلی۔ علوی، بمبئی: زہے شاہ اورنگ دھاک بلی۔ کلکتہ، آزاد، برلن، رضا، ۲۱ میں ”اورنگ شاہ ولی“ ہے۔ ”ولی“ کرشمہ نقل معلوم ہوتا ہے، یہاں ”بلی“ کا محل ہے، لفظ ”دھاک“ اسی پر دلالت کرتا ہے۔ آٹھویں شعر کا دوسرا مصرع کسی ”ولی“ کے لیے نہیں لکھا جاسکتا۔ بلی: طاقتور، مضبوط، قوی ہیگل۔ مجازاً: سردار۔

۴۔ علوی، بمبئی: کہ در ملک دکھن۔

۵۔ عسکر: لشکر، فوج۔

۶۔ اس شعر سے پہلے ایک شعر بھی نسخوں میں اس طرح لکھا ہوا ہے کہ کئی لفظوں کی شکل مسخ ہو گئی ہے۔ میں اُس کے متن کا تعین نہیں کر سکا، لندن ۲۱ کے مطابق اُسے نقل کیا جاتا ہے:

چرن دہرنی جوں بہیم دارجن کے جبل مار کر سب پلٹھن مئے
یہ شعر آزاد اور برلن میں موجود نہیں۔

زہے شاہ شاہاں کہ گاہِ وَغَا
 مہاسور، جودھا، بلی بے بدل
 نہ پلد، نہ ٹلد، نہ جبد ز جا
 چو اکبرز قائم، چو پربت آٹل
 کمر بستہ ہشیار میدان پر
 زہے بادشاہِ فلک اقتدار
 زہے حکمتِ شاہ اورنگ زیب
 چو دید ایں کہ دامادِ داراشکوہ
 اگرچہ پسر دُرّۃ التاج ہے
 ہمیں مصلحت در دل خویش کرد
 نہ پلد، نہ ٹلد، نہ جبد ز جا
 چو اکبرز قائم، چو پربت آٹل
 شب و روز تیار گھمسان پر
 چو سیماب یک جا ندارد قرار
 کٹاوے، لڑاوے بہ فن و فریب
 بہ تدبیر بیجاپور آمد سُتوہ
 لیکن مہا کاج، آپ کاج ہے
 خیالی جہاں سوز در پیش کرد

۷ وَغَا: جنگ۔ گاہِ وَغَا: جنگ کرتے ہوئے، جنگ کے وقت۔

۸ مہاسور: بہت بڑا بہادر۔

۹ جودھا: سورما، جنگ جو، بہادر۔

۱۰ یہ نکلنا اس طرح آیا ہے کہ اسے ”بلی، بے بدل“ بھی پڑھا جاسکتا ہے اور ”بلی بے بدل“ بھی: اس صورت میں ”بے بدل“ صفت ہوگی ”بلی“ کی۔

۱۱ اکبرز: ایران کے شمال میں ایک بڑا پہاڑ (یا پہاڑی سلسلہ) جو کوہِ قاف سے مل جاتا ہے۔

۱۲ بعض نسخوں میں ”تگیزد“ ہے۔ اس شعر کے بعد کئی نسخوں میں ایک شعر اس طرح لکھا ہوا ہے کہ صحیح طور پر پڑھنے میں نہیں آتا:

زہے شاہ اورنگ بہو تارتو بڑا ناک چوٹی گرفتار تو

[بہ خوبی ممکن ہے کہ یہ کسی کم سواد ناقل کا اضافہ ہو]۔

۱۳ مراد ہے شاہ زادہ محمد اعظم۔ ”۷۱۷ھ کو بادشاہ زادے محمد اعظم کا نکاح جہاں زیب بانو دختر شاہ زادہ داراشکوہ کے ساتھ کیا گیا“ [ماثر عالم کیری، عالم کیر کے گیارہویں سال جلوس کے حالات کے ذیل میں]۔

۱۴ سُتوہ آمد: عاجز آ گیا، یعنی فتح نہیں کر سکا۔

۱۵ تاج شاہی کا سب سے قیمتی موتی، جواہر۔

۱۶ اصل فقرہ تو یوں ہے: آپ کاج مہا کاج: اپنا کام خود ہی کرنا لیتا ہوتا ہے۔ اپنا کام جیسا اپنے ہاتھ سے ہوتا ہے، ویسا دوسرے کے ہاتھ سے نہیں ہوتا۔ ”آپ کاج“ کی جگہ ”آپ کاج“ شاعرانہ تصرف ہے۔

نقاروں، دماموں کا سے دھوں دھوں کیا
 بہ سُر نائے، قَر نائے پھوں پھوں کیا
 بہ بیجاپور آمد دھڑلا دین
 بر افواج اعدا جھڑلا کین
 عجب اُوٹ ایں کوٹ بیجاپور است
 کہ ہر بُرج او مثل بھینسا سراسر است
 پناہ از چینس قلعہ بے لگاؤ
 کہ انگشت را نیست بروے نکاو
 لگا کوٹ کو مورچہ جائے کر
 نکالا سکندر کو انگلائے کر
 بڑے جھاڑ جھنکار اورنگ شاہ
 کند کار صد تیغ در یک نگاہ
 جسی بھوم پر جائے جھنڈا کرے
 پکڑ موٹ، سب کو مرٹا کرے

۱۷ دمامہ: گملے کی شکل کا کھال منڈھا ہوا باجا (نقارہ) جس کی آواز گرج دار ہوتی تھی۔
 ۱۸ نفیری جو روشن چوکی کے ساتھ شادی بیاہ جیسے موقعوں پر بجائی جاتی ہے، اور محرم میں ڈھول کے ساتھ۔

۱۹ بگل، سینگ کا بنا ہوا بگل۔

۲۰ اُوٹ: پردے کی دیوار، آڑ۔ یہاں قلعے کی بیرونی دیوار، فصیل قلعہ کے معنی میں آیا ہے۔

۲۱ بھینسا سر: بھینسے کی شکل کا ایک دیو، جسے دیوی درگائے قتل کیا تھا (اردو لغت)۔

۲۲ سکندر حسن والی بیجاپور۔ سکندر کے حالات کے لیے دیکھیے: مائٹر عالم گیری، عالم گیر کے ۳۱ ویں سال جلوس کے تحت۔ تقریباً دو ماہ کے سخت محاصرے کے بعد سکندر نے قلعہ خالی کر دیا تھا اور عالم گیر کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ مائٹر عالم گیری کے مطابق ۳ ذیقعدہ ۱۰۹۷ھ [۱۲ ستمبر ۱۶۸۶ء] کو یہ قلعہ فتح ہوا تھا۔

۲۳ سب نسخوں میں ”جسی“ ہے۔ لغت میں یہ موجود نہیں۔ میں نے اصول تدوین کے مطابق اصل لفظ کو بدلنا درست نہیں سمجھا [”وہ جس بھوم پر“ بہ آسانی کہا جاسکتا تھا]۔ جسی بھوم: جس زمین۔

۲۴ جھنڈا کرنا: جھنڈا الہرانا، جھنڈا اونچا کرنا، فتح یا قبضے کا اعلان کرنا [اردو لغت]۔

۲۵ آزاد، برلن: پکڑ دیو دینت مرٹا کرے۔ میں نے کلکتہ کی مطابقت اختیار کی ہے۔

۲۶ مرٹا کرنا: چر مر کرنا، مزوڑنا، گٹھری بنانا؛ جیسے: مار مار کر مرٹا کرنا [آصفیہ]۔ اس شعر کے بعد تقریباً سبھی نسخوں میں یہ شعر لکھا ہوا ہے، اسے آزاد کے مطابق نقل کیا جاتا ہے:

ککک جور کر وہ کرے جب کھمنڈ تو دھاگا گرے بر سر ہفت کھنڈ

پہلے مصرعے میں کئی لفظوں کی شکل بے طرح بگڑی ہوئی ہے۔

بڑی دُند ڈالی دکن بیچ آئے سکندر حسن کو کیا بیخ پائے^{۲۸}
 سکندر کے گھر بیچ ڈیرا کیا چوہنمنٹ و بلیر دھونسا دیا^{۲۹}
 چو خود مطلع شد شہ داد رس کہ لہنہا بہ سمبھا مہند و بس
 سکندر حسن کے بیچن پائے کر دکن کے لکھن کھو دیے جائے کر^{۳۰}

۲۷ دُند: پامالی، شورش، تہلکہ۔ [”دُند“ بھی ایک لفظ ہے بہ معنی: بدلا، معرکہ، دشمنی، مخالفت؛ مگر میری رائے میں یہاں ”دُند“ مرعج ہے۔]

۲۸ برلن: رنج پائے۔ کلکتہ: رنج آئے [آزاد: بیخ پائے]۔ بیخ پا ہونا: طیش میں آنا، گھوڑے کا بگڑنا، قابو میں نہ رہنا، کچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہو جانا۔ بیخ پا کیا سے یہاں مراد یہ ہے کہ اُس کو بے اختیار بنا دیا، سکون و اطمینان اور سامان سکون و اطمینان سے محروم کر دیا۔

۲۹ ہنمنٹ: لفظی معنی: ہنومان کی طرح لمبی دم والا۔ مراداً: لمبا چوڑا، طاقتور۔ بلیر: بہادر، طاقتور، قوی ہیکل۔

۳۰ آزاد، کلکتہ، برلن: دھونکل کیا۔ دوسرے نسخوں میں ”دھونسا دیا“ ہے۔ معنا یہی مرعج معلوم ہوتا ہے۔ دھونسا: بڑا نقارہ۔ صدمہ، ضرر۔ دھونسا دیا سے مراد یہ ہے کہ قلعے میں آکر فتح کا نقارہ بجایا۔

۳۱ سمبھا جی: شیواجی کا بیٹا۔ ”سمبھا جی“ نے سکندر عادل اور ابوالحسن شاہ سے رابطہ محبت قائم کر کے اپنی طاقت اس درجہ بڑھالی تھی کہ ان دنیا داران دکن کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ اورنگ زیب نے اسے شکست دے کر قتل کرادیا تھا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: ماثر عالم کیری ص ۹۷، ۱۳۰، ۲۰۵، ۲۱۲۔

اس شعر کے بعد آزاد، برلن، کلکتہ میں (اور نسخوں میں بھی) یہ چار شعر ہیں، جنہیں آزاد کے مطابق نقل کیا ہے:

دھنسا در سراندیپ دھونسا دیا	کنک ہر طرف بیچ دھپٹ کیا
بہ سمت سراندیپ چوں دور کرد	زمین و زماں را ہمہ چور کرد
سراندیپ میں خوب کھانڈا کیا	جہاں رونٹ تھا تیل ماٹھا کیا
بھلیں جو پھلی شاہ بلوند توں	خداوند گیہان و شش کھنڈ توں

یا تو نقل کرنے والوں کی کم سوادی نے ان شعروں میں لفظوں کی صورتوں کو بگاڑ دیا ہے، یا پھر یہ کسی ناقل نا عاقل کا اضافہ ہیں۔

۳۲ آزاد: دکن کی لکن کھوئے دی ڈھائے کر۔ کلکتہ: دکن کے لکھے کھو دیے ڈھائے کر۔ [میں نے برلن کی مطابقت اختیار کی ہے]۔ لکھن: دستاویزی تحریریں، دستاویز۔

ز ہولی جُنودِ ۳۳ شبہ داوگر
 زہے بادشاہے اوچر ادھوت (کذا) ۳۴
 ازیں تین بیٹے نپٹ ناخلف
 اگر یک پر برسر رہ شود
 وگرنہ چہ یارا حسن شاہ ۳۶ را
 سکندر کہ باشد کہ سر برکشد
 کجا بر فرزد چراغ منیر
 چہ پشہ کہ باشیر پہلو زند
 چہ خس پھس کہ بازہرہ و مشتری
 چہ جھینگا، چہ چھچی بہ نزد نہنگ
 پڑا تفرقہ مہر اور ماہ پر
 بلی و ولی نعمت چار پوت
 پسر خود خلف یہ، وگرنہ ۳۵ تلف
 شہنشاہ را سکہ بر مہ شود
 کہ گرداند امر شہنشاہ را
 لباس کیومرث ۳۷ در برکشد
 بہ پیش دم اژدر شیرگیر
 چہ پتو کہ با اژدہا پھو زند
 بہ نخوت کند دعوی ہمسری
 چہ گیدڑ، چہ لومڑ ۳۹ بہ پیش پلنگ

۳۳ جُود: لشکر، فوجیں۔

۳۴ آزاد: اوچر ادھوت۔ علوی: اوچر دیو بھوت۔ برلن: اوچر دادھوت۔ سبھی نسخوں میں یہ مصرع اس طرح لکھا ہوا ہے کہ متن کا صحیح طور پر تعین نہیں ہو پاتا۔ چون کہ دوسرے مصرعے کو شامل کیا جانا از بس ضروری ہے، کیوں کہ معنا اس کا تعلق اگلے شعر سے ہے، اس بنا پر اس مصرعے کو آزاد کے مطابق نقل کر دیا گیا ہے۔

۳۵ برلن: دگر بہ تلف۔

۳۶ ابوالحسن (تانا شاہ) والی حیدرآباد۔ آٹھ مہینے کے طویل محاصرے کے بعد قلعہ گوکنڈہ فتح ہوا تھا۔ ابوالحسن کی جان بخشی کی گئی۔ ”اُس نے گوشہ عافیت میں زندگی بسر کرنے کی درخواست کی..... قبلہ عالم نے پچاس ہزار روپے سالانہ ابوالحسن کے اخراجات کے لیے منظور فرمائے [ایضاً، ۰۶-۲۰۱]۔

۳۷ کیومرث [گیومرث] زردشتیوں (آتش پرستوں) کی روایت کے مطابق پہلا انسان، ابوالبشر۔ شاہ تانے کی روایت کے مطابق ایران کا پہلا بادشاہ [فرہنگ فارسی، جلد ششم]۔

۳۸ بیش تر نسخوں میں ”خشخس“ ہے [بہ ظاہر اس لفظ کا یہاں کوئی محل نہیں]۔ بعض نسخوں میں ”خس پھس“ ہے۔ میں نے کلکتہ کی مطابقت میں ”خس پھس“ لکھا ہے، یوں کہ اور کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اس لفظ سے تاویل کے ساتھ مطلب نکالا جاسکتا ہے۔

۳۹ لومڑ: لومڑی۔ بعض نسخوں میں ”لمڑی“ ہے۔

۳۰ چہ جہٹل کہ دعوائے رائی زند
 چہ جہینگر کہ بر کوہ چکر زند
 چہ کھٹل کہ بر چار پائی تند
 چہ مینڈک کہ بر فیل ٹکر زند
 چہ شاخہ کہ از اڑہ سر خم کند
 اگر گردے از باد سر بر کشد
 کجا می تواند بہ گردوں رسد
 زمین و زماں را نہ داور بود
 چہ بیجا پور است و چہ کرناٹک است
 چہ سمبھائے مقہور، آں کس کباب
 کزو خلق افتادہ در پیچ و تاب
 چہ بابا جی پنڈت، چہ راوت حمیر
 بہ ایں ہا کفایت کند فرش میر

۳۰ "جے مل" ہو سکتا تھا، مگر یہ نام اس معرکے سے متعلق لوگوں میں نہیں ملا۔

۳۱ اس کے بعد سبھی نسخوں میں یہ شعر ہے:

چہ قطرہ کہ سر بار دریا شود
 چہ ذرہ کہ اغیار مقنا شود

[آزاد: مقنا۔ کلکتہ: قضا۔ برلن: مقنا۔ علوی: بیضہ۔]

دوسرے مصرعے میں الفاظ کا تعین صحیح طور پر میں نہیں کر سکا۔

۳۲ مملکت حیدرآباد کا معروف و مستحکم قلعہ، جو آٹھ مہینے کے طویل اور پریشان کن محاصرے کے بعد مغل فوجوں کے قبضے میں آیا تھا۔

۳۳ سمبھاجی، شیواجی کا بیٹا [دیکھیے حاشیہ ۳۱]۔

۳۴ بیش تر نسخوں میں یہی ہے۔ علوی میں "زن کباب" ہے۔ "کس" کے ایک معنی ہیں: ڈھانچا، پنجر۔ ممکن ہے اسی معنی میں آیا ہوا ظہارِ حقارت کے لیے۔ بہ ہر طور، میں یہاں قطعیت کے ساتھ لفظ کا تعین نہیں کر سکا۔

۳۵ مختلف نسخوں میں اس لفظ کی کئی شکلیں ملتی ہیں۔ آزاد میں "ماہ بجنو پنڈت" ہے۔ علوی میں "بابا جی پنڈت" ہے۔ بعض نسخوں میں "ناجی پنڈت" ہے [مناجی پنڈت] آگے ایک شعر میں آیا ہے۔ میں نے علوی کے مطابق "بابا جی" لکھا ہے، مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ بر محل لفظ ہے۔ معلوم نہیں اصلاً کون سا لفظ تھا یہاں۔

۳۶ حمیر: گدھا۔ ۳۷ اصلاً "میر فرش" ہتھیار کے بنائے ہوئے وہ ٹکڑے جو فرش کے کونوں پر اس لیے رکھے جاتے تھے کہ ہوا سے چادر وغیرہ اڑنے نہ پائے۔ بعض نسخوں میں یہ مصرع یوں ہے:

چہ کھوساجی دھاوت، چہ غبر شریر

چہ جھانٹ است پرتابِ ابنِ الجمار ۴۸
 چہ لبّ ہلے بنو سگِ نابکار
 چہ کانھوجی شرکے، چہ منہاجِ شاہ ۴۹
 بہ یک دم شود فکرِ اخراجِ شاہ
 چہ مسعود ۵۲ باشد خرِ سیدیاں ۵۳
 مندول ۵۴ کھٹول سرِ گیدیاں ۵۵

۴۸ شیواجی کے بیٹے سمھاجی کا خاص کارگزار [ماثر الامرا، جلد دوم، ص ۳۵۱]۔ جمار: گدھا۔
 ۴۹ کلکتہ، آزاد، برلن میں یہ مصرع اسی طرح ہے۔ اس میں جو نام آیا ہے، وہ اس قدر بگڑ گیا ہے کہ اصل لفظ کا تعین نہیں ہو پایا۔ نعیم میں یہ مصرع اس طرح ہے: چہ پیلو جی پھینو سگِ نابکار۔ ”پیلو جی پھینو“ کا احوال بھی یہی ہے کہ یہ کسی لفظ کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ میں نے آزاد (وغیرہ) کے مطابق نقل مطابق اصل کے طور پر اس مصرعے کو بلفظہ نقل کر دیا۔ صحیح نام کا تعین میں نہیں کر سکا۔

۵۰ میں اس نام کی تخریج نہیں کر سکا۔ نعیم میں لکھا گیا ہے: ”ذوالفقار خاں نے قلعہ چنچی کا محاصرہ کیا تو راجہ رام کی سلامتی خطرے میں پڑ گئی تھی۔ کانھوجی اور نگ زیب کی ملازمت قبول کر چکا تھا..... اُس نے رشوت لے کر راجہ رام کے بھاگ نکلنے کا موقع فراہم کرنا منظور کر لیا تھا“۔ اس عبارت کے ساتھ کوئی حوالہ نہیں دیا گیا۔ یہ شعر کلکتہ میں ہے، مگر آزاد اور برلن میں موجود نہیں۔

۵۱ شیخ منہاج بیجاپور کے امرا میں سے تھا، پھر والی حیدرآباد ابوالحسن کے یہاں چلا آیا تھا۔ ابوالحسن کی فوج کا اہم افسر تھا۔ دیکھیے: ماثر الامرا جلد دوم، ص ۶۱۔ جلد سوم ص ۵۲۱، ۷۰۶، ۷۰۷۔

۵۲ سیدی مسعود، سکندر والی بیجاپور کا ایک اہم کارگزار اور فوجی افسر۔ اس نے مغل فوج کو بہت نقصان پہنچایا تھا۔..... قلعہ ادوئی کی فتح کے بعد اُس کو عالم گیر کے حضور میں پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے اُس کو خطابِ خانی اور منصب عطا کیا [ماثر عالم گیری، ص ۲۱۰]۔

۵۳ سیدیاں، سیدی کی جمع۔ سیدی حبشی غلام کے نام کے ساتھ آتا ہے۔ برلن اور آزاد میں دوسرا مصرع اس طرح ہے: بہ یک دم شود فکرِ اخراجیاں۔

۵۴ ان دونوں لفظوں کے معنی میں معلوم نہیں کر سکا۔ میں نے کلکتہ کے مطابق ان کو نقل کر دیا ہے۔ یہ بہ خوبی ممکن ہے کہ یہ لفظ جعفر کے تراشے ہوئے ہوں ایسے دوسرے لفظوں کی طرح بُرائی کو ظاہر کرنے کے لیے۔ علوی: مندول کھٹول۔

۵۵ گیدی: نامرد، دیوث، قزمساق۔ احمق۔ سر: سردار۔

چہ جمشید شرزہ،^{۵۶} چہ عبدالرزاق^{۵۷} کہ دیکھے مٹا تھوک سے جوں حروف
 چہ آں ہاتھ تھر پرب خاں لقب^{۵۸} بہ یک ٹلا گرد و دواں روز و شب
 چہ مدنا جی پنڈت،^{۵۹} چہ مرزا خلیل^{۶۰} بہ یک دھار پیشاب گرد و ذلیل
 چہ راما..... کہ ہے پھوس پھاس بہ یک پھونک اڑتا پھرے آس پاس

۵۶ سکندر والی بیجاپور کی فوج کا ایک ممتاز افسر۔ جب سکندر کو اورنگ زیب کے حضور میں پیش کیا گیا، تو اُس کے ساتھ عبدالرزاق اور شرزہ بھی ملازمت والا میں حاضر ہو کر خلعت و شمشیر مرصع کے انعام سے سرفراز ہوئے۔ عبدالرزاق کو دلیر خاں اور شرزہ کو رسم خاں کے خطاب مرحمت ہوئے [ماثر عالم گیری، ص ۱۹۰]۔

۵۷ دلیر خاں عبدالرزاق میانہ۔ اس کے مفصل حالات کے لیے دیکھیے: ماثر الامرا جلد دوم ص ۵۳-۵۷۔ جب سکندر کے ساتھ عبدالرزاق (اور شرزہ) اورنگ زیب کے حضور میں حاضر ہوئے تو عبدالرزاق اور شرزہ کوشش ہزاری ذات اور چھ ہزار سوار کا منصب ملا تھا [ماثر عالم گیری، ص ۱۹۰]۔

۵۸ پرب خاں، جس کا لقب "ہاتھ تھر" تھا اور جو قطب شاہیوں کے جاں باز بہادروں میں تھا اور اُس کے ہاتھ کا تھر دور سے تیر و بندوق کا کام کرتا تھا۔ فتح حیدرآباد کے موقع پر خان جہاں بہادر ظفر جنگ کو کلتاش کے ہاتھ سے مارا گیا تھا [ماثر الامرا، جلد اول، ص ۷۹۵]۔

۵۹ مادتا پنڈت، ابوالحسن والی حیدرآباد کا وزیر اور مشیر خاص۔ یہ امور سلطنت پر بے طرح حاوی ہو گیا تھا۔ "مسنی زین العابدین سعادت آستانہ بوسی سے معزز و مکرم ہوا۔ اس شخص نے مادتا برہمن کا سر، جو ابوالحسن کی فتنہ پردازی کا اصل سبب تھا، قلم کر کے شاہ عالم بہادر کی خدمت میں روانہ کیا۔ بادشاہ زادہ مذکور نے مقتول کا سر..... حضور میں روانہ کیا" [ماثر عالم گیری ص ۱۸۴]۔ ["مادتا" اور "مدتا" یہ نام دونوں طرح ملتا ہے۔ ماثر میں "مادتا" ہے]۔

۶۰ مرزا خلیل۔ "محمد ابراہیم قمار باز کے نام سے مشہور ہے۔ ولایت (ایران) میں پیدا ہوا۔ ابوالحسن قطب شاہ کی حکومت کے زمانے میں اس نے امارت کا اعلا مرتبہ حاصل کر لیا۔ اسے لشکر کی سپہ سالاری اور "خلیل اللہ خاں پنگ حملہ" کا خطاب ملا۔ فتح حیدرآباد سے پہلے ہی یہ مغلوں کے لشکر میں شہ زادہ محمد اعظم کے پاس آ گیا تھا۔ اس کو شاہی تجویز کے مطابق چھ ہزار ذات، چھ ہزار سوار کا منصب اور "مہابت خاں" خطاب مرحمت ہوا" [ماثر الامرا، جلد سوم، ص ۵۲۳-۵۲۰]۔

۶۱ راما، سمبھاجی [پہر شیواجی] کا بھائی۔ اس سے متعلق حالات کے لیے دیکھیے: ماثر الامرا، جلد دوم، ص ۹۱، ۹۲، ۹۳۔ پہلے مصرعے میں دو لفظ کسی بھی نسخے میں خوانا نہیں، وہاں نقطے لگائے گئے ہیں۔

اگر اتفاقِ جواناں شود بہ یک لحظہ بندش بہ سماں شود
 لیکن دو ناکس، منافق پر نمودند ابتر مہم پدر^{۱۲}
 جسے را بہ حکمت بلیندا^{۱۳} کیا کھنڈر کو مگر گڑھ پریندا^{۱۴} کیا
 وگرنہ سکندر چہ و بواحسن کہ تاحال شاں می شدے در کفن
 مگس را چہ طاقت کہ باشا ہباز بہ ہیجا^{۱۵} در آید، بود کینہ ساز
 نخستیں^{۱۶} کلاں تر چہ پرکھنڈ^{۱۷} کرد ہمہ کاروبارِ پدر بھنڈ^{۱۸} کرد

۱۲ اس شعر کے بعد یہ شعر ہے جو پوری طرح خوانا نہیں۔ آزاد کے مطابق اُسے نقل کیا جاتا ہے:

مگر مجھ کیا دہاں کر میں کوں کھلونا کیا شاہ و پرین کو
 ۱۳ بلیندا: چھتر کے بیچ کا بڑا بانس۔ کھیریل کی بڑی لمبی جو ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچتی

۱۴ دکن کا ایک اہم اور مضبوط قلعہ۔ ”ساتویں جلوس شاہ جہانی میں شاہ زادہ محمد شجاع، پریندا کی فتح کے لیے نام زد ہوا“ [ماثر الامرا، جلد اول، ص ۷۴۵]۔ مآثر میں پریندا کا حوالہ کئی جگہ آیا ہے۔

۱۵ ہیجا: جنگ، لڑائی۔

۱۶ نُخُسْت، نُخُسْت: آغاز میں، پہلی بار۔ نخستیں: اولین، پہلا۔ ”نخستیں کلاں تر“ سے یہاں مراد ہے: سب سے بڑھ کر، سب سے زیادہ۔ ”کلاں تر“ سے مراد بڑا بیٹا نہیں، یوں کہ بڑے بیٹے محمد اعظم کا نام تیسرے شعر میں آیا ہے۔ یہاں محمد معظم مراد ہے، شاعر کی نظر میں جس نے سب سے زیادہ، سب سے بڑھ کر ”کاروبارِ پدر“ کو خراب کیا۔

۱۷ کلکتہ، برکن (اور دوسرے نسخوں میں) ”برکھنڈ“ ہے۔ آزاد میں ”پرکھنڈ“ ہے۔ برکھنڈ یا پرکھنڈ مجھے کسی لغت میں نہیں ملا۔ [ہاں ایک لفظ ”بھر بھنڈ“ ضرور ہے؛ خراب، تباہ، برباد کے معنوں میں]۔ دوسرے مصرعے میں ”بھنڈ“ آیا ہے اور اس کے معنی بھی تباہ و برباد کے ہیں۔ اگر پہلے مصرعے میں ”بھر بھنڈ“ لکھا جائے، تو بہ لحاظ معنویت یہ بہتر صورت ہوگی۔ میں نے یہ قیاسی تصحیح یوں نہیں کی کہ میں فیصلہ نہیں کر سکا کہ بھر بھنڈ اور بھنڈ کو ہم قافیہ کرنا مناسب ہوگا؟ ہاں ایک اور صورت بھی ہے۔ ”پرکھنڈ“ کے لیے یہ مان لیا جائے کہ شاعر نے اسے بھر بھنڈ کے معنی میں نظم کیا ہے۔ اسی خیال سے میں نے ”پرکھنڈ“ کو ترجیح دی ہے۔

۱۸ بھنڈ: تباہ، ابتر۔ بھنڈ کر د: برباد کیا۔ اس کے بعد آزاد اور برکن میں دو شعر اس طرح لکھے ہوئے ہیں کہ خوانا نہیں۔

چٹاں^{۶۹} لوٹ شد بستی بھگ نگر نہ خذ ما صفا ماند و نے ما کدر
 جہاں ہوئے ایسا گلچھن کپوت لگے باپ کے منہ کو کالک، بھبھوت
 دگر شاہ اعظم، بڑے کینہ ور بہ رسوائی انداخت کارِ پدر
 بہ خوشدامن^{۷۰} و خسر پرداخت بہ لٹو پتو کار در باختہ
 فرستند ایناں بہ شب پان پھول ملا کر کیا کام سب خاک دھول
 دریں اختلاش کہ گیرد خراج کہ دھک بھنگ گشت است بلو کاراج
 شب و روز مشاق بھنڈ^{۷۱} تال کا گرفتار و عاشق مشک چال کا

۶۹ یہ شعر آزاد اور برلن میں نہیں، کلکتہ میں ہے۔ اس میں ”لوٹ شد“ پر نظر رکھتی ہے۔ جعفر کے یہاں ایسے ٹکڑے بہ طورِ عموم نہیں ملتے۔ زبان کے معاملے میں [وہ فارسی ہو یا ریختہ] اُس کے شعور میں بہت پختگی تھی۔ چون کہ یہ شعر قدیم ترین خطی نسخے کلکتہ میں ہے، یوں میں نے اسے شامل متن کر لیا ہے۔

۷۰ بھگ نگر: ”قلعے (گوکلنڈہ) سے دو کوس کے فاصلے پر شہر حیدرآباد واقع ہے۔ محمد علی قطب الملک نے بھاگ متی نام ایک طوائف پر شیدا ہو کر اس شہر کو اُس کے نام پر بسایا اور ”بھاگ نگر“ کے نام سے موسوم کیا۔ بعد کو یہ شہر ”حیدرآباد“ کے نام سے مشہور ہوا“ [ماثر عالم گیری، ص ۲۰۲]۔

۷۱ خذ ما صفا دغ ما کدر معروف قول ہے۔ معنی ہیں: جو عمدہ، پاکیزہ ہے، اُسے لے لو، جو پاکیزہ نہ ہو (گندا، گدلا ہو) اُسے چھوڑ دو۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ شہر کو اس طرح غارت کیا گیا کہ نہ اچھی چیزیں بچیں نہ بُری چیزیں رہیں، سب کچھ برباد ہو گیا۔

۷۲ ”۱۳ رجب کو سید بیگی ملکہ شہر بانو دخترِ عادل شاہ بیجاپوری کو ساتھ لے کر حاضر حضور ہوا..... اور ۲۰ رجب کو بادشاہ زادہ محمد اعظم کے نکاح میں دی گئی“ [ایضاً ص ۱۳۴]۔

۷۳ علوی: لٹو کاراج۔ [کلکتہ، آزاد، برلن میں ”بلو کاراج“ ہے]۔ لٹو کاراج ہو یا بلو کا، مراد یہی ہے کہ ایسی حکومت ہے جس کا حال لٹھا نہیں، بد نظمی بہت ہے۔

۷۴ بعض نسخوں میں ”بھنڈ تال“ ہے اور بعض میں ”ہنڈ پال“۔ لغت میں یہ دونوں لفظ نہیں۔ ”تال“ موسیقی کی اصطلاح ہے، اس سے میں نے یہ قیاس کیا ہے کہ شاید رات دن نغمہ و سرود، عیش و عشرت میں مشغول رہنا مراد ہے۔ اس شعر کے بعد جو شعر ہے، اُس کے دوسرے مصرعے کا مفہوم یہی ہے۔ تادھن، تادھینکنا بھی موسیقی کے محملقات کی طرف ذہن کو متوجہ کرتے ہیں۔ [بہ طور یہ لفظ وضاحت طلب ہے]۔

تَنَادِہن تَنَادِہینکنا ہو رہے چڑھا کر نشہ مست گھر سو رہے
 رہے رات دن گانڈ کے ذکر میں بہ لہو و لعب چوت کی فکر میں
 ازیں راہ رو، مُقرباں در حضور ہراساں بیابند تا منگلور
 در آں جا چونزدیکِ ایندھی^۵ شونند بشاشند از ہول و لینڈی شونند
 ہمہ پٹا بازاں، جہاں برق وار ہمہ یکہ تازان و گھوڑا سوار
 بہ دست ہمہ بھالہ و دھوپ^۶ و ساگ^۷ سُوم معدنِ شر و کانِ فساد
 خطابش از اں اکبر^۸ ابتر است رگِ ٹڑٹوں پڑپوں برکشاد
 ز تلے^۹ پلے نے یہ کیا کیا خطِ مفدی را ہماں مسطر است^۹
 کہ رانا کو چھیری^{۱۰} سے بھینسا کیا

۵ ے اینڈی: علاقہ بیجاپور کا فوجی نقطہ نظر سے ایک اہم مقام؛ دیکھیے مآثر الامرا، جلد اول، ص ۷۹۲۔
 ۶ ے دھوپ: ایک قسم کی تلوار۔ ۷ ے بھالا، برچھی۔
 ۸ ے اورنگ زیب کے بیٹے کا نام، جس نے راجپوتوں کے بہکانے میں آکر باپ کے خلاف بغاوت کرنے کی کوشش کی تھی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: مآثر عالمگیری، ص ۱۲۸ سے ص ۱۴۰ تک۔ اکبر کی موت: ۳۲۶۔

۹ ے بعض نسخوں میں (بشمول علوی و نعیم) اس شعر سے پہلے یہ شعر ہے:
 چہارم پسر ڈومنی کا جنا برج میں رہے، جوں فرج میں ثنا
 یہ شعر آزاد، کلکتہ، برکن میں موجود نہیں۔ واضح طور پر یہ الحاقی شعر ہے۔ اس سے پہلے کے شعر میں ”سوم“ کہا جا چکا ہے، یوں اسی کو ”چہارم“ کہنے کا کوئی جواز نہیں۔ کسی ناقل نے ”ثنا“ کا قافیہ بٹھانے کے لیے اور ”ڈومنی کا جنا“ کہنے کے لیے اس شعر کی تخلیق کی ہے۔ اُس کو یہ بات نہیں معلوم ہوگی کہ محمد اکبر ”ڈومنی کا جنا“ نہیں تھا، شاہ نواز خاں صفوی کی بیٹی دل رس بانو (معروف بہ رابعہ دورانی) کے بطن سے تھا۔

۱۰ ے ز تلے محرف صورت ہے ”ز تلّا“ کی۔ ز تلّا: گپ ہانکنے والا، بے پرکی اڑانے والا، ز تلّی۔
 ۱۱ ے مراد ہے اودے پور کا رانا۔ ”..... راجپوتوں نے بغاوت کر دی۔ بغاوت کو کچلنے کے لیے شہ زادے اکبر کو بھیجا گیا۔ رانا اودے پور..... نے شہ زادہ اکبر کو بادشاہی کے سبز باغ دکھائے اور خود اُس کی اطاعت و وفاداری کا حلف اٹھایا۔ شہ زادہ اُن کے دام فریب میں آ گیا اور اُس نے بغاوت کر دی..... اکبر اپنے راجپوت حلیفوں سمیت شکست کھا کر بھاگا اور چھپ چھپا کر سمبھاجی

مگر شاہ والا گھر کام بخش
 بہ یک دم کند دور گیتی تمام
 زہے شاہ والا گھر، بے نظیر
 زہے فضل و لطفِ خداوندگار
 وفا و حیا و بقا و غنا
 در آفاق بسیار چکر زوم
 بہ این حسن سیرت چو تو دل نواز
 پھرا میں بہت تیرتھ^{۵۵} اور دوارکا
 دواند، چہاند دریں دشت رخس^{۵۳}
 بہ حق محمد علیہ السلام
 سہرِ کسَم، آفتابِ سرِ
 کہ بروے عطا کرد گوہر چہار
 مروّت، فتوت، دیا و میا^{۵۴}
 بہ ہفتاد و دو فرقہ نگر زوم
 نہ دیدم دریں سیر گاہ مجاز
 نہ دیکھا دیا و نت تجھ سارکا

بیا جعفر! از مدح او لب پند
 کہ سوزد دلِ حاسداں چوں سپند^{۵۶}

مرہٹہ کے دربار میں پہنچا (یکم جون ۱۶۸۱ء) وہاں بھی ٹھہر نہ سکا۔ پھر سمندر کی راہ سے ایران چلا گیا اور وہیں وفات پائی [۱۱۱۸ھ/۱۷۰۶ء] [دائرة معارف اسلامیہ، جلد ۲۰، ص ۷۸]۔
 ۵۲ چھیری: بکری۔ ۵۳ اس شعر سے پہلے ایک شعر اور ہے جسے آزاد کے مطابق نقل کیا جاتا ہے:
 ڈھڈھچر میں ڈالا بوڑھے باپ کو
 گلوگی میں رکتا اپن آپ کو
 مجھے اس میں بہت شک ہے کہ یہ شعر جعفر کا ہے؛ اسی بنا پر میں نے اسے شامل متن نہیں کیا۔
 ۵۴ میا: رحم، درد مندی۔ ۵۵ کلکتہ: سورتھ (سورت)۔ [آزاد، برکن: تیرتھ]۔
 ۵۶ سبھی نسخوں میں اس نظم کے آخر میں آٹھ شعر اور ہیں، پہلا شعر:

زئل نامہ کردم عدیم البدل کہ ہر مصرع اوست ضرب المثل
 آخری شعر یہ ہے: بیا جعفر ایں جا سخن کن تمام کہ مائل و دل است خیر الکلام
 کسی غلط فہمی کی وجہ سے یہ شعر اس نظم کے آخر میں شامل ہو گئے۔ غلط فہمی کی وجہ سے ظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ فرض کر لیا گیا کہ اس نظم کا عنوان ”زئل نامہ“ ہے، جب کہ اس کا عنوان بعض نسخوں میں ”ظفر نامہ“ ضرور ہے اور ”زئل نامہ“ جعفر کے اس مجموعہ کلام نثر و نظم کا نام ہے جو اس نے خود مرتب کیا تھا۔ یہ آٹھ اشعار درحقیقت ”زئل نامہ“ کے آخری اشعار ہیں [مقدمہ کتاب میں نے اس کی وضاحت کر دی ہے]۔ اسی بنا پر میں نے ان آٹھوں اشعار کو یہاں سے ہٹا کر، اس کتاب کے آخر میں شامل کر دیا ہے۔

مرثیہ اورنگ زیب عالم گیر

پنال اے عندیپ گلشن ہوش
 سیہ گن چہرہ طیب و طرب را
 یکن از تعزیت بال و پر خویش
 خراش از ناخن غم روے خود را
 گلستاں را بُوز از شعلہ غم
 کہ اورنگ زیب عالم گیر دیں دار
 دریغا! واے واے! ہاے ہاے!
 بہ تقوی و ریاضت پر کمالے
 خدا دان و خدا ترس و خدا رس

بکن اِلْحَانُ خود از غم فراموش
 زباں کوتہ بکن، بر بند لب را
 پر یز از نوحہ خاکے بر سر خویش
 تراش از درد ماتم موے خود را
 مہیا گن بہ صحرا ساء ماتم
 گستہ رشتہ ہستی بہ ناچار
 شہنشاہے، عجب گیتی پناہے!
 بہ تدبیر و شجاعت بے مثالے
 مغیث مور و ماہی، بے کس و کس

- ۱۔ اِلْحَان: ترنم، سُر ملی آواز۔
 - ۲۔ طیب: خوشی، رضامندی۔ خوش بو، مہک۔
 - ۳۔ گندن: نوچنا، کھودنا۔ یکن: نوچ لو، نوچ ڈالو۔
 - ۴۔ لندن، برلن، علوی، نعیم، رضا، بزن۔
 - ۵۔ نعیم میں اس کے بعد یہ شعر ہے:
- کہ اورنگ زیب عالم گیر غازی سفر کردہ ازیں کاخ مجازی
 میں نے اسے شامل متن نہیں کیا یوں کہ اس میں تکرار محض ہے جس کا تعلق بہ ظاہر کسی ناقل سے
 معلوم ہوتا ہے۔
- ۶۔ لندن، رضا، برلن: مسکین پناہے۔
 - ۷۔ علوی: بہ تقویٰ و ریاضت بر کمالے۔ سمیعی: بہ تقویٰ اور ریاضت پر کمالے۔
 - ۸۔ نعیم: معین۔ [مغیث مور و ماہی: سب کی فریاد سننے والا، فریاد رس]۔

بہ صورت خضر و در سیرت ملک بود
 بہ علم و با علم چوں بو حنیفہ
 کرم گستر، جہاں پرور، جہاں باں
 جہاں تار یک شد بے نورِ ذاتش
 فلک از آئینی بر خلق در بست
 ریغا! عدل و دین بے او دو نیم است
 دریغا! رائد شد بانوے گیتی
 دریغا! رونق باغ جہاں رفت
 جمادات و نباتات از غم او
 خلل در شش^{۱۲} جہت افتاد چنداں
 برآمد درد و غم از بطن جیوں
 سرور^{۱۳} باغ و رنگ و بوے گل رفت
 چگویم من کہ در عالم زہر شے
 اکل بے گل ہوا سنسار سارا
 رسیدہ وقت جنگِ سخت یارو!^{۱۵}
 غسل تلخی گرفتہ از فراقش
 کہاں اب پایے ایسا شہنشاہ
 رگت کے آنسوؤں^{۱۶} جگ رووتا ہے

بہ عظمت خاکِ پایش بر فلک بود
 ابا آدم صفی بود این خلیفہ
 تنش در قبر شد، چوں در بدن جاں
 نفس تار یک شد چوں دو و آتش
 کمر ہاے جبال^۹ الارض بشکست
 عروس سلطنت بے او سقیم است
 کہ می گویند: کھیتی^{۱۰} خصم سیتی
 دریغا! آبروے میر و خاں رفت
 ہمہ گریاں ز درد ماتم او
 کہ لب بر بست با ہم پستہ خنداں
 گہر شد در صدف چوں قطرہ خون
 جمال شاہدان و سکر^{۱۱} مثل رفت
 برآمد زیں الم آوازِ ہے ہے!
 بہ خوں تیار شد مریخ تارا
 شدہ تاثیر سم در نو شدا رو
 نمک ترشی گرفت از اجتراقش
 مکمل اکمل و کامل، دل آگاہ
 بجا^{۱۲} میٹھی نیند کوئی سووتا ہے

۹ جبال: پہاڑ (جبل کی جمع)۔ ۱۰ کھیتی خصم سیتی: کھیتی کا کام مالک ہی کی توجہ اور دیکھ بھال سے اور خود کام کرنے سے اچھی طرح ہوتا ہے (مثل)۔

۱۱ لندن: آبروے سردراں۔ برلن: دریغا آہ چوں سردراں رفت۔ ۱۲ مراد ہے پوری دنیا۔ ہر طرف۔

۱۳ علوی، بہمنی: ہمہ در باغ۔ ۱۴ شراب کا نشہ [سکر: نشہ۔ مثل: شراب]۔

۱۵ بعض نسخوں میں "سخت بازو" ہے۔ ۱۶ نعیم: انجواں۔ ۱۷ لندن: نہ اپنی نیند۔

فلک رقاص بازی آں چناں کرد
 صداے توپ و بندوق است ہر سو
 دوا دوا ہر طرف بھاگڑ پڑی ہے
 کٹا کٹ و لٹا لٹ است ہر سو
 بہ ہر سو مار مارو دھاڑ دھاڑ است
 ازاں سو اعظم و زیں سو اعظم
 بیتم تا خدا از کیست راضی
 بیا جعفر، سخن را مختصر کن
 ز دور مختلف در دل حذر کن

۱۸ یہاں بہ ظاہر اچل چال اور اچل چال، دونوں طرح پڑھنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے؛ مگر میری رائے میں مرعج ”اچل چال“ ہے۔ لغت میں ان میں سے کوئی مرکب نہیں ملتا؛ ہاں ”اچلا چال“ ہے: جو شوخی و شرارت سے ایک جگہ نہ ٹھہرے، چنچل۔ ”اچل“ کے تین معنی ہیں: اپنی جگہ سے نہ چلنے والا، نہ ہلنے والا۔ گشتی کا وہ دانو جس کا کوئی توڑ نہ ہو۔ تیسرے معنی ہیں: دست بہ دست لڑائی [فرہنگ اصطلاحات پیشہ وراں، بہ حوالہ اردو لغت]۔ اس طرح ”اچل چال“ کا مفہوم دست بہ دست لڑائی لیا جاسکتا ہے اور یہ معنی یہاں چسپاں ہوتے ہیں؛ اسی لحاظ سے میں نے ”اچل چال“ لکھا ہے۔

۱۹ اس مصرعے کی بنا پر اس نظم کے زمانہ تصنیف کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ یہ نظم اورنگ زیب کے دو بیٹوں محمد اعظم اور محمد اعظم میں باہم جنگ جانشینی کے زمانے کی ہے۔ اس جنگ میں عالم گیر کا دوسرا بیٹا محمد اعظم کام یاب ہوا تھا اور بہادر شاہ کے لقب سے تخت سلطنت پر بیٹھا تھا۔ محمد اعظم بہادر شاہ کی جہو میں جعفر نے (بعد کو) وہ نظم کہی تھی جس کا عنوان ہے: گند مروانا مہ۔ اس نظم میں بہادر شاہ کا حوالہ آیا ہے۔ جعفر کی ایک اور نظم ”قناعت نامہ“ میں بھی اس کا نام آیا ہے:

گر شیوہ گدائی و خواری طلب کنی پس نوکری شاہ اعظم غنیمت است

۲۰ نعیم، علوی، بمبئی: از نام کہ۔

۲۱ دور مختلف سے مراد ہے بدلتا ہوا زمانہ [کہ معلوم نہیں کل کیا ہوگا اور کون بادشاہ ہوگا] اس لیے دل میں ڈرو [اور رائے ظاہر نہ کرو، کچھ نہ کہو]۔

شاہ زادہ کام بخش سے متعلق چار نظمیں

[یہاں سے اُس نظم تک جس کا عنوان ہے: "حسبِ حالِ خودِ گفتہ شد" اور جس کی ردیف ہے: "کہ جعفر اب کیسی بنی" سارے مندرجات ایک ہی سلسلے کی مختلف کڑیاں ہیں؛ اسی لحاظ سے ان کو یک جا کر دیا گیا ہے۔ شروع کے دو اجزا سے یہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ شہ زادے کام بخش کی فوج میں ملازم ہے، دکن میں ہے اور لڑائی میں شریک ہے۔ "مورچل نامہ" سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ملازم تو ہے، مگر غیر مطمئن ہے اور ذہنی کش مکش کا شکار ہے۔ یہاں تک کہ ملازمت چھوڑ دینے کا خیال بھی اُس کے ذہن میں آتا ہے۔ جعفر جیسے شاعر کا سپاہیوں کی طرح جنگ کی سختیوں کو جھیلنے سے بھلا کیا تعلق! مجبوری کی بات دوسری ہے۔

ہجو کام بخش محض شخصی ہجو ہے۔ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا محرک کیا تھا۔ [شاید "زبانِ گزندہ داشت" کا تفریحی ردِ عمل تھا]۔ اُس کے بعد جو نظم ہے، اُسے "پچھتاوانامہ" کہنا چاہیے۔ جعفر یہ اعتراف کرتا ہے کہ اُس نے غلطی کی تھی: "کردی خطا خود سر بہ سر"۔ وہ اس ہجو کو "الفاظِ بے معنی" اور "لاف لالعی" کا مجموعہ مانتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ فوج میں ملازم تھا مگر شہ زادہ اُس کا بہت خیال کرتا تھا اور عیش و آرام کے بہت سے اسباب اُس کے لیے مہیا تھے۔ ہجو کی پاداش میں نوکری کو تو خیر جانا ہی تھا، "سر پر خدا نے خیر کی" مگر علاقہ بدر کر دیا گیا: "افتادی اندر بحر و بر، تنہا شدی اندر سفر، شد در بیابانت مقرر، افتادی اندر رہ گزر"۔ مرتب۔

چوں اسپ بندہ در مورچال جنگ بکار آمدہ، ایں ابیات گفتہ بہ نظر شاہ زادہ محمد کام بخش گزرانیدم:

سرور، کیواں وقارا اور مسکیں پرورا! آفتابِ لطف تو تابندہ بے چون و چرا
اسپ من در پھس پٹاخ مورچال آمد بکار خاں بڑے مختار خاں جیو شاہد ایں ماجرا
آدم در حضرتت دل خستہ و امید وار مرہم دل نستگاں! تو رحم کن بر جعفر
چوں از شنیدن ایں ابیات اسپ معاف شد، با زین العابدین خاں بخشی بندہ را
ناموافقت بود؛ خواست کہ بہ عرض شاہ زادہ رسانیدہ برہم سازد۔ بندہ خبر یافتہ سبقت
نمودہ، معرفتِ ناظر یا قوت ایں ابیات گفتہ بہ پادشاہ زادہ والا گہر رسانیدم و عزم
مرزائے مذکور را باطل ساختم:

شنو اے خداوند گیتی پناہ توئی دُرّۃ التاج اورنگ شاہ
توئی وارث و حارثِ تحت و تاج توئی والی و مالکِ ملک و باج

۱ لندن: بندہ در گاہ بکار آمدہ و ابیات ہا گفتہ بہ نظر پادشاہ زادہ والا گہر گزرانید و اسپ معاف شد و
اں ابیات ایں است۔

۲ بعض نسخوں میں ”جی“ ہے۔ میں نے لندن اور بمبئی کے مطابق ’جیو‘ کو ترجیح دی ہے۔ یہ لفظ
آگے چل کر ایک اور نظم میں بھی آیا ہے۔

۳ لندن: چوں از شنیدن ایں ابیات اسپ معاف شد، زین العابدین تن بخشی را با بندہ ناموافقت
بود، خواست کہ بہ عرض اقدسِ اعلیٰ رسانیدہ برہم زند۔

۴ لندن: ایں قطعہ دیگر بہ پادشاہ زادہ دادہ شد۔

۵ برلن، علوی، بیدار، لندن میں ”سنو“ ہے۔ نعیم میں ”شنو“ ہے [مصرع بحر سے خارج
ہو گیا]۔ بمبئی میں ”شنو“ ہے۔ میں نے دوسرے مصرعے کے ”توئی“ کی مناسبت سے ”شنو“

کو ترجیح مانتا ہے۔

۶ علوی، محمدی، بیدار: توئی وارث و مالکِ تحت و جاہ۔

۷ بیدار، علوی:

توئی حارث و والی ملک و مال توئی صاحبِ عز و جاہ و جلال

بہ درگاہ تو ہر کہ کھٹ پٹ کند
 جو تجھ کو بُرا من میں چپتا کرے
 من از ضعف چوں چونی و بھوسیم
 مرا طاقتِ نگرِ او کجا ست
 بہ امر تو شد ثوے من معاف
 شود گر بہ یاقوتِ پروانگی
 تن من ازیں غم جھلنگا شدہ
 ولے نام تیرا پتنگا شدہ

لندن: بہ یک بار۔ بیدار، علوی، نعیم: بہ یک لحظہ۔

نعیم: نہ چوں زی سر فیل منگوسیم۔ محمدی، علوی، بیدار میں مصرع مطابق نعیم اس فرق کے
 ساتھ کہ ان نسخوں میں ”چوں ری“ ہے۔ رے اور زے کا فرق کرشمہ کتابت معلوم ہوتا ہے۔
 برلن: نہ چوں ری سر فیل منگوسیم۔ بمبئی: نہ چوں سر بہ سر فیل منگوسیم۔ لندن: نہ چوں زیں سر
 فیل منگوسیم۔ ”فیل منگوسی“ لغت میں موجود ہے بہ معنی: موٹا، ہٹکا کٹکا۔ ”سر فیل منگوسیم“ اور
 ”سر فیل منگوسیم“ میں ترجیح کا فیصلہ کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ ”زیں“ یا ”زی“ (زے) کو
 زین العابدین کا مخفف نام ماننا ہوگا۔ مختصر یہ کہ یہ مصرع صاف نہیں۔ یہ طے کرنا فی الوقت
 بہت مشکل ہے کہ اصلاً مصرع کس طرح تھا۔ مصرعے کا مفہوم تو واضح ہے مگر الفاظ واضح نہیں۔
 میں نے فی الوقت اس مصرعے کو لندن کے مطابق نقل کر دیا ہے اس توقع کے ساتھ کہ آئندہ کسی
 بہتر خطی نسخے کے مل جانے سے ایسے بعض دوسرے مقامات کی طرح اس مصرعے کی تصحیح بھی
 کما حقہ ہو سکے گی۔ اس مصرعے کے ”فیل“ اور اگلے شعر کے لفظ ”نکر“ سے یہ خیال تو ہوتا ہے
 کہ اس مصرعے میں لفظ ”سر“ ضرور آیا ہے۔

بیدار، علوی، نعیم: تن و توش آں کس۔

جھلنگا: وہ چار پائی جس کے بان ٹوٹ کر لٹک گئے ہوں اور اداوان بھی بوسیدہ ہو گئی ہو۔

”پتنگا“ بہ کسر دوم اور بہ فتح دوم، دونوں طرح ہے۔ جھلنگا کی رعایت سے یہاں بہ فتح دوم
 مرخ رہے گا۔ ”پتنگا“ پروانے کو کہتے ہیں، نیز ”چنگاری، چراغ یا کولے وغیرہ کی آگ کا پھول“
 کے معنی میں بھی آتا ہے۔ پتنگا ہونا: جلدی جلدی حرکت کرنا، جستی مہرتی سے کام انجام دینا
 (اردو لغت)۔ اس سے میں انہی معنوں کی رعایت سے یہ مفہوم مراد لیا گیا ہے کہ تیرے
 نام نے میرے اندر طاقت، توانائی بھردی ہے۔

آخر الامر چوں ایاتِ مسطور بہ نظر اقدس گذشت، تبسم کہ نصف الضحک باشد، فرمودند و ناظر را پروا نگي دادند کہ زین العابدین مزاحم ایں معنی نہ شود، دیدہ و دانستہ بہ میرجعفر اسپ معاف فرمودیم۔

(۲)

مورچل نامہ

توبہ ازیں وسوسہ مورچل	دم بہ دم از دمہ جاں در خلل
توبہ ازیں مسکن روزن فراخ	روز و شب آوازہ پھس، پوں، پٹاخ
توبہ ازیں مسکن پُر شور و شر	مرحلہ پُر خلل و خوف و ڈر
از نظرِ عالمیاں شد اُلوپ	گنبدِ گردوں ز صدا ہائے پ
بان و تفنگ است بہ ہر صبح و شام	تیر و خدنگ است، دگر والہ نام
خاک بریں زیستن و زندگی	جاں بہ خلل، دل بہ پرآگتگی
روز بہ ہیبت گذرد، شب بہ ہول	خاک بریں زیستن و فعل و قول
پُر خس و خاشاک بہ سر نوکری	زرد خرد بہتر ازیں نوکری

۱۳ لندن: بہ مرز ازین العابدین بگویند کہ۔

۱۴ بمبئی: توبہ نامہ و مذمت نوکری۔ نعیم: مورچال نامہ۔

۱۵ اصل لفظ ”مورچال“ ہے۔ یہ ”مورچہ“ سے بنا ہے (پلیٹس)۔ ”مورچل“ اسی کی مخفف صورت ہے۔

۱۶ دمہ: عارضی قلعہ، جو تھیلوں (بور یوں) میں ریت یا مٹی بھر کر اور انہیں چاروں طرف چن کر بنا لیا جاتا ہے: دھس، بندوچیوں کی پناہ گاہ۔

۱۷ اُلوپ: پوشیدہ، غائب، نظر نہ آنے والا۔

جعفر! ازیں کوچہ پس مور چل
شرمِ حضوری مکن و لوٹ چل

(۳)

ہجو شاہ زادہ محمد کام بخش

زہے شاہ والا گھر کام بخش کہ غجھی یو کرد پبھی و بخش

۱۸ علوی، بیدار: جعفر ازیں کوچہ بس (پس؟) مور چل۔ نعیم: جعفر ازیں کج کلی (گلی؟) مور چل۔
بہی: جعفر ازیں کشکش مور چل۔ میرا خیال ہے کہ ”کوچہ پس مور چل“ [یا کوچہ پس مور چل]
وہی ہے جسے ”سلامت کوچہ“ اور ”کوچہ سلامت“ بھی کہتے ہیں۔ ”کوچہ سلامت: ڈھکا ہوا
راستہ، سرنگ، چورگلی یا راستہ، جو مثل خندق کے ترچھا ٹیڑھا بناتے ہیں تاکہ فوج اس راستے کی
کجیوں کی آڑ میں صحیح سلامت قاعدہ نعیم تک پہنچ سکے۔ حملہ آور سپاہیوں کے لیے دشمن پر حملے کا
محفوظ راستہ“ (اردو لغت)۔ جعفر نے ہجو عصمت النساء بیگم میں ”سلامت کوچہ“ نظم کیا ہے:

سلامت کوچہ ہست آں چپہ تو کہ دارد فوج شہ دروے گذارا

۱۹ لندن: جفت شدن شاہ زادہ کام بخش با گوسفند۔ بہی: جفتی نامہ شہ زادہ والا گھر باؤ در اورنگ آباد
گفتہ۔ باقی نسخوں میں ”ہجو شاہ زادہ محمد کام بخش“ ہے۔ لندن کے عنوان میں جو ”در اورنگ آباد
گفتہ“ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہجو اسی وقت کہی تھی جب وہ دکن میں شاہ زادے کی فوج
میں ملازم تھا۔ ”شہنشاہ راگر رسد ایں خبر“ اسی سلسلے کا کٹرا ہے۔

۲۰ اورنگ زیب عالم گیر کا سب سے چھوٹا بیٹا۔ عالم گیر کے انتقال کے بعد بھائیوں میں تخت
سلطنت کے لیے جوڑائی ہوئی تھی، اس میں ”کام بخش“ نے ۳ رزدوالقعدہ ۱۱۲۰ھ/۱۳ جنوری
۱۷۰۹ء کو حیدرآباد دکن کے قریب معظم کی فوج سے شکست کھائی اور مارا گیا [دائرۃ معارف
اسلامیہ، جلد پنجم، ص ۱۰۴]۔

۲۱ غچو [نیز غچو پارا۔ غچو پالا] گلی ڈنڈے کے کھیل میں لڑکے زمین میں جو چھوٹا سا سوراخ بناتے
ہیں، اسی کی ایک شکل ”غجھی“ بھی ہے (اور ”گجھی“ بھی)۔ اس جگہ سے گلی گجھی جاتی ہے۔

۲۲ ”غچھی: جو چوٹ پا کر چوڑا یا دباؤ کے صدمے سے چپٹا ہو جائے، پیکا ہوا“۔ ”بخش: گچلا ہوا،
پھیلا ہوا، جھری دار“ (اردو لغت)۔

دُم بڑ بہ یک دست پھیلائے کر دیا جیل ڈھپو^{۲۳} کو پھٹائے^{۲۴} کر
چناں در گس بڑ فرو برد کپر کہ لرزید از بیتش مادہ شیر^{۲۵}
چھڑ ساخت آں روزن تنگ را جلا داد نام تَمَر لنگ^{۲۶} را
چناں گھستہ و ٹلہ^{۲۸} درخواست کرد کہ صد سکہ سلطنت راست^{۲۹} کرد

۲۳ ڈھپو، ڈپو: بہت بڑا، بہت موٹا (پلیٹس)۔ بعض نسخوں میں ”ڈپو“ ہے اور بعض میں ڈھپو۔ میں نے ”پھٹائے کر“ کی صوتی مناسبت سے ”ڈھپو“ لکھا ہے [مجازاً: عضو تاسل]۔

۲۴ ”پھٹانا: سانپ کا غصے سے پھن اٹھانا اور پھنکار مارنا۔ نہایت غضب ناک ہونا، دفعتاً غصے میں بھر جانا“ (آصفیہ)۔ یہاں مراد ہے جوش میں آکر آمادہ کار ہو جانا۔

۲۵ ”مادہ شیر“ شیرنی کو کہیں گے۔ غالباً جعفر کا یہ کہنا ہے کہ وہ بڑ (بکری، جس کا نام اُس نے ”منوہر“ لکھا ہے، ساتویں شعر میں) وہ اگرچہ شیرنی جیسی تھی، مگر وہ بھی کانپنے لگی۔ سب نسخوں میں ”مادہ شیر“ ہے۔ ایک لفظ ہے: چھیری، بکری کے معنی میں؛ بہ خوبی ممکن ہے کہ جعفر نے شاعرانہ تصرف کے واسطے سے یہاں ”چھیر“ لکھا ہو بہ معنی چھیری۔

۲۶ چھڑ: چشمہ، جوہڑ۔

۲۷ تیمور لنگ۔ ولادت: ۸ اپریل ۱۳۳۶ء۔ انتقال: ۱۸ فروری ۱۳۰۴ء [دارۃ معارف اسلامیہ، جلد ششم۔ تیمور سے متعلق مختصر حالات اور مفصل مآخذ کے لیے اس کتاب کو دیکھا جاسکتا ہے]۔

۲۸ ٹلا اور ٹلا، دونوں طرح درست ہے۔ چوں کہ اس کے بعد کا لفظ ”گھستہ“ بہ کسرِ اول ہے، یوں صوتی مناسبت کے لحاظ سے یہاں اسے بہ کسرِ اول پڑھنا بہتر ہوگا۔ ٹلا: دھکا، ضرب، ٹکور (اردو لغت)۔ [ٹلے نویسی: دھکے گننے یا لکھنے کا عمل]۔

۲۹ دوسرے مصرعے کو پڑھ کر تذکرہ خوش معرکہ زیبا کا یہ اندراج یاد آ گیا:

شیخ صاحب (ناسخ) محلہ نکسال لکھنؤ میں رہتے تھے۔ مرزائی صاحب سے محبت دلی رکھتے تھے..... ایک روز کی نقل ہے کہ میرزائی صاحب نے اپنے ملازم کے ہاتھ شیخ صاحب سے کچھ روپیہ قرض منگا بھیجا..... شیخ صاحب نے حسبِ الطلب بھیج دیا اور ایک پرچے پر یہ شعر فارسی کا میرزائی صاحب کو لکھ بھیجا، وہ شعر یہ ہے:

چہ پروا از زر و دینار داری چو دارِ القرب در شلوار داری

[مرتبہ مشفق خواجہ، جلد دوم، ص ۵۷]

لب بختہ بڑ چو پیوند شد
 گھسیرا گھسیری کہ می کرد شاہ
 رو موتی، میگنی بند شد
 منوہر پڑی خفیہ می کرد آہ
 دُبرگاہ در زیر دم چاک شد
 ازین غب غباغپ، ازین غج غچاک
 دل دایہ و ماما شد سہناک
 کہ اے پادشہ زادہ عالی نسب
 توئی صاحب و وارث تخت و تیغ
 مزین ہم چنین گھتہ بے دریغ
 تراشد سر ما و سازد بدر
 لگا مارنے ثلثہ ہفت رنگ
 بکر چود شہ زادہ شد سُرخ رو
 غباغپ، غج غج، غباغپ، غچاک
 غچر غچ، غچر غج، شدہ پون پاک
 فضولی مکن جعفر! اکونں خموش

کہ حق پردہ پوش است و پوشش نیوش

۳۰۔ بسببی میں اسی طرح ہے۔ باقی نسخوں میں مصرع اس طرح ہے: لب خفیہ بر چوت پیوند شد۔
 بسببی کا متن ہر لحاظ سے بہتر ہے، اس لیے اسی کو ترجیح دی گئی۔ بختہ: تھکن، سلوٹ، درار،
 شکاف (اردو لغت)۔ مفہوم یہ ہے کہ اُس عمل کے دوران بکری کی ”دُبرگاہ“ کے دونوں
 کنارے (لب) اس طرح پیوند ہو گئے کہ رو موتی میگنی بند شد۔ یہ دوسرا مصرع کئی نسخوں میں
 اس طرح ہے: رو گہنی و موتی بند شد۔ بسببی میں ”موتی میگنی“ ہے، اسی کو مرع خیال کیا گیا ہے۔
 ۳۱۔ بیش تر نسخوں میں ”دل دایہ و مایہ“ ہے؛ مگر ”مایہ“ یہاں قطعی طور پر بے محل ہے۔ ایک نسخے میں
 ”ماما“ ہے (دل دایہ و ماما) اور یہی درست ہے۔ ماما: خادمہ، ملازمہ، دائی۔ مسلمانوں کے
 ہاں جو عورت خدمت کے واسطے نوکر ہو، ”ماما“ کہلاتی ہے (آصفیہ)۔

۳۲۔ دریغ بہ فتح اول اور بہ سیر اول (دریغ - دریغ) دونوں طرح درست ہے [فرہنگ فارسی]۔

حسبِ حالِ خودِ گفتہ

تہا شدی اندر سفر، کہ جعفر اب کیسی بنی! در بے کسی ہا بودہ، با درد و غم آلودہ
 با عشرت و غم ساختی، با درد و غم پرداختی
 از جو آں سلطانِ خود، کردی پریشاں جانِ خود
 اسبابِ غم برداشتی، تخمِ فلاکت کاشتی
 آں دیدنِ شہِ زادہ کو، آں ساقی و آں بادہ کو
 فالودہ و فرنی چہ شد، پن بھتہ و شرنی چہ شد
 اُفتادی اندر بحر و بر، کہ جعفر اب کیسی بنی! مفلس شدی و در بہ در، کہ جعفر اب کیسی بنی!
 کہ صاحبی و گہ نفر، کہ جعفر اب کیسی بنی! در ماندہ بے بال و پر، کہ جعفر اب کیسی بنی!
 اکنوں کجا آں سیم و زر، کہ جعفر اب کیسی بنی! کردی خطا خود سر بہ سر، کہ جعفر اب کیسی بنی!
 آں بستر و بالیں کدھر، کہ جعفر اب کیسی بنی!

۳۳ نعیم: مسافر نامہ حسب حال خود۔ بمبئی، محمدی، علوی، بیدار: ہجونوکر۔ [لندن: حسب حال خود گفتہ۔]

۳۴ نعیم میں ”کیسے بنے“ ہے۔ ”اب“ کی مناسبت سے میری رائے میں ”بنی“ بہتر ہے۔

۳۵ نعیم: در بیکسی افتادہ با درد و غم آلودہ۔ محمدی، بیدار، بمبئی: در بیکسی تا بودہ۔ لندن: در بیکسی افتادہ کی با درد و غم آبادی۔

۳۶ نعیم: با حسرت و غم۔ لندن: با غربت و غم۔ [باقی نسخوں میں ”با عشرت و غم“ ہے]۔ دوسرے مصرعے کے ”گہ، صاحبی و گہ نفر“ کے لحاظ سے (جس میں تقابل ہے: صاحب، نفر) اس مصرعے میں بھی ”عشرت و غم“ مرعج معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی عشرت اور غم کے تقابل سے دونوں مصرعوں کے بیان میں توازن پیدا ہو جائے گا۔

۳۷ لندن: و اماندہ۔ ۳۸ علوی، بمبئی، نعیم: فالودہ و فرنی چہ شد پن بھتہ و شربت چہ شد۔ بیدار: فالودہ و فرنی چہ شد آں بھتہ و کھرنی چہ شد۔ ”پن بھتہ و شربت“ واضح طور پر درست نہیں۔ ”فرنی“ کا ہم قافیہ ”شربت“ کیسے ہو سکتا ہے۔ لندن میں مصرع یوں ہے: فالودہ و فرنی چہ شد پن بھتہ و شرنی چہ شد: اور یہی صحیح صورت ہے۔ ”شرنی“، ”شیرینی“ کی مخفف صورت ہے اور یہ لغت میں موجود ہے مع اسناد [اردو لغت]۔

۳۹ علوی، بیدار: واں بستر و بالیں چہ شد۔ بمبئی: واں بستر بالیں چہ پر۔ لندن اور بیدار میں ”بستر و بالیں کدھر“ ہے اور یہی صحیح صورت ہے۔

مرہونِ خارِ خوش شدی، ممنونِ ہر ناکس شدی
 امروز غمِ ہمراہ تو، با نالہ جاں کاہ تو
 آن پاسبانِ چند کو، آن صحبتِ دل بند کو
 با بادشہ تیں پیر کی، سر پر خدا نے خیر کی
 وہ ذوقِ ہر دم کا کہاں، وہ عطرِ بیگم کا کہاں
 از لفظِ بے معنی خود وز لافِ لایعنی خود
 وہ مان، وہ آدر کہاں، وہ لوٹڈی نادر کہاں
 با ناز و نعمت بودہ، سر بر فلک فرسودہ

گشتی چوسنگِ رہ گذر، کہ جعفر اب کیسی بنی!
 شد در بیابانت مقرر، کہ جعفر اب کیسی بنی!
 افتادی اندر رہ گذر، کہ جعفر اب کیسی بنی!
 تا حالِ انہم داری خطر، کہ جعفر اب کیسی بنی!
 در خاک شد آن کر و فر، کہ جعفر اب کیسی بنی!
 محتاجی از ہر خشک وتر، کہ جعفر اب کیسی بنی!
 حالانہ یابی آن و قر، کہ جعفر اب کیسی بنی!
 انکوں کجا آن بارو بر، کہ جعفر اب کیسی بنی!

دل کو ٹھکانے لاؤ اب، کر صبرِ گمت پچتاؤ اب
 ہرگز مگو بارِ دگر، کہ جعفر اب کیسی بنی!

۲۰ نعیم، لندن: افتادی انکوں در خطر۔

۲۱ بیدار، علوی، بمبئی: تا حال ہم داری حذر۔ لندن: تا حال داری ہم گذر۔

۲۲ نعیم، بمبئی، علوی، بیدار: در لاف۔ لندن: از حرف لایعنی خود۔

۲۳ بمبئی: وہ پان وہ آدر کجا وہ لوٹڈی نادر کجا۔ لندن: وہ لوٹڈی نادر کہاں۔ میں یہ معلوم نہیں کر سکا کہ "لوٹڈی نادر" یا "لوٹڈی نادر" کی جگہ اصلاً کون سے لفظ تھے یا یہ کہ کون سے لفظ ہو سکتے ہیں۔ میں نے نعیم کے مطابق مصرعے کو نقل کر دیا ہے یہ مان کر کہ شاید آئندہ کسی اس مصرعے کی تصحیح ہو سکے۔

۲۴ بیدار، محمدی: مت جبر کو پچتاؤ اب۔ [اصلاً "جبر کو" کی جگہ "جبر کر" ہوگا۔ علوی میں یہی ہے۔]

گندمر و انامہ

[ہجو بہادر شاہ اول]

پان کھا کر گنڈ مرؤا کھیلے باغ جا کر گنڈ مرؤا کھیلے
بادشاہی ہے بہادر شاہ کی بن بنا کر گنڈ مرؤا کھیلے
بے تکلف درمیان خاص و عام ڈھل بجاکر گنڈ مرؤا کھیلے

۱ لندن: ابیات دیگر درخوے کونیاں، یعنی گانڈ و نامہ۔ نعیم: حسب حال خود۔ باقی نسخوں میں ”گنڈ مرؤا نامہ“ ہے۔

۲ محمد عظیم بہادر شاہ۔ یہ اورنگ زیب کا دوسرا بیٹا تھا۔ ”۱۸ ذی الحجہ ۱۱۱۸ھ / ۲۲ مارچ ۱۷۰۷ء کو اپنے باپ کی وفات کی خبر سن کر شاہ زادہ بڑی تیزی کے ساتھ دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ لاہور کے قریب پہنچ کر اُس نے ”بہادر شاہ“ کا لقب اختیار کیا اور اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا..... زندگی کے آخری چند مہینے لاہور میں گزار کر بالآخر ۲۰ محرم ۱۱۲۳ھ / ۲۷ فروری ۱۷۱۱ء کو اُس نے وفات پائی“ [دائرہ معارف اسلامیہ، جلد پنجم]۔

۳ بیدار کے سوا باقی نسخوں میں ”ڈھول“ ہے، بیدار میں ”ڈھل“ ہے۔ جعفر کے کلام میں لفظوں کی اس انداز کی مخفف صورتیں ملتی ہیں، صرف دو مثالیں:

ہم نام کو اسوار ہیں، رزگار سے بزار ہیں یارو! ہمیشہ خوار ہیں، یہ نوکری کا حظ ہے
اگر شلور نہ باشد، کس کو غم ہے لنگوٹا کھینچ کر سب سے اکڑ رہ

رزگار اور شلور، روزگار اور شلوار کی مخفف صورتیں ہیں۔ ایسی اور مثالیں بھی پیش کی جاسکتی ہیں۔ یہی صورت ”ڈھل“ کی ہے کہ یہ ”ڈھول“ کی مخفف صورت ہے۔ جس طرح ”رزگار“ اور ”شلور“ لکھا جائے گا، اسی طرح ”ڈھل“ لکھا جائے گا۔ متعلقہ شعر میں جس طرح ”شلور“ کو ”شلوار“ لکھنا درست نہیں ہوگا، کیوں کہ مصرع بحر سے خارج ہو جائے گا، اسی طرح ”ڈھل“ کی جگہ ”ڈھول“ لکھنا بھی درست نہیں ہوگا، یوں کہ اس طرح مصرع ساقط الوزن ہو جائے گا۔ ویسے ”دَف“ سامنے کا لفظ ہے جو اس شعر میں آسکتا ہے؛ مگر میں نے اصل لفظ (ڈھل) کو بدلنا صحیح طریقہ کار نہیں سمجھا، یوں کہ سبھی پیش نظر نسخوں میں یہی لفظ ہے۔ کسی مرتب کو اسے (یا ایسے دیگر الفاظ کو) بدلنے کا حق حاصل نہیں۔

اے جواناں! ہست دورِ بے خبر
 داڑھی اور مونچھیں جو ہیں منہ پر سفید
 درمیانِ جوہری بازار^۵ و چوک^۶
 بھگتے اور بھانڈ و ٹٹوئے رات دن
 حکم قاضی، محتسب زائل شدہ
 پر سے اور باپ سے، استاد سے
 منصبِ عالی، ولے جاگیر نیست
 وقت آں آمد کہ در ہر بھیڑ بھاڑ
 ہاتھ اٹھا کر گنڈ مروا کھیلے
 سب منڈا کر گنڈ مروا کھیلے
 پاں چبا کر گنڈ مروا کھیلے
 گھر بُلا کر گنڈ مروا کھیلے
 دل بڑھا کر گنڈ مروا کھیلے
 چھپ چھپا کر گنڈ مروا کھیلے
 واہ واہ کر گنڈ مروا کھیلے
 گھس گھسا کر گنڈ مروا کھیلے

۴ بہادر شاہ کو ”شاہِ بے خبر“ کہا جاتا تھا۔ اُس نے بہت سے اعلیٰ منصب مغل روایت کے برخلاف بے امتیازی کے ساتھ عطا کر دیے تھے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے محوۃً بالا حوالہ۔

۵ علاقہ چاندنی چوک دہلی کا معروف بازار دریا کلاں، جہاں اب بھی صرافہ بازار ہے۔

۶ سرسید نے آثار الضنادید میں ”اردو بازار اور چاندنی چوک“ کے تحت لکھا ہے: ”قلعے کے لاہوری دروازے سے چار سو اسی (۴۸۰) گز پر ایک چوک ہے اسی گز کا مرتبہ؛ اس چوک میں کوتوالی چبوتر ہے۔ اس چوک سے چار سو گز آگے ایک اور چوک ہشت پہل، سو گز سے سو گز، اُس چوک کو ”چاندنی چوک“ کہتے ہیں۔ اُس کے آگے چار سو ساٹھ (۴۶۰) گز لمبا اور بازار ہے..... اُس بازار کے سرے پر فتح پوری مسجد ہے“ [طبع دوم، ص ۵۲]۔

۷ بیدار میں ”پان کھا کر“ ہے۔ غالباً ناقل نے یہ خیال کیا ہوگا کہ ”پان“ (مع نون غنہ) کچھ لہتا نہیں لگتا، ”پان کھا کر“ کیوں نہ لکھا جائے؛ مگر یہ خیال نہیں رہا کہ ”پان کھا کر“ اس نظم کے پہلے ہی مصرعے میں آچکا ہے۔ نعیم میں دوسرا مصرع یوں ہے: ٹانگ اٹھا کر گنڈ مروا کھیلے۔ ”ٹانگیں اٹھا کر“ ہوتا تو ایک بات بھی تھی۔ ٹانگ اٹھا کر موتنا ضرور آتا ہے۔ باقی نسخوں میں ”پان چبا کر“ ہے اور یہاں یہی مرعج ہے۔

۸ بیدار میں ”اٹے“ ہے۔ یہاں یہ لفظ بے معنی ہے۔ سمجھی میں ”ہوئے“ ہے، یہی علوی میں ہے؛ یہ لفظ بھی یہاں بے معنی ہے۔ صحیح لفظ ”ٹٹوئے“ ہے۔ ٹٹوئے: ناچنے والے لڑکے، بچے۔

۹ لندن کے سوا باقی نسخوں میں یہی ہے۔ لندن: منہ چھپا کر۔

۱۰ لندن، نعیم: واہ واہ کر۔

دور آں آمد کہ وقتِ صبح و شام کھیل کھلا کر گنڈ مرّوا کھیلے
 عطر مل کر چوڑوں کے بیچ میں میل ملا کر گنڈ مرّوا کھیلے
 چوں جہاں فانی است، آخر مردن است ہنس ہنسا کر گنڈ مرّوا کھیلے
 ہست ایں دارِ فنا پر درد و غم دکھ بھلا کر گنڈ مرّوا کھیلے
 جعفرآ! اب نوکری کا حظ نہیں
 چت لگا کر گنڈ مرّوا کھیلے

۱۱ تعیم: چپ لگا کر۔ باقی نسخوں میں ”چت لگا کر“، یہاں یہی بر محل ہے۔ چت لگانا: تیراکی کی اصطلاح ہے؛ پانی پر چت لیٹ جانا۔

ہجُو خانِ جہاں

خانِ جہاںؑ کہ از مہمِ سلسلی گریختہ، در سحر آمدہ نشستہ، و راہ و منزل و طُرُق و سُبُل را خراب و عالمے را ویران ساختہ، و مُصحفِ بندہ بہ زور گرفتہ، نہ صلہ مدح نہ قیمتِ مصحفِ شریف دادہ؛ لاجرمؑ ایں ہجو گفتہ شہرتِ دادم۔

خانِ جہاں! تم بھلے بگاڑی؛ تھکی داڑھی، پھٹے منہ
سلسلی کے اوپر گری سواری؛ تھکی داڑھی، پھٹے منہ

۱۔ اس کی ماں نے اورنگ زیب عالم گیر کو دودھ پلایا تھا۔۔۔۔۔ ”میر ملک حسین نام، اس کا باپ میر ابوالمعالی خوانی ہے۔۔۔۔۔ سو پلوئیں سال جلوسِ عالم گیری میں اصل و اضافے کے بعد چھ ہزاری ذات اور چھ ہزاری سوار دو اسپہ، سہ اسپہ کے منصب پر سرفراز ہوا۔۔۔۔۔ اٹھارویں سال جلوسِ عالم گیری ۱۰۸۶ھ [۷۶-۷۵-۷۶ء] میں ’خانِ جہاں بہادر ظفر جنگ کوکل تاش‘ کا خطاب، اصل و اضافے کے بعد سات ہزاری ذات اور سات ہزار سوار کا منصب اور کروڑ دام کا انعام دے کر اس کو ہم عصروں میں ’مفتخر کیا‘ [ماثر الامراء، جلد اول، ص ۷۹۰]۔ مزید دیکھیے: اخبارات سیاہہ دربارِ معلیٰ، اندراج ۳، ۳۰۔

۲۔ مختلف نسخوں میں اس عبارت کے کئی اجزا مختلف ہیں۔ میں نے تین قدیم نسخوں: کلکتہ، آزاد، برکن کی عبارتوں کے مختلف اجزا کو یک جا کر دیا ہے۔ [اندازہ بیان اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ عبارت (اپنی اصل شکل میں) جعفری ہی کی لکھی ہوئی ہے]۔ ۳۔ سُبُل: سبیل کی جمع۔ سبیل: راستہ۔ ”طُرُق“ جمع ہے ”طریق“ بہ معنی راستہ کی۔ ۴۔ لاجرم: ضرورتاً، مجبوراً، نتیجتاً۔

۵۔ اس نکلڑے کی قرأت کا تعین میں اعتماد کے ساتھ نہیں کر سکا۔ ”بھلے بگاڑی“ یا ”بھلی بگاڑی“ دونوں طرح اسے پڑھا جاسکتا ہے۔ مفہوم بہ ہر طور واضح ہے کہ تم نے بہت بگاڑا ہے حالات اور انتظام کو، یا یہ کہ تم بڑے بگاڑنے والے ہو۔

۶۔ ”تھکی داڑھی“ سے ایسا مفہوم مراد ہے جو ذلیل، رسوا، بدنام ہو۔ ایسا مفہوم جسے بہت ذلیل سمجھا گیا ہو۔ [تھکائی: ذلت، رسوائی، بدنامی]۔ پھٹے منہ: طعون، منحوس، جس کے چہرے پر پھٹکار برس رہی ہو۔ بعض نسخوں میں ”داڑھی“ ہے اور بعض میں ڈاڑھی۔ آزاد، برکن میں ”داڑھی“ ہے، انہی نسخوں کی مطابقت اختیار کی گئی ہے۔

نیکو کردی نمک حلالی، شابش تیری نیت^۵ کو
آکر ہندستان اجاڑی؛ تھکی داڑھی، پھٹے منہ

جوڑا بھونرا خرچ نمودی، کار از دستت ہیج نہ شد
سستی جا کر کیا او پاڑی؛ تھکی داڑھی، پھٹے منہ
ریش تو باشد جبک جُباں، لرزک^{۱۱} لرزاں پھندناسی
یہ تیں من میں^{۱۲} کیا (ہے) بچاری؛ تھکی داڑھی، پھٹے منہ
خلق جہاں را رُو چہ نمائی، لعنت تیری ہمت کو
باٹ^{۱۳} بُوہی بھلی سنواری؛ تھکی داڑھی، پھٹے منہ

۷ سب نسخوں میں (دونوں جگہ) یہی ہے۔ ماثر الامرا میں ”سائی“ کا حوالہ آتا ہے (جلد اول ص ۷۹۷)۔ ایک جگہ ”سنسی“ بھی آیا ہے (جلد سوم ص ۵۳۵)۔
۸ بعض نسخوں میں ”ہمت“ ہے۔ لندن، کلکتہ، برلن، آزاد، رضا میں ”نیت“ ہے، یوں اسی کو ترجیح دی گئی ہے۔

۹ سب نسخوں میں یہی ہے۔ ”ہندستان اجاڑی“ بہ ظاہر درست نہیں معلوم ہوتا۔ اصلاً یہاں کیا تھا، اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔
۱۰ جوڑ بھونرا: خزانہ، مال۔

۱۱ اصلی مصدر ”اُپاڑنا“ ہے: جڑ سے اکھاڑنا، نیست و نابود کر دینا۔ مجازاً: بگاڑنا۔ یہاں یہ لفظ بہ طور طنز آیا ہے کہ تو نے وہاں جا کر کیا کر لیا، کس کا کیا بگاڑ لیا؛ یعنی کچھ نہیں کر پایا۔ ”اُو پاڑی“ میں واو کا اشباع ہے اور ایسے اشباع کی مثالیں ملتی ہیں، جیسے: اُستاد، اُوستاد۔ چوں کہ پہلے الف کے پیش کو ظاہر کرنے کے لیے بہت سے لفظوں میں زائد واو لکھا جاتا تھا (جیسے اوس [اُس] ہو پنچنا [پہنچنا] وغیرہ)؛ اس قدیم طرز کتابت کے اثر سے ”اُپاڑنا“ کو ”اُو پاڑنا“ لکھا گیا اور وزن شعر کی ضرورت سے واو کے اشباع سے کام لے لیا گیا۔

۱۲ جبک مصدر ”جُبیدن“ سے بنا ہے۔ جُبیدن: ہلنا، حرکت کرنا۔ جُبک جُباں: ہلتی ہوئی، ہر وقت جس داڑھی کے بال ادھر ادھر ہوتے رہتے ہوں۔ ”لرزیدن“ مصدر سے ”لرزاں“ بنا ہے اور ”جُبک“ کے انداز پر اُس سے ”لرزک“ بنا لیا گیا ہے۔ معنی وہی ہیں۔

۱۳ بعض نسخوں میں: یہ تیں چت من کہاں بچاری۔ ۱۳ باٹ: راستہ۔ بُوہی (بُوئی): راہ گیر، راستہ چلنے والا، مسافر۔ بہ ظاہر ”باٹ بُوہی“ ایک کلمے کے طور پر آیا ہے۔

با ایں خواری شرم نہ داری، آمدہ متھرا بنشستی^{۱۴}
 گھر گھر تجھ پر ہوتھکاری^{۱۵}؛ تھکی داڑھی، پھٹے منہ
 منصب داری ہفت^{۱۶} ہزاری، جاہ و جلالت صد چنداں^{۱۷}
 تیری سدھ بدھ کن نے، بساری^{۱۸}؛ تھکی داڑھی، پھٹے منہ
 متھرا آکر جو چھپایا لُنڈک لُنڈا،^{۱۹} بُو بگ^{۲۰} نے
 نگر^{۲۱} سرا کی کہیں بھٹاری^{۲۲}؛ تھکی داڑھی، پھٹے منہ
 گر تو بخواہی عزت و حرمت، سعی نمائی از تہ دل
 نا پھر تجھ پر آوے خواری؛ تھکی داڑھی، پھٹے منہ
 دگھن میں تھے ڈنکے بختے، بھاں کیوں اب تم رینکے^{۲۳} جی!
 کس کا رن تم ہمت ہاری؛ تھکی داڑھی، پھٹے منہ

- ۱۴ وزن شعر کے لحاظ سے اسے "بنشستی" پڑھا جائے گا۔
 ۱۵ علوی: گھر گھر تجھ پر ہوئی تھکاری۔ رضا: پھٹکاری۔ [آزاد، برن، کلکتہ، لندن: گھر گھر تجھ
 پر ہوتھکاری]۔ تھکاری: تھو تھو، لعنت۔
 ۱۶ نعیم: پنجہزاری۔
 ۱۷ سوگنا، مراد ہے بہت، بہت زیادہ۔
 ۱۸ سدھ بدھ: ہوش، تمیز، عقل و شعور، ہوش و حواس۔
 ۱۹ بسارنا: بھلانا۔
 ۲۰ لُنڈا: لُنڈورا، بے بُو م کا۔ لُنڈک لُنڈا (کلمہ تحقیر): دم گھا، جس کا کوئی ساتھی نہ ہو۔
 ۲۱ بُو بگ: ہڈھا کھوسٹ، احمق۔
 ۲۲ قواعد عروض کے لحاظ سے اس بحر میں رکن اول "فَعَل" نہیں آنا چاہیے، مگر اساتذہ (میر، سودا
 وغیرہ) کے یہاں اس کی مثالیں ملتی ہیں (نگر سرا کی: فَعَل فَعولن)۔
 ۲۳ "بھٹارا" بھٹیارا کے معنی میں قدیم زبان میں ملتا ہے (اردو لغت)۔ "بھٹاری" کو اس کی
 موٹ شکل مانا جاسکتا ہے۔ [یہاں "بھٹاری" ساقط الوزن ہو جائے گا]۔ لندن میں
 "بھٹاری" ہے۔
 ۲۴ رینکنا: گدھے کا بولنا، مجازاً: کسی آدمی کا بُری اور بلند آواز سے بولنا۔

اورنگ شہ متوالے سیتی، جا کر دولت خانے میں
 کیسے کرو گے ڈہنگ، جہاری؛ تھکی داڑھی، پھٹے منہ
 ملک دکن تسخیر تو کردی، نام تو آں جا روشن شد
 یہاں کیوں بھولے پان سپاری؛ تھکی داڑھی، پھٹے منہ
 مطلب خود را پیش آوردی، غارت کردی عالم را
 تجھ سے بھلی وہ کنیا گنوا ری؛ تھکی داڑھی، پھٹے منہ
 اب تو خان و کوکلتاش و خان جہاں کیا بیٹھا ہے
 نیچے تیرے دیجے چاری؛ تھکی داڑھی، پھٹے منہ
 مت کر زاری اے درباری، چو پڑی ساری واپس وہ
 بوڑھے پن میں ایسی خواری؛ تھکی داڑھی، پھٹے منہ
 قتل اموزی قبل الایذا کردی نسیاں اے موخچھن!^{۲۸}
 حق سے تیں کردلا عیاری؛ تھکی داڑھی، پھٹے منہ

- ۲۵ جہارنا، جُو ہارنا: آداب بجالانا، سلام کرنا۔
- ۲۶ پان سپاری: کسی مبارک موقع پر، کسی تقریب میں مہمانوں کی خاطر تواضع کی رسم۔ [مراد یہ ہے کہ یہاں آکر لوگوں کی خاطر تواضع کی رسم کیوں بھول گئے۔ یہ غالباً شاعر نے اس رعایت سے کہا ہے کہ خان جہاں نے جعفر کی طرف التفات نہیں کیا تھا، نہ مدح کا صلہ دیا تھا]۔
- ۲۷ چاری دنیا: کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر آمادہ کرنے کا عمل، اشارہ، اُکساوا، نیچے سے اُکسانا، اُنکلیانا:
- ڈھونڈے کوئی بارکش سے یاری دے بے کوئی چوڑوں میں چاری
 (اردو لغت)
- ۲۸ چو پڑی: یہی کھاتا (اردو لغت)۔ مراد یہ ہے کہ سارا حساب کتاب جمع کر، جو کچھ ظلم سے جمع کیا ہے، وہ سب واپس کر۔ دیکھیے: احبارات سیاہہ، معلیٰ اندراج ۳۔
- ۲۹ موذی کو ایذا پہنچانے سے پہلے ہی قتل کر دینا چاہیے۔
- ۳۰ سبھی نسخوں میں یہی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ درحقیقت یہاں کون سا لفظ ہوگا۔ [بہ ظاہر "اے موذی" جیسے کسی کلمے کا نکل ہے]۔

جاٹوں کو تیں پیٹھ دکھائی، لاج نہ آئی داڑھی کی
 اب تو پہن تو ڈنڈیا، ساری؛ تھلکی داڑھی، پھٹے منہ
 ہندستان چوں باغ و گلستاں، آمدہ کردی گورستان
 کہتی تجھ کو بی بی، گنوارى: تھلکی داڑھی، پھٹے منہ

۳۱ ڈنڈیا: ساڑھی کی طرح کا ایک زمانہ لباس، جسے اکثر ہندو عورتیں پہنتی ہیں۔ یہ ایک لمبی چادر ہوتی ہے جو لہنگے کے اوپر باندھ کر کچھ حصہ سر پر سے لے کر کمر سے دوسرے بازو تک لاکر ملا دیتے ہیں (اردو لغت)۔

ہجو عصمت النساء بیگم نواسی معمور خاں

أَيُّ أَهْلِ الدُّوِّ پھڑکی وَ البُغَارَا پھاری اللند وَالغَتِّ الشَّارَا

۱ برکن: دو پھڑکی نامہ در ہجو نواسی معمور خاں۔ لندن: دو پھڑکی نامہ در ہجو عصمت بیگم نواسی معمور خاں۔ کلکتہ: عصمت النساء۔

۲ تاریخ محمدی اور آثار الامرا میں اس نام کے دو افراد کا تذکرہ ملتا ہے: (۱) ”میر محمد یار مخاطب بہ معمور خاں بن میر اسفندیار مخاطب بہ معمور خاں ثم بہ دلیر خاں، حسینی، معموری۔ از کبار امرائے عالم گیر شاہی۔ در صوبہ داری بیجا پور فوت شد“ [تاریخ محمدی مرتبہ مولانا امتیاز علی خاں عرشی، ص ۱۲۔ تحت وفيات ۱۱۱۱ھ]۔ (۲) ”معمور خاں، میر ابوالفضل معموری۔ صحیح النسب سید اور اعلیٰ حسب مرد ہے..... معمور خاں اپنی قدیم خدمات اور قابلیت کی وجہ سے بادشاہ [مراد ہے اورنگ زیب عالم گیر] کی عنایات کا مورد تھا..... اُس کی لڑکی جعفر علی خاں خراسانی کی بیوی ہے“ [آثار الامرا (ترجمہ) جلد سوم، ص ۴۲۳۔ ناشر: مرکزی اردو بورڈ لاہور]۔ صاحب آثار الامرا کی تحریر کے مطابق مشہور عالم گیری امیر نجابت خاں نے معمور خاں کو قتل کر دیا تھا (ایضاً)۔ میری رائے میں پیش نظر ہجو اسی معمور خاں کی نواسی سے متعلق ہے۔

۳ آیا: کلمہ خطاب و تنبیہ۔

۴ دو پھڑکی: فرج۔ یہ لفظ لغت میں نہیں ملا، لیکن خود جعفر نے ”فالنامہ“ میں اسے اسی معنی میں نظم کیا ہے:

باشی بہ عیش و عشرت و با چنگ و نای و نوش بر کھڑکی دو پھڑکی تو کیر سود روے
[عوامی زبان میں فرج کو ”دوورقی“ بھی کہا جاتا ہے]۔ بُغَارَا: کپڑے یا دیوار کا بڑا اور گہرا
سوراخ۔ فغاں کا شعر ہے:

ناف کا چھید تو بُغَارَا ہے گویا لڑکوں کا غچی پارا ہے
یہاں مراد ہے: عورت کی شرم گاہ (فرج) کا سوراخ۔ یہ لفظ جعفر کی مختلف نظموں میں اسی معنی میں کئی جگہ آیا ہے۔

۵ پھاری: پتلی لکڑی کا بنا ہوا انگور رکھنے کا چھوٹا ڈبّا، انگور کی قُطی۔ یہاں اس سے مراد ہے عورت کی شرم گاہ، جسے عضو تناسل کی پھاری کہا گیا ہے۔ [”پھاری“ کی یہاں عربی ترکیب کی وجہ سے شامل

چونامت هست عصمت بیگم، اَخ تھو فَمَّ فِي اللَّيْلِ خَذَ مَوْثَهُ السُّپَارَا
 اَلْوَفَّ الثَّلَاةِ الذَّقُوْهُ سَاكَا تَرَا گَايْدُ سَمَرَقَدَّ و بَخَارَا
 خَدَّ كَرُو لَيْسَ وَاثِجَاثَ فِي الدَّهْرِ چوتو، اے لنڈ بازِ بِل بَخَارَا

تلفظ نہیں ہوگی اور قواعد کے مطابق یہ درست ہے۔ [عَب: حلق (وغیرہ) میں کسی چیز کے جلدی سے اتر جانے کی آواز۔ سُپَارَا: عضو تناسل کا اوپری حصہ: خشفہ، سُپَارَا۔

[دراز کپڑ پہ لازم ہے لانگ کا آسن سُپَارَا جانہ اڑے استخوانِ سینہ میں

کلیاتِ عربیاں، ص ۳۰]

مصرعے کا مطلب یہ ہوا: اے ذکر کی پٹاری والی اور سُپَارَا کو غپ سے ہپ کر لینے والی۔

۶ اس لیے رات میں اٹھ اور سُپَارَا کی موٹھ پکڑ۔

۷ اَلْوَفَّ: ہزاروں [”اَلْف“ (بہ معنی ہزار) کی جمع]۔ ثَلَاةٌ (ثَلَا): دھکا، ضرب۔ [یہ لفظ بہ فتح اول

اور بہ کسر اول، (ثَلَا - ثَلَا) دونوں طرح درست ہے۔ اسی سے ”ثَلَاةٌ نَوَیْسِ“ بنا ہے، دھکے گننے یا

لکھنے کا عمل۔ ”وَقَالَعَ دَرَبَارَ مَعْلَى“ میں جعفر نے لکھا ہے: یومِ اَلِیْشَمِ..... فرمودند کہ خدمتِ ثَلَاةٌ نَوَیْسِ

تمام ممالکِ محروسہ بہ نامِ نامِ بَرْدَہ مقرر نموده شود۔ ”شرح بعضی اسمہا“ میں لکھا ہے: مرزا

اندھلاہٹ بیگ: ہفت ثَلَاةٌ سَمَرَقَدِی۔ ”نکاح نامہ“ میں لکھا ہے: نو دوئیہ ثَلَاةٌ حَرِیْفَانِہ و مَلَنْگَانِہ ہر لُحْمِ

و ہر لُحْمِہ ادا نمائی۔ ”قصیدہ در بابِ شہوت“ میں لکھا ہے:

گر میتر شود زین فریبِ ثَلَاةٌ ہفت رنگ را عشق است

ہجو شہزادہ کام بخش میں لکھا ہے: لگا مارنے ثَلَاةٌ ہفت رنگ۔ اس شعر میں قواعد کے لحاظ سے

”الوف“ کا استعمال محلِ نظر معلوم ہوتا ہے۔ بالفرض یوں ہوتا: بِاَلْفِ الثَّلَاةِ“ تو یہ صحیح اور بہتر

صورت ہوتی۔ مگر سبھی نسخوں میں ”الوف“ ہے۔ میں نے اسی کو برقرار رکھنا مناسب خیال کیا ہے۔

بس یہ تاویل کی جاسکتی ہے کہ شاعر نے یہاں فعل کو مقدر مان لیا ہے، اس طرح ”الوف“ کی

معنویت اور محلِ استعمال کو درست مان لیا گیا ہے۔ شعر کا مطلب یہ ہوگا کہ سناک سے اندر

جانے والے ذُقُو کے ہزاروں دھکوں کے ساتھ اہلِ سَمَرَقَدَّ و بَخَارَا تیرے ساتھ جنسی عمل کریں۔

۸ ذُقُو [اس کی ایک صورت ڈھپو اور ڈھو بھی ہے]: بہت موٹا، بہت بڑا (پلیٹس)۔ مراد ہے مردانہ

عضو تناسل۔ سناک: سناک سے اندر جانے والا۔

۹ گاید: تیرے ساتھ جنسی عمل کرے [گایدن: جنسی عمل میں مشغول ہونا، اُس کا مرکب ہونا]۔

۱۰ لیس: نہیں۔ چپٹ باز، چھٹی باز [چھٹی: عورتوں کا آپس میں جنسی عمل کے انداز کو برتا،

اس طرح کہ فرج کو فرج سے رگڑنا (وغیرہ)۔

مَلِکَ لَندھوَر کا وہ گُزرِ مینارِ ۱
 دریاں جائے کہ باشد ایں خِلاّت ۲
 ترا صد شاخہ کپیر لائحہ ۳ باید
 کہ ہستی گس فراخ و خام ۴ پارا
 چہ خوش گنجایشے داری تو درگس ۵
 گس است ایں یا سراے روشن آرا ۱۵

۹ نبل: فرج، عورت کی شرم گاہ [”نبل مرانی“ متعارف کلمہ ہے۔ اب بیش تر اِس لفظ (نبل) میں لام کی جگہ رے آتی ہے]۔ شعر کا مفہوم یہ ہوا کہ آج تیری طرح چُند گدا اور چھٹی باز کوئی اور عورت نہیں۔۔۔ بیدار، علوی: ڈھل بغارا۔

۱۱ طلسم ہوش ربا کا معروف داستانی کردار: ”دارا و دولت آراے سوادِ اعظمِ ملکِ ہندستان و رکنِ رکنِ لشکرِ اسلام، دل و جانِ صاحبقران، جانشینِ امیرِ یعنی لندھور بن سعدان“۔ اُس کا حربہ گُزر تھا: ”عموِ نوزدہ منی“ یعنی اُنیس سو (۱۹۰۰) من کا وزنی گُرز [طلسم ہوش ربا، جلدِ اول، ص ۲۵۶۔ خدا بخش لائبریری (پٹنہ) اڈیشن]۔

۱۲ قَلْتَبان: وہ شخص جس کی بیوی بدکار ہو اور وہ جان بوجھ کر روک ٹوک نہ کرے، اُسے دوسروں کے پاس بھیجے: دتھ، بھڑوا۔۔۔ ”چھجو“ عام نام ہے [دہلی میں ”گلی چھجو لاہور والے“ ہے (واقعاتِ دارالحکومتِ دہلی، جلدِ دوم، ص ۲۹۶)۔ یہاں شاعر کی مراد بہ ظاہر عصمت النساء کے شوہر سے ہے۔ یعنی تیری فرج کی فراخی کا یہ حال ہے کہ لندھور کا گُزرِ نوزدہ منی اُس کے لیے ایک خِلال کی حیثیت رکھتا ہے، تو پھر وہ چھجو بے چارہ (یعنی تیرا شوہر) کیا کر سکتا ہے (تجھے کس طرح مطمئن کر سکتا ہے)۔

۱۳ لائحہ: تھر۔

۱۴ خام پارا: وہ لڑکی جس نے بالغ ہونے سے پہلے جنسی عمل کا تجربہ کر لیا ہو۔ آوارہ، مگّارہ [بہ طور کنایہ دُنیا کو بھی کہا گیا ہے]۔

۱۵ ”سراے روشن آرا“ سے متعلق کوشش کے باوجود میں کچھ معلوم نہیں کر سکا۔ دہلی میں روشن آرا کا باغ تو معروف ہے۔ واقعاتِ دارالحکومتِ دہلی میں اِس کا حوالہ موجود ہے [جلدِ دوم، ص ۳۹۷] لیکن ”سراے روشن آرا“ کا حوالہ مجھے فی الوقت کسی کتاب میں نہیں ملا۔ سیر المنازل میں بھی اِس کا حوالہ نہیں ملا۔ ہاں روشن آرا (بنتِ شاہ جہاں بادشاہ) کی بہن جہاں آرا کی سراے کا حال صاحبِ واقعات نے لکھا ہے [جلدِ دوم، ص ۲۳۵]۔

بہ پہنائی گس تو بے مثال است
 چدایا تو نے دنگل میں جھنلیا!
 ترا گائند آں جن و دد و دیو
 بجھے تو بھی نہ چل تیری جھنلیا!
 چنخی لولی، چنخی لولی! پڑی رہ
 منڈا کر موٹڈ، تیری کاٹ کر ناک
 کروں تیرے ٹنے کا میں تنبورا
 بجاؤں بھوسڑی تیری کے اچھر!
 نمی خواہی، نمی خواہی بجز کپڑ
 مگر ہے جیم و ارجن کا اکھاڑا
 بجایا جگ میں تیں ایسا نقارا
 کہ ہو البرز سا جن کا سپارا
 جو ہپ کر لے بخارا کا منارا
 نمی دانم ترا کن کن پچھاڑا
 گدھے اوپر چڑھاؤں یک سوارا
 بناؤں جھانٹ کا تیری دوتارا
 سناؤں خلق کو اے گس پھارا!
 چہ حال است این، بگوائے زشت کارا!

۱۶ بیدار: بجایا جنگ میں تو نے نقارا۔ علوی: بجایا جنگ میں ایسا نقارا۔ لندن: بجایا جگ میں تیں ایسا نقارا۔

۱۷ لندن: کہ ہووے سرو سا جن کا سپارا — البرز: ”ایک کوہستانی سلسلہ..... مغربی حصے کی بلندی بہ طور اوسط دس ہزار فٹ سے کچھ ہی کم ہے اور اُس میں سب سے اونچی چوٹی دماوند ہے، جس کی بلندی اٹھارہ ہزار چھ سو فٹ ہے“ [دائرۂ معارف اسلامیہ، جلد سوم، ص ۶۸]۔ ڈاکٹر حسین نے فرہنگِ فارسی میں یہ بھی لکھا ہے کہ ”البرز“ عام طور پر اونچے اور بڑے پہاڑ کے معنی میں مستعمل ہے [جلد پنجم، ص ۱۳۸]۔ اس شعر میں غالباً یہی معنی مراد لیے گئے ہیں۔

۱۸ بخارا آج کل ازبکستان کا حصہ ہے۔ ”بخارا کے آثار قدیمہ میں سے مندرجہ ذیل تاریخی عمارتیں خاص اہمیت رکھتی ہیں..... (۲) مینارۂ کلاں ۱۳۸ فٹ بلند۔ تعمیر: چھٹی صدی ہجری“ [دائرۂ معارف اسلامیہ، جلد چہارم، ص ۱۱۶]۔

۱۹ لولی: ناچنے گانے والی عورت، رقاصہ۔ فاحشہ، رنڈی، کسی (آصفیہ) — چنخی: بے حیا، بے شرم، بیہودہ۔ [لغات میں ”چنخی“ مجھے نہیں ملا، صرف ”چنخے“ ملتا ہے (انہی معنوں میں)۔ جعفر نے ”چنخی“ کو ”چنخے“ کی تانیث کے طور پر استعمال کیا ہے۔]

۲۰ منڈ: سر۔

۲۱ اچھر: حرف۔ جادو کے بول، منتر۔ مجازاً: وہ بات جو دل میں گھر کر لے، دل میں اتر جائے۔

۲۲ کپڑ: عضو تناسل، ذکر — زشت کار: بُرے کام کرنے والا۔

کس تو خندقِ قدھار باشد کہ سعد اللہ خاں کا ہے دُوارا^{۲۳}
 نہ چیری جائے تیری چوت ہرگز بود گر کیر ہم مثلِ گلھاڑا
 چہ گویم وصفِ آں پیڑو کہ داری نشانِ کوہِ قافِ است آشکارا
 کس تو رونقِ بازارِ عشقِ است^{۲۴} گذرگاہِ است ہر شاہ و گدا را
 نہ خواہد بودہ^{۲۵} باشد چوں تو در دہر بہ کس دادن بہ ایں رفیقِ و مدارا
 اری پھٹل، چُداسی، اؤدماقی تجھے ماں باپ سے ہے کیر پیارا
 لبانِ بھوسڑی داری چہ پُرکار کہ می ماند گزٹڈا و سُپارا

۲۳ غالباً شاہجہانی دربار کے معروف امیر سعد اللہ خاں کی ڈیوڑھی کا پھانک مراد ہے۔ یہ پھانک دریائے گنجان (دہلی) میں سرسید روڈ پر سرسید کے مکان کے پاس ہی ہے اور اب تک ”پھانک سعد اللہ خاں“ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

۲۴ علوی، بمبئی، بیدار: بازارِ عشقِ است۔

۲۵ سب نسخوں میں یہی ہے۔ میں اس ٹکڑے سے مطمئن نہیں، مگر میرے سامنے اس کا کوئی بدل موجود نہیں، اس لیے اصل کے مطابق نقل کر دیا گیا ہے۔

۲۶ رفیق: نرمی، خاطر داری۔ [بہ ایں رفیق و مدارا: اس خوش دلی اور خاطر داری کے ساتھ]۔

۲۷ سب نسخوں میں یہ مصرع اس طرح ہے: اری پھٹل چُداسی اور اداسی۔ ”اداسی“ واضح طور پر یہاں بے محل ہے۔ مجبوراً قیاسی تصحیح سے کام لیا گیا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ اصلاً یہاں ”اؤدماقی“ تھا (جو معنا بر محل ہے) جو نقل در نقل کے نتیجے میں اور ”چُداسی“ کے ہم قافیہ ہونے کے خیال کے تحت ”اداسی“ سے بدل گیا۔ اسی خیال کے تحت یہاں قیاسی تصحیح سے کام لیا گیا ہے۔ یہ وضاحت کر دی جائے کہ ”اؤدماقی“ اور ”اؤدماقی“ دونوں مستعمل صورتیں ہیں [اردو لغت]۔ اؤدماقی: شہوت پرست، بدمست۔ چُداسی: جنسی عمل کی بہت شوقین، بہت خواہش مند، چُد گز۔ پھٹل: سبھی نسخوں میں یہی ہے۔ یہ لفظ مجھے لغت میں نہیں ملا [یعنی جو لغت میرے سامنے ہیں ان میں]، میرا خیال یہ ہے کہ یہ اسی انداز کا جعفر کا تراشیدہ لفظ ہے جیسے اُس نے ”گنڈ پھٹنی“ لکھا ہے [کس تاریک تو اے گنڈ پھٹنی]۔ اسے معنا ”فرج پھٹنی“ کا مرادف مانا جاسکتا ہے۔

۲۸ بیش تر نسخوں میں یہ مصرع اس طرح ہے: میان بھوسڑی داری چو پرکار۔ مگر اس صورت میں معنویت نمایاں نہیں ہوتی۔ لندن میں یہ مصرع اسی طرح ہے جس طرح متن میں رکھا گیا ہے اور اس صورت میں ذرا سی تاویل سے معنویت کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ ”کرٹڈ“ کے دو معنی ہیں: غازہ رکھنے کی

بھلی رہی لگائی چوت کی تیں وہی غیر آشنا و آشنا را
 نکالے اور پیٹھالے مہا دیو بہ فرجت کبر خود صبح و مسارا
 گس تار یک تو اے گنڈ پھٹنی نشانے می دہد تحت اللرا را
 بہ وقت غچ غچا غچ نخرہ تو بجباند ز جا ماہ و سہا را
 اگر خوش ہو نماید چچہ خویش کند انزال خود مرغ تارا
 سلامت کوچہ ہست آل چچہ تو کہ دارد فوج شہ دروے گذارا
 عجب داری دراں چچہ، ثنا تنگ سنگھاڑا گویم او را یا چھوارا
 نیزد چچہ تو ہم جو را فروشی در بہ در اے خام پارا!

ڈبیا۔ وہ معدنی پتھر جس پر پتھری (وغیرہ) کی دھارتیز کی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ تیری فرج کے دونوں پہلو (پاکھے) کیا پرکار ہیں کہ سپارا (ڈکر) کی دھار کو (ذخول کے اعتبار سے) تیز تر کرتے رہتے ہیں، یعنی اُن کی رگڑ سے اُس کی صلاحیتِ ذخول بڑھتی رہتی ہے۔ ”گرند“ کو ”کرندا“ بنا لینا جعفر کے عام انداز سے پوری مطابقت رکھتا ہے۔

۲۹ رہی: چھوٹا رہٹ۔ معمول، دستور۔ قسط بندی: قرض کی رقم کی ادائیگی جو بارہ مہینے جاری رہے۔ یعنی اُس کا تسلسل نہ ٹوٹے، مقررہ دور بندھا رہے جس طرح رہٹ کے پانی کا دور بندھا رہتا ہے (اردو لغت)۔ شعر کا مطلب یہ ہوا کہ تیری فرج کی رہی چلتی رہتی ہے اور تو آشنا اور غیر آشنا کو فیض یاب اور سیراب کرتی رہتی ہے۔

۳۰ پیٹھانا: ”پیٹھنا“ کی متعدی صورت۔ پیٹھنا: داخل ہونا، گھسنا۔ پوست ہونا۔ [نکالے اور پیٹھالے: بار بار نکالے اور داخل کرے]۔ اس شعر میں ”را“ بہ ظاہر زائد اور بے محل معلوم ہوتا ہے، مگر قافیے کی رعایت کا التزام وجہ جواز بن سکتا ہے۔

۳۱ تحت اللرا: زمین کا سب سے نیچے کا طبقہ، پاتال۔

۳۲ سہا: بنات النعش کے تین ستاروں میں سے دوسرے ستارے کے قریب والا چھوٹا ستارہ، ایک ننھا مدہم ستارہ۔

۳۳ ایک راستہ مثل خندق کے بہت کج اور نیرھا بناتے ہیں تاکہ فوج کے سپاہی اُس رستے کی کجوں کی آڑ میں بچتے ہوئے نزدیک قلعہ غنیم کے پہنچ جائیں۔ ”کوچہ“ مورچوں میں آنے کی راہ کو بھی کہتے ہیں اور وہ بھی سلامت کوچہ کہلاتا ہے (اردو لغت): کوچہ سلامت۔ ”الہ وردی خاں صہبہ کوچہ سلامت و سرکردن مہم نقب شدہ“ [محل صالح، جلد دوم، ص ۴۰۔ مجلس ترقی ادب لاہور اڈیشن]۔

عجب آں روزنِ تنگِ تو سادہ^{۳۴} کہ دروے می رود آں لائھ سارا
 کند گریکِ توجہِ شاہِ بولا^{۳۵} شود آں چچہ تنگت، بغارا
 ترا گایندِ اخوان^{۳۶} الشیاطین
 دُعا کرتا ہے یہ جعفرِ بچارا

۳۴ ”سادہ“ کے (متعدّد معانی میں سے) ایک معنی ”بے کیف، بے رنگ، پھیکا“ بھی ہیں (اردو لغت)۔
 ۳۵ شاہ بولا: دہلی کے ایک درویش۔۔۔۔۔۔ شاہ بولا کا بیو: شاہی زمانے میں یہاں ایک بڑا بڑ کا
 درخت تھا اور شاہ بولا نامی ایک درویش یہاں رہتے تھے، جن کی قبر اب تک یہاں موجود ہے۔۔۔۔۔
 داہنے ہاتھ کوئی سڑک چلی گئی ہے [واقعات دارالحکومت دہلی، جلد دوم، ص ۱۸۶]۔ شاہ بولا کے
 مفصل حالات مجھے کسی کتاب میں نہیں ملے۔

۳۶ اخوان: بھائی، بھائی بند۔ [ترا گایند: تیرے ساتھ جنسی عمل کریں]۔
 نوٹ: اس نظم کے اشعار کی تعداد مختلف نسخوں میں مختلف ہے مثلاً: بمبئی، علوی، محمدی، برلن میں ۴۱
 شعر ہیں۔ بیدار، رضا، ۲، میں ۴۲ شعر ہیں۔ لندن ۲ میں ۴۴ شعر ہیں اور لندن ۱، نعیم میں ۴۵
 شعر ہیں۔ ان سب اشعار میں سے دس شعر ایسے ہیں جن کا متن بہت منگوش سے ہے اور بعض
 مصرعوں کے بیش تر لفظ صحیح طور پر پڑھنے میں نہیں آتے۔ ذیل میں نو اشعار کو اسی طرح نقل کیا جاتا
 ہے جس طرح وہ نعیم میں ہیں، ایک شعر کا حوالہ اس سے پہلے آچکا ہے:

توئی کنجی و بختی بے تکلف	کنی ارشاد پا نصد بے نوارا
کلنکی سنگھنی بھگنی غنپنی	توے چودے تجھے آلو بخارا
اری سادہ بدہ آں تنگ چچہ	بہ بھیم و ارجن و کچھمن ادھارا
کند یک روز نقلش شاہ بولا	کہ می گویند اور مرشد شمارا
اری ساد و تو ہے وقت غچانچ	بہ پیش مادر خود آشکارا
تری چنچل منک چھل بل لٹک چال	تو بستق اندریں دور آشکارا
ترا می پرورد آں مادر تو	کہ تو ابی خورد کیر سنگ خارا
ترا ہم بر سردار برندہ	رساند آں مدار و پایدارا
تلے تیرے پٹاخاے طراخا	پہنچا دیوں گھیز اس بیچ سارا

اگر قیاسی تصحیح سے کام لیا جائے تو اکثر مصرعے اس طرح اور اس قدر بدل جائیں گے کہ ان کو جعفر کے بجائے
 مرتب کا کلام ماننا پڑے گا، اس بنا پر اس قدر وسیع قیاسی تصحیح سے کام نہیں لیا گیا۔ اس کا بھی امکان ہے کہ
 بعض شعر الحاقی ہوں، یعنی ناقلین کے اضافے ہوں اور ان کی کم سوادگی کی ترجمانی کرتے ہوں۔

ہجو سجا چند

سجا چند جی! تم بڑے ڈھنگ ہو کہ گویا پنکھ، اور بیل کے سپنگ ہو
 کہیں سپنگ اٹکائے کھڑکھڑ کرو کہیں پنکھ پھیلائے پھڑ پھڑ کرو
 تجھے دے خدا دڑب اندھیر کا لنڈورنی پھڑ یا ودھڑ شیر کا
 دریں چوک جوں غوک ڈگتے رہو ککوڑوں ککوڑوں کو چلتے رہو

۱ بعض نسخوں میں سجا چند ہے۔ میں نے آزاد، برلن، کلکتہ اور لندن کے مطابق ”سجا چند“ لکھا ہے۔ اس کی توثیق ہوتی ہے آثار الامرا سے، جس میں ذوالفقار کے حالات کے ذیل میں اس کا نام آیا ہے، اس میں ”سجا چند“ ہی ہے۔ یہ ذوالفقار خاں کا دیوان تھا اور بہت با اختیار تھا۔ مولف آثار الامرا نے لکھا ہے: ”ذوالفقار خاں بھی سجا چند کھتری کے اختیار میں (سلطنت کے) کاموں کو چھوڑ کر عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا، جو شرارت اور بد ذاتی میں یکتا تھا۔“ مولف نے آگے چل کر مزید لکھا ہے کہ ذوالفقار خاں کے ”صاحب اختیار دیوان سجا چند کے ہاتھوں مخلوق کو جواڑتیں پہنچیں، وہ سب مل کر اس کی تباہی کا سبب بن گئیں“ [ذوالفقار خاں کی تعریف میں ناصر علی کا یہ مطلع بہت مشہور ہوا ہے:

اے شانِ حیدری ز جبین تو آشکار نام تو در نبرد کند کار ذوالفقار

ایضاً، جلد دوم، ص ۱۰۰]۔

۲ ڈھنگ: بہت موٹا، بہت بے وقوف۔

۳ گویا پنکھ: بڑے بڑے پروں والا پرندہ۔ ایک پرندے کا نام۔

۴ لندن ۱: کدھی۔ کدھی۔ رضا ۲: کبھو۔ کبھو۔

۵ دڑب: تکلیف، ضرب، مار [اردو لغت]۔

۶ سب نسخوں میں یہ مصرع اسی طرح ملتا ہے۔ تاویل کے ساتھ اس کا ایک مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ

فطرت اور طبیعت کے لحاظ سے تیرا احوال لنڈورنی پھڑ یا جیسا ہے اور اپنے اقتدار کے اثر سے یہ

معلوم ہوتا ہے جیسے تیرا دھڑ (اوپری حصہ) شیر کا ہے۔ یعنی شیر صورت، پھڑ یا سیرت۔

۷ بعض نسخوں میں ”دریں غول“ ہے۔ ۸ غوک: مینڈک۔ ۹ ڈگنا: لڑکھانا، بھگنا۔

نظر مت کرو سات اور پانچ پر مبادا پڑے بوجھ اب کا نچ پر
 کچھری میں ڈنکا کرو سانچ کا نہ جوں بھس پتنگا کرو آ نچ کا
 ہماری نصیحت رکھو گوش بیچ چو رام مالا، رہو ہوش بیچ
 تمہارے تلے چھید ہے فیض کا نہ جی، بلکہ سوراخ ہے فیض کا
 مجھے خان سیتی ڈراؤ متی پتر چیتی اپنی دکھاؤ متی

منم جعفر، اندر زبل نام دار
 پچھل کی اچھل گانڈ پھاڑوں پچھاڑ کا

- ۱۰ رضا: مبادا کہ زور آپڑے۔
 ۱۱ بمبئی، لندن: سب۔
 ۱۲ سب نسخوں میں یہ مصرع اسی طرح ہے۔ غالباً اس معروف مثل کی طرف اشارہ ہے: بھس میں
 چنگی ڈال جمالوا لگ؛ یعنی بھس میں چنگاری مت ڈالو۔
 ۱۳ بعض نسخوں میں ”شاہ“ ہے۔
 ۱۴ ”مت“ کی ایک صورت۔
 ۱۵ ”پتر“ کے معنی ہیں: چالاک، ہوشیار۔ ”چیتنا“ کے معنی ہیں: ہوشیار ہونا، بیدار ہو جانا۔ میرا خیال
 ہے کہ ”پتر چیتی“ چالاک، عیاری کے معنی میں آیا ہے۔
 ۱۶ بمبئی: چغل خور کی گانڈ ماروں پچھاڑ۔
 ۱۷ نعیم میں اس شعر کے بعد یہ دو شعر بھی ہیں:
 چرنجی رہو تم جگت میں سدا بتا اب در گہک بدا (کذا)
 کروں کچکچا کر عرض شاہ سے نہ کر غیر حاضر مجھے ڈاہ سے
 یہ شعر بیش تر نسخوں میں موجود نہیں، ان کا متن بھی خاصا سقیم ہے۔ میری رائے میں واضح طور پر یہ
 کسی ناقل کے گڑھے ہوئے ہیں۔

ہجو فتح علی خاں

قمر النساء بیگم دختر خان جہاں بہادر بمن سی روپیہ دہانیدہ بود۔ دیوانش فتح علی خاں
 بمن پنج روپیہ می داد۔ نہ گرفتہ و ہجو او گفتہ بہ بیگم رسانیدم۔ بیگم جیو دیوان را طلبیدہ
 زجر و توبیخ کردہ، سی روپیہ بمن دہانید۔ ہجو فتح علی خاں این است:

جو میں نے مدح بیگم کی بنائی لکھی اور جائے کڑ میں پڑھ سنائی
 دلائے تمیں، لیکن پانچ نکلے فتح خاں کی الہی کانچ نکلے!
 نہیں ایسا کہیں اوندھا منڈا سا حرامی موت، بھیرا، چوت کا سا

۱۔ بمبئی، ادبیات: شرافت و نجابت پناہ عصمت و عفت دستگاہ قمر النساء بیگم صاحب دختر خان جہاں
 بہادر در صلہ مدح سی درم بہ بندہ دہانیدہ بود..... وی درم بمن داوند۔ بیدار، علوی میں ”دختر خان
 جہاں بہادر“ موجود نہیں۔

۲۔ زجر و توبیخ: ڈانٹ پھٹکار، جھڑکی، ملامت۔

۳۔ لندن ۱: رسانید۔ کلکتہ: رسانیدند۔

۴۔ پٹنہ: گھر میں جا کے۔ علوی، بیدار: جائے گھر میں۔ ادبیات: جا کے میں پڑھ کر سنائی۔ لندن ۱
 میں اس شعر کے بعد یہ دو شعر ہیں (جن کا متن پوری طرح خوانا نہیں):

ز ہے شکر بیٹی سخی داتا بہادر کی ہے بیٹی
 ز عصمت مریم و بلیس ثانی خدا کی نانو کی عاشق دوانی

قطعی طور پر میری یہ رائے ہے کہ یہ کسی ناقل کا اضافہ ہیں۔

۵۔ اوندھا: احمق، الٹی سمجھ کا۔ وہ شخص جس کو بد فعلی کرانے کی عداوت ہو۔ اوندھا منڈا سا: وہ شخص بد فعلی
 کرانے کے لیے جو اوندھا پڑا رہے۔ [یہ معنی میں نے قیاساً لکھے ہیں]۔

۶۔ علوی، بیدار، پٹنہ: بہرا۔ بمبئی، لندن ۱: بھیرا۔ بھیرا: بہرا (اردو لغت)۔

۷۔ بلینڈا، بلینڈا: چھتر کے سچ کا بڑا بالہ۔ کھریل یا چھت کی لمبی اور موٹی لمبی جو ایک پاکے سے
 دوسرے پاکے تک لگی ہوتی ہے۔

خدا کے حکم سے میں نے لکھا ہے کہ میرا حق فتحِ خاں نے رکھا ہے
 چلاؤں گا نڈ میں اُس کی بلینڈا بلینڈا سے دکھاؤں گڑھ پرینڈا
 نہ ہو زینہار گانڈو سے بھلائی کہ جن دن تھوک سب جگٹ سے مرانی
 کہاں پائی فتحِ خاں جیٹو نے خانی کہ جن نے گانڈ اپنی کر نہ جانی
 ارے جعفر! نہ کر تو سوچ ایٹا
 سخی کے نام سے تو لاؤ چیتا

۸ یہ علاقہ دکن کے ایک معروف قلعے کا نام ہے۔ جعفر کی نظم ”در تعریف اورنگ زیب“ کا شعر ہے:
 جسے را بہ حرفت بلینڈا کیا کھنڈر کو مگر گڑھ پرینڈا کیا
 دیکھیے اس کا حاشیہ۔

۹ جہمی: سب جگ میں۔

۱۰ علوی، بیدار: جی۔

۱۱ لندن میں اس کے بعد یہ دو شعر بھی ہیں:

سخی در ہر دو عالم سر بلند است سخی در بخش مارا ارجمند است
 اجوں دو سے روپے مجکو دلائے زری کی ایک تب مانگے نہ پائے
 ان شعروں کے متعلق بھی میری وہی رائے ہے جو حاشیہ کے اشعار کے متعلق ہے۔

۱۲ اپتا: اتنا۔

۱۳ چیتا: آرزو، تمنا، خیال۔ [چیتا] میں ہی مجہول ہے۔ معروف و مجہول کا تقضیہ عہدِ ناسخ تک اردو
 میں ملتا ہے۔ ایک امکان یہ بھی ہے کہ اُس زمانے میں ”اپتا“ بھی بہ یاے مجہول (ایٹا) زبانوں
 پر ہو۔

ہجو مرزا ذوالفقار بیگ کوتوال دہلی

بدیٰ خصلت و مُسک و نابکار
 سگِ لینڈی از وے نکو تر بود
 نہ ایں ذوالفقار است برزوے کار
 ازیں پس بہ عزت محواں نام او
 نہ ہر جا کہ باشد چنین کوتوال
 بہ ہر سو کشاکش، لٹا لٹا ہے
 بہ ہر سمت در شہر شتر است و شور
 شدہ خِصَلتِ میرزا ذوالفقار
 کہ از عَفْشِ دُزدر اڈر بود
 کنیز است، نامش دوا ساز وار
 کہ رپیم است و خون است در جام او
 محال است بودن در آں جا، محال
 چھنا چھینی ہے اور کٹا کٹا ہے
 بہ ہر گنج و کو ڈاکو و چور چور!

۱ لندن: ہجو کوتوال شہر گفتمہ شد۔ بیدار، آزاد: ہجو مرزا ذوالفقار بیگ۔ ادبیات: ہجو مرزا ذوالفقار خاں۔
 ۲ سب نسخوں میں ”بدین“ ہے، مگر یہ لفظ یہاں کسی طرح بر محل نہیں۔ میں نے یہ مان لیا ہے کہ اصلاً ”بدی“ ہوگا۔

۳ رضا، ۲: خلقت۔ آزاد، برکن: خلعت۔ نعیم میں ”خصلت“ ہے۔ ایک تو یہ کہ یہ لفظ (خصلت) پہلے مصرعے میں آچکا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ خلقت ہو، خلعت ہو یا خصلت؛ پہلے مصرعے کی ساخت کے لحاظ سے (جس میں ”مُسک“ اور ”نابکار“ کے الفاظ آئے ہیں) ان تینوں لفظوں میں سے کوئی لفظ بھی بر محل نہیں۔ آزاد اور برکن قدیم نسخے ہیں، محض اس لیے میں نے ”خلعت“ لکھا ہے۔
 ۴ دو نسخوں میں ”سازگار“ ہے۔ دوا: وہ بوڑھی ملازمہ جس کی گود میں پرورش پائی ہو، کھلائی، اٹا۔
 ۵ رپیم: پیپ۔

۶ ”بودن“ کے ایک معنی ”رہنا“ بھی ہیں۔ [بودن..... اقامت داشتن: قرہنگ فارسی]۔

۷ علوی، پٹنہ، بیدار: بہر کوچہ ہے ڈاکہ اور چور چور۔ ادبیات، رضا، سمبلی: بہر کوچہ اش ڈاکہ و چور چور۔

۸ مختلف نسخوں میں یہ نام اس طرح لکھا ہوا ہے کہ قطعیت کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکا کہ کون سا لفظ ہے۔ میں نے رضا اور سمبلی کے مطابق لکھا ہے۔

ربودند اسپانِ فحّاس را بکشتند ہم چینی داس را
 مبادا چینی حاکم اندر جہاں جفا پیشہ، خون خوار اور سگ دہاں
 حراست^۹، ریاست^{۱۰} نیاید ز گرگ کہ ہر چند باشد مسین و بزرگ^{۱۱}
 اگر خوک^{۱۲} در باغ یابد مجال^{۱۳} کند شاخ و برگ و بن ہر نہال
 سخن نشود مردک از آبلہی ندارد بہ گوری دلش آگہی
 ز بے ہوشیش ہر طرف شد فتور^{۱۴} ز گراگوشیش شور و غل دور دور
 تھکا تھک تھک است بر حال او پھٹا پھٹ پھٹ است بر چال او
 ز مستی^{۱۵} ندارد خبر گانڈ کی نہ جی، بلکہ یہ نسل ہے بھانڈ کی
 بیا جعفر! الحال چپ باش چپ رود میخ در کون نامرد غپ^{۱۶}

- ۹ حراست: نگہ بانی، محافظت، نگرانی۔
 ۱۰ ریاست: حکومت، سرداری، بادشاہت۔
 ۱۱ بھیمی، بیدار: نکو و بزرگ۔ رضا: سنین و بزرگ۔
 ۱۲ خوک: سُر۔
 ۱۳ مجال: گھومنے پھرنے کی جگہ، جولاں گاہ۔ مجال یابد: مراد یہ ہے کہ اگر خنزیر کو باغ میں داخل ہونے کا موقع مل جائے۔
 ۱۴ بیدار، بھیمی، ادبیات، پٹنہ، علوی: ہر طرف شتر و شور۔
 ۱۵ گر: بہرا، گراں گوش۔ کرگوشی: بہرا پن۔
 ۱۶ لندن ۱، بیدار، رضا ۲: بہ سستی۔
 ۱۷ مراد یہ ہے کہ ایسے شخص کو سزا اس طرح ملتی ہے کہ پتا بھی نہیں چلتا [غپ چپ: چپ چپ، خاموش]۔

ہجوٰ مرزا خدایار بیگ

زہے قدرتِ پاک پروردگار کہ مرزا خدایار مارا پچھاڑ
 کروں اب خبر شہر و بازار کو لگی آہ میری خدایار کو
 خدایار پر صبر میرا پڑا کہ تالاب پر یہ بکھیڑا پڑا
 بہ دستِ حریفان گرفتار شد بہ پشت و سرش مُشت و پزار شد
 چہ مرزا، چہ گفتار و رفتار او چہ پزار و دستارِ بل دارِ او
 تواتر تواتر لگی لاگنے مٹک چال مرزا لگے بھاگنے
 پکڑ، باندھ کر جب مرٹھا کیا، کشن داس کا تال گندا کیا
 بہ بستند او را چناں با درخت کہ دل ہم بہ پہلوے او شد کرخت
 دریغا چہ صورت، چہ دستارِ او! چہ پاجامہ چوڑیوں دارِ او!

- ۱۔ جہمی: ہجو خدایار خاں کی، سربراہ خان دہلی کے فوجدار کے ساتھ مجھلا ہوا اور کتوال نے مار کر اسے باندھا اس احوال میں۔
- ۲۔ نعیم: قوت۔
- ۳۔ آزاد، کلکتہ، برلن: سرش قابلِ مُشت و پزار۔ پزار: جوتی، کفش۔ مُشت: گھونسا۔
- ۴۔ بعض نسخوں میں ”چہ آواز پزار و دستار او“ ہے۔ میں نے بیدار، ادبیات، جہمی کی مطابقت اختیار کی ہے۔
- ۵۔ مرٹھا کرنا: گٹھری سا بنانا، جیسے: مار مار کر مرٹھا کرنا، گٹھری سا بنادینا، مڑوڑنا، مڑوڑ کرنا (آصفیہ)۔
- جہمی: تب مرٹھا کیا۔
- ۶۔ جہمی: از درخت۔

ہمہ در لگدگوب آوارہ شد
 چو ایں ماجرا جانِ بابا شنید
 رسید آں جواں مردِ با اِختِصاص
 زہے جانِ بابا شرافتِ مآب
 جہاں میں کروں آج یہ بو مڑی^{۱۳}
 خدایارِ مسکین دھما دھم گٹا
 خدایارِ کا خوب گرگا^{۱۴} کیا
 اگر مرد ثابت رہے ساچ پر
 زری پیچ و خِشختِ ہمہ پارہ شد
 دوا دوا دوا دوا پیاپے رسید
 کیا شیر کے منہ سے گیدڑ خلاص
 کبوتر چھڑایا لگو^{۱۵} سے میناب
 کہ گیدڑ کے منہ سے چھٹی لومڑی
 پلتیا کے پنچے سے چھوہا چھٹا
 کہ کرکا نہیں، بلکہ چرخا^{۱۶} کیا
 اُسے جس نہیں تیغ کی آچ پر

۷ لگدگوب: لاتیں مارنا (مارنے پٹنے کے ذیل میں)۔ [لگد: لات۔ لگدگوب: حوادث: زمانے کے حادثوں کی مار:

لگدگوب حوادث کا تحمل کر نہیں سکتی مری طاقت، کہ ضامن تھی جنوں کے ناز اٹھانے کی
 [غالب: دیوان نسو، عرشی، طبع اول، ص ۲۰۳]

۸ خِشخت: پاجامے کی رومالی، میانی۔

۹ جانِ بابا: باپ کی جان، یعنی بیٹا۔

۱۰ زہے: کلمہ تحسین و آفریں: واہ واہ! سبحان اللہ!

۱۱ آزاد، برلن، کلکتہ، بمبئی: سیادت مآب۔

۱۲ لگو: ایک قسم کا شکر، ایک قسم کا باز (آصفیہ)۔ کئی نسخوں مثلاً: بیدار، نعیم میں ”کوا چھڑایا“ ہے۔
 لندن میں ”کبوتر چھڑایا“ ہے اور میری رائے میں باز یا شکرے کی مناسبت سے ”کبوتر“ ہی مرعج ہے۔

۱۳ بو مڑی: چیخ پکار، شورغل۔ یہاں بہ ظاہر یہ لفظ شہرت دینے، مشہور کرنے کے مفہوم میں آیا ہے۔

۱۴ کرکا: موڑنا، توڑنا، شکستہ کرنا، ڈہرا کرنا (اردو لغت)۔

۱۵ چرخا: گشتی کا ایک دانو جس میں حریف کے داہنی جانب بیٹھ کر اپنی بائیں ٹانگ اُس کی داہنی ٹانگ میں اندر سے ڈال کر، باہر نکالتے ہیں اور داہنی ٹانگ گردن میں ڈال کر دونوں پیر ملا لیے جاتے ہیں۔ آزاد، بمبئی، کلکتہ: کرگھابنا۔ چرخابنا۔ بمبئی: کٹھر بنا۔

۱۶ علوی، بمبئی، آزاد: نہ ہو۔

مُصَاحِبِ عَجَبٍ مُنْجَبَطٍ كَالْيَاقَتِ كَارِ
 مُصَاحِبِ نَهْ كَيْجَسَ كَفْنِ چُورِ كُو
 مَرَا خَانَ دِهَانِ پَنجِ اشْرَفِي
 بَرِيں مَاجِرَا چُونِ خَبْرِ يَاقَتِ
 جُو دِيكْهَالُفَا مِيں نِي اُسِ مَالِ كُو
 خَدَايَا رِ كِي مَدْحِ جُو مِيں كِي
 دَبِي پَرِ كِيَا چُو بِيڑِي ۲۳ كُو سَلَامِ
 سَخْنِ مِهِيڑِي ۲۴ تُو كِچھِ بِي بُو جِي نِهِيں
 لُكَاوُنِ اُسِي كَفْنِ رِگْنِ كَرِ بَرَارِ
 كِي كْهُو دِي پَدَرِ پَرِ ۱۸ كِي گُورِ كُو
 تَصْرُفِ ۱۹ نَمُودِ اَسِ دَغْلِ ۲۰ دَرِ خَفِي
 بِ غَمِ ۲۱ رِشْتِي مَدْحِ اُو تَاقْتِ
 كِيَا زِعْفَرَاں، جِهَانِثِ كِي بَالِ كُو
 كِيَا گُو ۲۲ كُو مَحْضِ چُكَا دِهِي
 نِي سُو جِيَا حَلَالِ اُو رِ نِي بُو جِيَا حَرَامِ
 اُسِي كِي رِ دِنِ اُو رِ سُو جِي نِهِيں

۱۷ مُنْجَبَط: خبلی۔ کئی نسخوں میں اس سے پہلے یہ شعر بھی ہے:

جہاں پنکناں ہووے ایسا عزیز کرے نام بدنام، پیسا عزیز

اس کا متن خاصا مغشوش ہے۔ اس کا امکان ہے کہ یہ محض اضافہ ہو کسی ناقل کا؛ اسی بنا پر میں نے اسے شامل متن کرنا مناسب نہیں خیال کیا۔

۱۸ بھینی، ادبیات: پیر کی گور کو۔ کلکتہ: کہ پھوڑے سدا پیر کی گور کو۔

۱۹ آزاد، برلن: تغلب۔ تصرف اور تغلب کے معنی ایک ہی ہیں: غبن، خیانت۔ چوں کہ پیش تر نسخوں میں ”تصرف“ ہے، اس لیے میں نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

۲۰ دغل: مکر و فریب، مجازاً: مٹگار، حیلے باز۔ [اسی سے ”دغل باز“ بنا ہے]۔ درخفی تصرف نمود: یعنی چپکے سے، پوشیدہ طور پر اُس رقم میں خیانت کی [خدایار نے اپنا حق رکھ لیا ہوگا]۔

۲۱ ایک دو نسخوں میں ”بزم“ ہے، لیکن کلکتہ، آزاد، لندن، برلن میں ”بغم“ ہے اور معنویت کے لحاظ سے یہی ہونا چاہیے۔ مراد یہ ہے کہ اُس غم کے سبب سے کہ خان نے جو پانچ اشرفیاں (غالباً مدح کے صلے کے طور پر) دی تھیں، اُس میں اُس کے اہل کار خدایار نے تصرف کیا، یعنی کچھ رقم خود لے لی، اس دکھ اور اِس غم کو دور کرنے کے لیے میں نے بہ طور خوشامد خدایار کی مدح کہی کہ شاید وہ رقم مجھی کو دے دے (مگر اُس نے نہیں دی اور مدح بے کار گئی)۔

۲۲ بھینی، ادبیات: کھاد کو۔

۲۳ چوہڑا: مہتر، خاک روہ۔

۲۴ نامرد، ہجڑا۔

جو کوئی مجھ اوپر شَفَقَت^{۲۵} کرے جگت بیچ اُس کی خدایت^{۲۶} رکھے
نہ ایں بجواز راہِ حرص و ہواست دل آزار را بچو کردن رواست
یا جعفر! اکنوں شکایت مکن
ز موزنی و ماضی حکایت مکن

۲۵ اصل لفظ "شَفَقَت" ہے، "شَفَقَت" اس کی قدیم شکل ہے (اسناد اردو لغت میں)۔
۲۶ پت: عزت، حرمت۔

در مذمتِ بخیل (عبدالرحیم)

اگر بشنود شوم آوازِ من
 کند نوعِ زاوازِ ناسازِ من
 قد لرزه از من در اندامِ شوم
 گنم زہر پیوستہ در کامِ شوم
 سرِ نمسکاں بر سرِ دارِ یہ
 نہ بردارِ یہ، بلکہ در غارِ یہ
 بترسد دلِ شوم از شاعراں
 چو از بازو شاہیں دلِ طائراں
 ز من شوم بگریزد از خوف و فکر
 چو از ہیبتِ کپر نہ سالہ پکراں
 چو بیند مرا شوم، تھر تھر کند
 چو از گربہ مرغی کہ کرکراں کند
 ز من مقعدِ شوم لپ لپ کند
 ز بر خواندنِ قدح، چپ چپ کند
 اگر بنگرد صورتِ من بخیل
 گریزد، چو از گودکاں زاغ و چیل
 بہ ایں وصفِ آلودہ خون و ریم
 لیتم است عبدالرحیم سقیم
 سخن را ز رو سیم: دریاے فیض
 کند شوم پنہاں زِ خود چو خیف

بیا جعفر! ایں قصہ کوتاہ گن
 بہ سمتِ جنابِ سخی راہ گن

۱۔ نظم ”در بیانِ دلاوری“ [من آں رستمِ وقت، روئیں تم] کے تحت یہ لکھا جا چکا ہے کہ اس کے آخر میں اس نظم ”در مذمتِ بخیل“ کے اشعار شامل ہو گئے ہیں، بعض نسخوں میں شروع کے دو شعر ہیں (مثلاً نعیم میں) اور بعض میں اس نظم کے سب شعر اسی نظم کے ساتھ مرقوم ہیں [مثلاً: جہمی، بیدار اور علوی میں]۔ دوسری بات یہ ہے کہ نعیم میں اس کا عنوان ”فخریہ“ ہے، یہ عنوان کسی بھی نسخے میں نہیں۔ لندن میں ”دروصفِ شوم نامہ گوید“ ہے۔ ”در مذمتِ بخیل“ میں نے لکھا ہے نظم کی مناسبت سے۔ نعیم میں اس نظم کے بیش تر اشعار کا متن بہت غلط ہے۔

۲۔ شوم: کجوس۔ منوس۔ ۳۔ پکر: دو شیزہ۔ ۴۔ ”مدح“ کا متضاد۔ ۵۔ ایسی نظم و نثر جس میں کسی کی برائی، مذمت کی گئی ہو۔ ۶۔ ریم: پتہ۔

نامہ محمد یار بیگ کہ بہ زین خود نوشتہ

شنیدم ام خبرے خوش کہ کردہ شوہر
مرا گذاشتہ، شوہر تو کردہ دیگر
نشہ قرار ترا تا رسیدن بندہ
ہزار لعنت و پھٹ پھٹ بہ بے وفائی تو
بہ چند مرتبہ پیمودہ بودی آلت من
دہم طلاق ترا پیش شاہ عالم گیر
در بیخ دارم ازین نقض عہد و قول و قرار
ز من قصور چہ دیدی، جواب این بنگار
بہ ذوالفقار بہ بستی نکاح در بازار
مگر نہ داشتہم آلت دراز و پُر ہموار
بہ طول و عرض چہ کم بوداے حریص ہمار!
کنم شکایت تو پیش ہر صغار و کبار!

زوجہ او جواب بنویسد

جواب این برساں اے صبا بہ کام مراد
بہ رسم غمزہ و صد نخرہ با محمد یار

- ۱ لندن ۱: مناظرہ شہزادہ محمد مراد و خواجہ محمد یار خاں۔
- ۲ بعض نسخوں میں ”خبر خوش“ ہے اور کچھ میں ”خبرے خوش“۔
- ۳ نقض: توڑنا۔ نقض عہد: عہد شکنی، وعدہ خلافی۔ ہمبھی، علوی: ازین نقض بود قول و قرار۔
- ۴ قصور: کمی، کوتاہی۔
- ۵ پھٹ: لعنت، نفریں، پھٹکار۔
- ۶ لندن ۲، ادبیات: دراز تر ہموار۔ آزاد، برکن: دراز و ناہموار۔ [لندن ۱: پُر ہموار]۔
- ۷ ہمار: گدھا۔ [حریص ہمار کا مطلب ہے گدھے جیسے بڑا عضو تنازل پسند کرنے والی]۔
- ۸ صغار (صغیر کی جمع) چھوٹے۔ کبار: (کبیر کی جمع) بڑے، مرتبے کے لحاظ سے بڑے لوگ، بزرگ اشخاص۔ صغار و کبار: چھوٹے بڑے۔

کہ اے خبیث و بے خایہ، خُذْهُ وَزَنْبُهُ
 رسید نامہ خام تو وقت کوں دادن
 منم مثال گل و ذوالفقار چوں خارا است
 منم چون گنج زرو ذوالفقار چوں مارا است
 ہمیشہ مار بہ گنج است و خار در تہ گل
 خموش باش ازیں گفتگو و لب بر بند
 تو کپر از مدد کف دخول می کردی
 بہ ذوالفقار چہ مانی کہ خشک می راند

غلام بچہ و ناچیز و مہر و بد کردار
 محل کار من و ذوالفقار شد بسیار
 بہ باغ دہر گہے دیدہ گلے بے خار
 کہ دیدہ و کہ شنیدہ است گنج زر بے مار
 تو از حسد دل خود را چرا دہی آزار
 نہ تو مطلع از حال و از حقیقت کار
 خلاص می شدی از دھلکہ ہائے دوسہ چار
 دراز آلت خود را چو اژدہا در غار

۹ ہجرا، نامرد۔

۱۰ خُذْ، خُذْ: وہ شخص جو مردانہ اور زنانہ دونوں علاماتِ مخصوصہ رکھتا ہو۔ ہجرا، مرد نہ عورت۔ [اسے
 ”خُذْ وَزَنْبُهُ“ اور خُذْ وَزَنْبُهُ، دونوں طرح لکھا اور پڑھا جاسکتا ہے]۔

۱۱ زَنْبُہ: لکڑی کا کعب نما آلہ جس میں کوڑا کرکٹ وغیرہ بھر کر لے جاتے ہیں (فرہنگ فارسی)۔

۱۲ ہیز: حنٹ، ہجرا۔ مجازاً: ڈر پوک، کم ہمت، بزدل۔

۱۳ سب ’نخوں میں ’کوں دادن‘ ہے۔ ’کون‘ کے معنی ہیں: مقعد۔ (اسی نسبت سے ’کونی‘ انعام
 باز کو کہتے ہیں)۔ لغت میں ’کون‘ کے ایک معنی ’چوڑا‘ بھی ہیں (فرہنگ فارسی)۔ اس طرح
 بہ طور مجاز مرسل ’کوں دادن‘ عورت کے لیے آسکتا ہے۔

۱۴ بعض نسخوں میں ’گل بے خار‘ ہے اور بعض میں ’گلے بے خار‘ میں نے آخر الذکر کو مرئج خیال
 کیا ہے۔

۱۵ اس مصرعے کا جزو اول مختلف نسخوں میں بہت منشوش ہے۔ دو نسخوں لندن ۲ اور آزاد میں یہ
 مصرع اس طرح لکھا ہوا ہے کہ معنویت برقرار رہی ہے۔ آزاد: کہ تو نہ مطلع از حال و از حقیقت
 کار۔ لندن ۲: نہ تو مطلع از..... میں نے لندن ۲ کے الفاظ کو مرئج خیال کیا ہے۔ یہ تو مطلع: تو
 واقف نہیں۔

۱۶ آزاد: خلاصی می شدی اندر تو حرکت دوسہ بار۔ لندن ۲: خلاصی می شدی اندر ز حرکت دوسہ بار۔

۱۷ آزاد، لندن ۲، برکن: بہ ذوالفقار چگویم کہ۔

دو ہفتہ بلکہ سہ ہفتہ نمی دہد انزال زخوے چود گہے^{۱۸} اونمی شود بیزار
 پس اے لعین شریر و جہول^{۱۹} بے انصاف چساں بہ شوہری اورانہ خوانم^{۲۰} و غم خوار
 ترا چو اہل حقیقت بہ پندی گویم
 کہ بیہدہ^{۲۱} بہ درخت زقوم پشت مخار^{۲۲}

۱۸ لندن ۲، لندن ۱: زبوعے چود۔ سمبھی: زبوعے چودہ۔

۱۹ جہول: بہت جاہل، بڑا نادان۔ مجازاً: ظالم۔

۲۰ لندن ۲: نخوام۔ [آزاد، برکن، لندن ۱: نخوانم]۔

۲۱ علوی، سمبھی: کہ فی المثل۔ بیہدہ: بے ہودہ۔

۲۲ زقوم: تھوہڑ کا پودا، جو کانٹے دار، کڑوا اور زہریلا ہوتا ہے۔ مخار: فعلِ نہی ہے خاریدن کا۔
 خاریدن: کھجلا نا۔ مخار: مت کھجلا۔ ایسے کام سے منع کرنے کے لیے کہتے ہیں جو نقصان پہنچانے
 والا ہوتا ہے، جس سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔

پس اے گس! بکن شکر احسان من دُعا کن بریں تیر پزان من

جو بیچارہ گس اس سنبھ شفت
 کہ اے کپر! برختی خود مناز
 منم مخزن گوہر راز دوست
 منم غنچہ گلشن سروری
 ترا نیست از علت خود خبر
 اگر بر سر کوں توجہ کنی
 وگرے کنی، می شوی ضعف و سست
 ترا ماندگی رو دہد دم بہ دم
 بہ قوت اگر کم شوی ناگہاں
 بہ تندی و سختی میفرایے سر
 دریں جاخمش ماندہ بے چارہ کپر

چو گل خندہ کردو شگفت و بگفت
 چہ شد گر توئی سر بلند و دراز
 منم معدن فیض ممتاز دوست
 منم ^{۱۰} گنہ گوہر برتری
 غم علت خود نداری مگر!
 سرو روے خود غرق در گہ کنی
 بہ تڑتی و بادی شوی نادرست
 مرا نیست از ماندگی ہیچ غم
 خجالت، ^{۱۱} ملامت ^{۱۲} کشی در جہاں
 رسانم بہ قاضی نذیر اس خبر
 کہ قاضی نذیر است غزنہ شیر

۸ بیدار، نعیم، علوی: بزان من۔ [بزان] بہ طور عموم تلوار کی صفت کے طور پر آتا ہے، اس بنا پر میں نے یہاں ”پزان“ کو مرع خیال کیا ہے، جو تیر کی صفت بھی ہے اور ڈگر کے استعارے کی بھی یہاں بہتر صورت ہو سکتی ہے۔

۹ نعیم، علوی، بیدار

منم مخزن گوہر کان دوست منم معدن فیض و احسان دوست

۱۰ گنہ: چھوٹا ڈبا، ڈبیا۔ جواہر، موتی رکھنے کا ڈبا، ڈبیا۔

۱۱ ”ضعف ہونا“ بہ معنی ضعیف و ناتواں ہونا ملتا ہے۔ تفصیل اردو لغت میں، سند کے شعر نقل کیے

جاتے ہیں:

خدا کے واسطے چھوڑو، مرا جیو ضعف ہوتا ہے
 پھی استین اور چولی، ہٹو، جا کر سلاتی ہوں (پانی)
 کیا ہے پیر مجکوں آبروان نو جوانوں میں
 جسے دیکھو، اسی کو دیکھ کر کے ضعف ہوتا ہوں (آبرو)

۱۲ خجالت، خجالت: شرمندگی۔

۱۳ برکن: ملامت۔

چو گس را بپند، حمایت کند بہ یک حرف او صد رعایت کند
 بترسید از نام آں نیک مرد بہ اعضائے گس لاجرم اصلاح کرد
 بیا جعفر، از گس ادب گن ادب کہ گس، مایہ شادی است و طرب
 ڈگر چلے، نگر چھوڑ کر چوت کا تجھے کیا پڑی، فکر کر قوت کا
 سنی بات میں پر فرتوت سے
 کہ لوڑا نہ جیتا کبھی چوت سے

- ۱۴ بیدار: بہ ہر حرف او۔ بعض نسخوں میں ”بہ یک حرف ازو“ ہے۔
 ۱۵ سب نسخوں میں ”اعضا“ ہے۔ یہ لفظ بہ ظاہر یہاں بر محل نہیں معلوم ہوتا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ
 دراصل یہاں کون سا لفظ تھا۔ یہ بھی اعتماد کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ کیا ہونا چاہیے۔ اس مجبوری
 کی بنا پر اسی لفظ کو نقل کر دیا گیا ہے۔ ۱۶ لاجرم: ضرورتاً، مجبوراً۔
 ۱۷ رضا: بیا جعفر اب ذکر کیا چوت کا۔ رضا: ۲۔ بیا جعفر کیا ذکر ہے۔ ڈگر چل: اپنے راستے جا، اپنا
 کام کر۔
 ۱۸ قوت: خوراک، غذا۔ ایک وقت کی بھوک کا کھانا جس سے پیٹ بھرے۔
 ۱۹ رضا: ۲: کہ کوئی نہ جیتا کدھی۔ ۲۰ علوی: کسی۔

اسم ہائے گس

تا کہ گس بکراست، نامش چار باشد در جہاں^۱ پوپٹی، ٹیٹی و ٹینا، بعد ازاں چچا، پنخاں
 باز پھوسو نام باشد، لیک از اول دخول چوں حمل ماند، از گھسا گھس چوت گرد آں زماں
 رفتہ رفتہ گر یکے فرزند ازو پیدا شود بے تکلف بھوسڑی^۲ باشد ولے چوں کہکشاں
 از محل سال^(۳۰) سنی ہرزن کہ پابیرون نہد چو خطاب چوت باشد نزد ہر پیر و جواں
 بعد پنجہ^(۵۰) سال نامش بل^۳ بود نزد خرد چوں بہ شصت^(۶۰) آمد، خطابش بھوسڑا گرد عیاں

۱ بکر: دوشیزہ، جس کے ساتھ جنسی عمل نہ کیا گیا ہو۔ ۲ بھمی: اے جواں۔

۳ علوی، پٹنہ: پونی ٹینی ٹنی و ٹینا۔ [”ٹینا“ صحیح لفظ ہے۔ یہ فرج کے معنی میں لغت میں موجود ہے۔]

۴ یہ لفظ یہاں فرج کے معنی میں آیا ہے؛ مگر اس کے اصل معنی ہیں: گوشت کا وہ چھوٹا سا ٹکڑا جو فرج کے دونوں پاکھوں کے بیچ میں ہوتا ہے۔ ”ٹنا“ اس کا ہم معنی ہے۔

کسی شاعر کا شعر ہے:

تری بل رھک یا قوت بدخشاں ٹنا اس بیچ جوں دَرِ عدن ہے

مجاز مرسل کے علاقوں میں سے ایک علاقہ ہے: مظروف بول کر ظرف مراد لینا [جیسے: سڑک چل رہی ہے، مراد یہ ہوتی ہے کہ سڑک پر لوگ چل رہے ہیں]۔ اسی نسبت سے ”چچا“ اور ”ٹنا“ کو فرج کے معنی میں لایا جاسکتا ہے۔ [پوپٹی، ٹیٹی، پھوسو؛ یہ تین لفظ مجھے لغت میں (یعنی ان لغات میں جو میرے سامنے ہیں) نہیں ملے۔]

۵ بعض نسخوں میں ”فرزند پیدا می شود“ ہے۔

۶ بھمی، ادبیات: بھوسڑی نامش بود چوں کہکشاں۔

۷ یہ لفظ اس طرح بھی مستعمل ہے کہ لام کی جگہ رے آجاتی ہے۔

۸ ادبیات، بھمی:

چوں کہ سی سالہ شود عمر عزیزش جعفر نام او مشہور باشد بھوسڑا اندر جہاں

[بھمی میں بس یہی چار شعر ہیں۔]

بعد از ہفتاد^(۷۰) تا صد^(۱۰۰) نام او چمڑکھ بود زانکہ دروے نیست مغز و تخم، اِلَّا اسْتَحْوَاں
 ہر کہ این را خواندہ بر خود دم کند در نیم شب در جہاں عشرت بیند، مال یابد بے کراں
 این نصیحت یاد دار از جعفر، اندر گوش کن
 تا شوی از عمر برخوردار^{!!} اے رستم جوان

۹ چمڑکھ، چمڑک، چمڑخ: چمڑے کی ہٹی۔ خاص طور پر بنائی گئی چمڑے کی ہٹی، جو چرنے میں
 استعمال کی جاتی ہے۔ وہ کھال جس پر سوکھ کر چمڑیاں پڑ گئی ہوں۔ دبلا پتلا مرد، یاد دہلی پتلی سوکھی
 عورت۔

۱۰ گوشت۔

۱۱ برخوردار: فیض یاب، اقبال مند، فائدہ حاصل کرنے والا۔

سپیش نامہ

حضورِ جہاں شاہِ گیتی پناہ
جوئیں پڑ گئیں در قبا و ازار
ادھی رات تن بیچ اٹھی کھلبلیؑ
لڑائی پڑی جوآں سے وقتِ رات
رگت کی مرے جوئیں پیاسی پھریں
لہو میرا پی پی کے موٹی ہوئیں
جوآں مارتے مارتے شبِ گذشت
کروروں جوآں اور اکیلا منم
کہ در رمنہؑ ایں قبا و ازار
ز بیدارِ جوآں زلّ داد خواہ
بنیٰ آن مشکل بہ دہلی دیار
چو دیدم کہ فوجاں جوآں کی چلی
جوآں کا چلا منہ، چلا میرا ہات
کہ حیران، ہلکان مجھ کو کریں
بغل بیچ دشمن مری ہو رہیں
ولے یک جوآں از میاں کم نگشت
دونوں ہاتھ سے تا کجای زخمؑ
پھروں کھیلتا میں جوآں کا شکار

۱ کئی نسخوں میں ”جوآں نامہ“ ہے۔

۲ علوی: نئی مشکل آئی۔

۳ آزاد: کھلبلی۔ بہمی: ہوئی نیم شب جان میں کھلبلی۔

۴ اس شعر کے بعد بیش تر نسخوں میں یہ شعر ہے:

چو پرکاش اندر جوآں بے خلل

پروردہ شد دشمنے در بغل
پہلا مصرع واضح طور پر درست نہیں۔ میں اس کے صحیح متن کا تعین نہیں کر سکا، اس لیے اسے
شامل متن نہیں کیا۔

۵ رگت: خون۔

۶ لندن: ولے ایک جوں۔ بہمی: لیکن جوآں از میاں کم نگشت۔

۷ بہمی میں اس کے بعد یہ شعر ہے:

نہ بندوق و تلوار سے ان کو کام

یہ دو ہاتھ تھے اور لڑائی تمام
رمنہ: مرکز، ٹھکانا۔ بیابان، ویران جگہ۔ [مجازاً: شکار گاہ]۔

یہ سن کر شہنشاہ گیتی پناہ لگے کہنے سن اے زبل داد خواہ
جو امراو یہ سب جوؤں سے نلے تو جعفر سمجھ اب تری کیا چلے

میری راے میں یہ شعر بھی ناقلمین میں سے کسی کے شامل کیے ہوئے ہیں۔

لندن امیں اس نظم میں مندرجہ ذیل اشعار بھی ہیں۔ میری راے میں یہ شعر بھی قطعی طور پر بعد

والوں کا اضافے ہیں:

نہ امروز میرا ہے غم خوار کس	بُرے وقت کا کم شود یار کس
چورستم خاں گرچہ تہوڑ دل است	دلے جوآں کا مارنا مشکل است
اگر غازی ہے غازی الدین خاں	نہیں کھوس سکتا ہے پشم جوآں
ہے لطف اللہ خاں گرچہ پاپی نیٹ	بہ پیش جوآں پشت گبھاگے پلٹ
صلابت خاں داروغہ احکام کا	جوآں مارنے کے نہیں کام کا
برحمت خاں امراو نام آورے	کہ جوآں نہ مارے مراتا پھرے
جو ہے فدویت خاں فضیلت نشاں	نہیں کھوس سکتا ہے پیش جوآں
براہیم خاں فوج دار.....	زخوف جوآں جا چھپا در حصار
شدہ خوف جوآں چناں بیشتر	زنام مظفر خاں بھاگے ظفر
جو ظاہر خاں ہے شیر روز و غا	بہ پیش جوآں دم کوں بھاگے دبا
دریں وقت شہ زور رستم منم	کہ اکھاں کروراں جوآں می زنم
مہم جوآں کی بہ تنگ ہو رہی	خرد خان عالم کی دنگ ہو رہی

در وصف محبوب و تکیہ کلام عوام الناس

اے رُوے تو چوں ماہِ شبِ تار، جو ہے سُو
از غمزہ خوں ریز تو اُفتادہ بہ ہر سو
مثلِ تو نہ باشد بہ جہاں اے شہِ خوباں
سب چھتر ہستی، سدھستی، جمن جستی جی
از عاشقِ بے چارہ مکن نخرہ و گھونگھٹ
شیریں بچنا! گلِ بدنا! سروِ خراماں!
تا چند کنی عشوہ بریں رنگِ گلابی
باگنڈِ مرہ و مسخرہ و بھانڈ و بھگتیا
در بزمِ تنارِ پری و پھڑ بازی و بوزہ
اب ہا ہا کروں، پیاں پڑوں، لہیوں بلہماں

تجھ سانہ کہیں دل برودل دار، جو ہے سُو
برہشتِ زمیں کشتہٴ بسیار، جو ہے سُو
لکندہ^۱ و مکلندہ بہ رفتار، جو ہے سُو
از تیر نگاہ تو دل افکار، جو ہے سُو
تا کے بودایں گرمی بازار، جو ہے سُو
اُفتادہ ام از ہجر تو پیار، جو ہے سُو
یہ رنگ پتنگے سا اُز نہار، جو ہے سُو
زنہار مکن خندہ و گفتار، جو ہے سُو
مت بیٹھ بجز صحبتِ ابرار، جو ہے سُو
خندوں^۲ میں نہ مل بیٹھ، نہ کر پیار، جو ہے سُو

- ۱ لندن ا: در پند و نصیحت محبوب گوید۔ علوی، محمدی: غزل در وصف محبوب گفتہ۔ بمبئی: تکیہ کلام عوام الناس۔ بیدار: غزل در وصف محبوب و تکیہ کلام عوام الناس۔ نعیم: در وصف محبوب۔ [پیش نظر دوسرے نسخوں میں یہ ”غزل“ شامل نہیں]۔
- ۲ بیدار، بمبئی، نعیم، علوی، محمدی: برطشت زمیں۔
- ۳ بیدار: لکلندہ و مکلندہ۔
- ۴ اس مصرعے کے آخری ٹکڑے ”جمن جستی“ کی تحقیق میں نہیں کر سکا۔ چھتر پتی: تاج دار، بادشاہ یا راجا (جس کے سر پر شاہی چتر لگایا جائے)۔ سدھستی: تپیا میں کامل، پہنچا ہوا۔
- ۵ بیدار: یہ رنگ رہے گا نہیں زنہار۔
- ۶ بیدار: باگنڈ و با مسخرہ و بھانڈ بھنڈیلا۔ علوی: بھانڈ و بھنڈیلا۔ بمبئی: باگنڈ و با مسخرہ و بھانڈ بھگتیا۔
- ۷ بھگتیا: رقاصوں کی جماعت جو بالعموم رات کے وقت طرح طرح کے روپ دھا کر تماشادکھاتی ہے۔ خاص کر لڑکے زمانہ لباس پہن کر ناچتے اور تماشادکھاتے ہیں۔ نچنیا۔

اے یارِ جفا پیشہ، پری چہرہ، ستمگار!
 ما عاشقِ زاریم و دعا گوے تو ہستم
 من پنڈت پر کھنڈت و حیران تو ہستم
 جعفر چہ پھٹے^{۱۲} باشد و کس باغ کی مولیٰ^{۱۳}
 روشن شود از خاکِ کفِ پائے تو چشم
 از دوری و مہجوری تو نیست صُوری
 در آتش و آب است چو ماہی و سمندر^{۱۴}
 اپنگ منم اندر رہِ عشقِ تو بہ میداں
 اے شاہِ بیتاں، ماہِ رُخ! امروز چہ گویم
 از آہِ دل خستہ خبردار! جو ہے سُو
 جان و دل مارا مدہ آزار، جو ہے سُو
 در گردنِ من زلفِ تو زُتار، جو ہے سُو
 بر حُسنِ تو جبریل گرفتار، جو ہے سُو
 بر پائے تو قربانم و بلبہار، جو ہے سُو
 لکھ بھیج کُشکل کھسیم سماچار، جو ہے سُو
 ہر کس کہ بود طالبِ دیدار، جو ہے سُو
 سر بر کفِ خود داشتہ تیار، جو ہے سُو
 از رُوزِ ازل با تو مجھے پیار، جو ہے سُو

- ۸ تار پری [تانا پری]: گانے میں تال اور الاپ کی گت کا کلمہ۔ چند معنی کلمے جو گویئے گا
 سکھانے میں استعمال کرتے ہیں۔ بزمِ تار پری: گانے کی محفل۔
- ۹ بوزہ: ایک قسم کی ہلکی شراب جو چاول یا پنے سے بنائی جاتی ہے۔ [بوزہ خانہ: شراب خانہ]۔
- ۱۰ بیدار: ہاں ہاں۔ ۱۱ اتحاد: شوخ، شریر۔ ۱۲ لندن: من بندہ پر آگندہ و حیران تو ہستم۔
- ۱۳ بمبئی، بیدار: چہ کے۔ نعیم: چہ پھے۔ علوی: چہ پھے۔ میر نے نکات الشعراء میں جعفر کے
 احوال میں لکھا ہے کہ وہ ایک دن بیدل کے گھر گئے اور یہ مصرع پڑھا: چہ عرتی، چہ فیضی بہ پیش تو
 پھش۔ میں نے اسی اندراج کے پیش نظر یہاں ”چہ پھٹے“ کو ترجیح دی ہے۔ ”پھش: نفرت یا
 بیزاری ظاہر کرنے کا کلمہ“ [اردو لغت]۔
- ۱۴ کس باغ کی مولیٰ اور کس کھیت کی مولیٰ، لغت میں دونوں صورتیں ملتی ہیں [تیرا گلزار ہے کس
 باغ کی مولیٰ بلبل! کوے جاناں میں تو ہم باغِ ارم بھول گئے (اردو لغت)]۔ یہ وضاحت
 محض احتیاطاً کی گئی ہے۔
- ۱۵ ”سمندر“ کے تحت اردو لغت میں لکھا گیا ہے: ”ایک کیڑا جو آگ میں پیدا ہوتا ہے اور آگ اُس
 کی غذا ہے اور آگ سے باہر نکلے تو فوراً مر جاتا ہے“۔ یہ وضاحت کی جانی چاہیے تھی کہ یہ
 شاعرانہ روایت ہے۔ شاعری میں یہی روایت ملتی ہے۔ معین نے فرہنگِ فارسی میں لکھا ہے
 کہ یہ چوہے کی طرح کا جانور ہے جو سمندر میں یا نم ناک غاروں میں رہتا ہے۔ کیڑے مکوڑے
 کھاتا ہے۔ ہاں، اردو فارسی شاعری میں وہی آگ میں رہنے والی روایت ملتی ہے اور جعفر نے
 بھی اسی کا حوالہ دیا ہے۔

باتیر اناکانی^{۱۶} و برچھی تغافل
تیری تو لطافت کی بڑی دھوم پڑی ہے
بگذار^{۱۷} لوندی و میازار بہ رندی
من موہن و جگ سوہن^{۱۸} و مکھ بولن دھولن^{۱۹}
داری خبرم یا نہ کہ در آتش عشقت
گر یک دو قدم رنجہ کنی بر سر گورم
اے جانِ جہاں! عاشق و آشفته^{۲۰} خود را
آں حورو پری عاشق و شیداے تو گردند
میرے تو کیلجے میں لگی پریم کٹاری
یوسف بہ مثل گفتن من شرط ادب نیست
اے سرو سہی! حُسنِ ترا ہچو زلیخا
امروز مجھے مار نہ اے یار، جو ہے سو
در گلبن و ہر گلشن و گلزار، جو ہے سو
کردم بہ تو اس عجز دو صد بار، جو ہے سو
پالند کہ نہیں مثل تو بٹ مار، جو ہے سو
دھگتا ہوں شب و روز چوانگار، جو ہے سو
بیروں شوم از گور کفن پھاڑ، جو ہے سو
دیوانہ و بیگانہ میندار، جو ہے سو
کج داری اگر طرہ دستار، جو ہے سو
برتن^{۲۱} چہ زنی خنجر و تلوار^{۲۲}، جو ہے سو
خود بلکہ ہماں یوسنی اوتار، جو ہے سو
حوران بہشت اند خریدار، جو ہے سو

۱۶ صرف یہ وضاحت کرنا ہے کہ ”آناکانی“ اور ”اناکانی“ دونوں طرح مستعمل رہا ہے (اردو لغت)۔
آناکانی: ٹال مٹول، چشم پوشی۔

۱۷ بیدار: بگذار بہ لوندی و میازار بہ رندی۔ نعیم: بگذار لوندی۔ لندن ا: بگذار حریفی و میازار بہ
رندی۔ لوند: فاحشہ عورت، بدکار لڑکا۔ لوندی: بدکاری، آوارگی۔

۱۸ جگ سوہن: محبوب عالم، ہر دل عزیز سوہن: حسین، خوش نما، خوب صورت۔
رکھ یہ نئے کالقب جگ سوہن ہر دل پاک کا ہے من موہن
(قلی قطب شاہ۔ اردو لغت)

۱۹ دھولن: دھلن۔

۲۰ محمدی، علوی، بیدار: پٹ یار [لندن ا: بٹ مار]۔ ”بٹ مار“ رہ زن (لیرے) کو کہتے ہیں۔
میں نے یہ فرض کر لیا ہے کہ شاعر نے یہاں ”بٹ مار“ ”رہ زن ہوش“ کے معنی میں نظم کیا ہے۔

۲۱ ”دھگ: آگ، سوزش، جلن“۔ ”دھگدھگانا: جلنا، بھڑکنا، شعلہ زن ہونا“ (اردو لغت)۔
دھگتا ہوں: جلتا ہوں۔

۲۲ بیدار: عاشق و آشفته۔

۲۳ بیدار: برمن۔ ۲۴ نعیم: تر دار۔

از دردِ دل سوختہ اے یار حذر گن
 گردست دہد وصل تو، صد جاں کنم از شوق
 اے یار! مکن میل بہ گفتارِ رقیباں^{۲۶}
 پنہاں مشو از عاشقِ دل خستہ نگارا!
 اے جانِ جہاں، خرمنِ گل، سرورِ خوباں!
 بروے رقیباں بد اندیش و پُخل خور
 جعفر! مکن اندیشہ ز تدبیرِ رقیباں^{۲۷}
 از عجز بہ دست آر دل یار، جو ہے سو

- ۲۵ علوی، بیدار، لندن: انبار۔ ”ایثار“ کے معنی ”قربانی دینا، غیر معمولی سخاوت و بخشش“ ہیں؛ انھی معنوں کے لحاظ سے ”ایثار“ کو ترجیح دی گئی ہے۔
- ۲۶ علوی، بیدار: رقیم۔
- ۲۷ نعیم: کونت خوار۔ بمبئی: کفن خوار۔ لندن، علوی، بیدار میں ”کفن خوار“ ہے اور میں نے اسی کو ترجیح دی ہے، یعنی: کفن، خوار۔ کفن: کٹنا (کٹنی کی تانیٹ) قرمباق، پست فطرت۔
- ۲۸ علوی، نعیم: دے مہ تاباں شہِ خوباں۔
- ۲۹ لندن: تھکار زہر جانب و پھٹکار۔ نعیم: دھتکار۔
- ۳۰ بیدار، نعیم، بمبئی: بہ تدبیر۔ علوی: اندیشہ تدبیر رقیباں۔

نوٹ: لندن میں پانچ شعرا ایسے ہیں جو کسی اور نسخے میں موجود نہیں۔ ان میں سے کم از کم ایک شعر ضرور ایسا ہے جس کے متعلق مجھے یقین ہے کہ وہ جعفر کا نہیں، کسی ناقل کا اضافہ ہے، یہ شعر:

نک کلی لاد مجھے اپنی دیا سے رفتار تو چوں اشتر رہوار جو ہے سو

باقی چار اشعار کا احوال یہ ہے کہ وہ اس طرح لکھے ہوئے ہیں کہ کوئی شعر مکمل طور پر خوانا نہیں۔ ذیل میں ان اشعار کو اسی طرح نقل کیا جاتا ہے جس طرح وہ لندن میں لکھے ہوئے ہیں:

تجھسا مجھے کوئی نہیں ظاہر و باطن رکھ

من روپ بہکباری ہوں درشن کی
باہچکس اے جان من زہار کن راز خود اظہار جو ہے سو
یارب بچھاں پرخوں دہن راز جو سو قار جو ہے سو

یہ چاروں شعر جعفر ہی کے ہیں، میں اس سلسلے میں قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اسی طرح اس امکان سے بھی انکار نہیں کر سکتا کہ یہ دوسروں کا اضافہ ہوں۔ ظاہر ہے کہ موجودہ صورت میں کہ ان میں سے کوئی شعر کسی اور نسخے میں موجود نہیں اور یہ کہ ان کا متن خوانا نہیں، ان اشعار کو شامل متن نہیں کیا جاسکتا۔

دستور العمل

ہر سر کہ باشد بر سزین، آں سر بگو بردار یہ
 ہر زن کہ باشد جنگ جو، دارد بہ شوہر گفتگو
 جو رو لڑا کا گر بود، پرخوف و ڈر آں گھر بود
 جو ہو چٹوری جوئے جی، بھدرک کہاں ہوئے جی
 جو استری تل تل ہنسی، ہر بات میں کھل کھل ہنسی
 جو نار لچکے چال میں، سکی بھرے ہر حال میں
 جو رائڈ ہو کا جل بھرے، چو یا پختن پرمں دھرے
 چھڑیوں جو جاوے رائڈ جی، وہ رائڈ نا، ہے سائڈ جی
 مہری جو چاہے پان جی، اُس کو لگا شیطان جی
 دلبر کہ باشد عشوہ گر، جو بن دکھاوے گھر بہ گھر
 ہر دل کہ باشد مہر دین، آں دل سدا بیمار یہ
 در چال منکے مؤ بہ مؤ، اُس نار سے انکار یہ
 وہ گھر سدا اتر بود، اُس گھر سے گنگا پار یہ
 آخر رہے گھر کھوئے جی، گفتار از و صد بار یہ
 ہر ایک سے مل مل ہنسی، بے مصلحت بگذار یہ
 کالا تو ہے کچھ دال میں، از قرب او ز نہار یہ
 چوڑی پہن منہدی کرے، برگردنش تلوار یہ
 تاکے پر ایلا لائڈ جی، بر فرج او پھٹکار یہ
 جاوے سوے بستان جی، زان لوٹی بازار یہ
 لالچ کند بر سیم و زر، دوری از و بسیار یہ

- ۱ سر: بھید [جمع: اسرار]۔
- ۲ لندن: اُس زن ستی۔
- ۳ جو رو: بیوی۔
- ۴ نفع، فائدہ۔ سلیقہ، سگھڑپن۔
- ۵ بھیمی، بیدار، پٹنہ، علوی: پرگھٹ نہاں کیا ہوئے جی۔
- ۶ گفتار: لومڑی۔ بے بھیمی، بیدار: ٹھل ٹھل ہنسی۔ آزاد: ہر بات میں کھل کھل پڑے۔
- ۷ چو یا پختن: وہ خوش بودار اُٹن، جس میں صندل کے برادے کا جو کچھ زیادہ ہو۔ [چو یا، چووا: خوش بودار اُٹن، یا ارگجا جس کو صندل، گلاب، شک، کافور (وغیرہ) سے بناتے ہیں]۔
- ۹ چھڑیوں کا میلا: وہ میلا جو کسی بزرگ کی جھنڈیوں کے نام سے کیا جاتا ہے، جیسے مدار کی چھڑیاں، میراں جی کی چھڑیاں، ظاہر پیر کی چھڑیاں (آصفیہ)۔
- ۱۰ آزاد، رضا: مہری جو قبرستان جایا باغ اور بستان جاوے اُس کو لگا شیطان جا۔
- ۱۱ آوارہ، بازاری عورت، کسی، پتریا۔

انکھیل بانڈی ات تیری، اُس کی تو ہے نوبت تیری
گھربار کی جو پت رکھو، مٹا چکنیا مت رکھو
بیدل انفر چوں سل بدماں، گوہر چودر گنہگل بدماں
گھوڑا جو ہو گم راہ جی، اُس سے نہ ہو زرباہ جی
گھوڑا جو سواری نہ دے، صاحب طلب ساری نہ دے
جو چاکری کو لاگے، تھو پرایا داغیے
بخشی اگر بے سوز ہے؛ چوکی جو دو جی، روز ہے
جو آتش وعدہ کرے، وعدے ستی جھوٹا پڑے

نزد خود یہ گت تیری، بر فرج او تھوکار پہ
دل بیچ یہ گنہت رکھو، لاجول ازیں اطوار پہ
موزی و بے حاصل بدماں، ایسے نفر کو پار پہ
یہ حال ہے جاں کاہ جی، اُس سے خبر نہ ہوار پہ
بیٹا وہ جو یاری نہ دے، ایس ہر سہ تن فی التار پہ
اس مصلحت سے بھاگیے، زماں گوشہ دیوار پہ
وہ چاکری بھی گوز ہے، زیں نوکری بے کار پہ
لٹو پتو پر من ہرے، بر پتو کس تھوکار پہ

۱۲ ت: بہت۔ ۱۳ پت: عزت، آبرو، اعتبار (آصفیہ)۔

۱۴ لٹیا: چھیل چھبلا، بانکا۔

۱۵ نہبت: کہاوت۔

۱۶ بے دل: رنجیدہ، ناراض، دل برداشتہ [مٹل ہے: بے دل نوکر دشمن برابر]۔ نکر: نوکر، ادا درجے کا نوکر۔

۱۷ گنہگل: بھس ملی ہوئی مٹی جس سے مکان لپتے ہیں۔ گارا۔ استرکاری (پلستر) کا گارا۔ [کہ، کاہ: گھاس۔ گل مٹی]۔

۱۸ رہوار، راہوار: تیز چال اور ہموار چال کا گھوڑا۔ تیز اور ہموار چال کی سواری [عموماً گھوڑا]۔ خبر ہموار: ایسا گدھا جو برابر چلتا ہے۔

۱۹ صاحب: آقا۔ طلب: تنخواہ۔

۲۰ آگ میں (جلس) دوزخ میں جائیں۔

۲۱ غلاموں، فوجی سپاہیوں کے گھوڑوں کے ہٹھے پر پہچان کے لیے نشان ڈالے جاتے تھے۔ تھو پرایا داغیے: یعنی نوکری ملنے کے بعد جب گھوڑے پر داغ کا نشان لگانے کی باری آئے تو کسی اور کا (مانگے کا) گھوڑا پیش کر دیا جائے۔ رضا، برتن، آزاد: تھو ادھارا۔

۲۲ بخشی: فوج یا چوکیداروں کی تنخواہ بانٹنے والا اور اُس کا حساب رکھنے والا افسر۔

۲۳ ڈیوٹی۔ نگرانی کرنے، پہرا دینے کی ڈیوٹی۔ چوکی جو دو جی، روز ہے: جو ڈیوٹی ہر دوسرے دن کی ہے (ایک دن بیچ) وہ روز کرنا پڑے۔ دو جی: دوسری [دو جا: دوسرا]۔

۲۴ گوز: ریا، باد۔

جھوٹا خدا سے دور ہے، ایمان سے مجبور ہے
 ہر کس کہ او چیزے دہد، برگردنت منت نہد
 گرناں بے سچی جاں رسد، بے منت دؤناں رسد
 ناکس بخواند علم اگر، جوید رہ ظلم و ضرر
 نمسک جو دُنیا دار ہو، مرنا اُسے دشوار ہو
 عامل دیانت دار ہو، کوئی نہ اُس کا یار ہو
 ضامن نہ ہو جے باپ کا، ہے ضامنی گھر باپ کا
 قاضی اگر طامع بود، باخوے بد جامع بود
 وعذہ کرے، سُوز و زاری ہے، از مکر او ہشیار یہ
 از فخر چوں میندک جہد، بر روی او تھنکار یہ
 از مصر یا یونان رسد، از تاج اسفند یار یہ
 خیزد ازو ہر دم شرر، صد بار ازو مینار یہ
 دن حشر کے وہ خوار ہو، ازوے سخی نادار یہ
 معزول ہوتب خوار ہو، زیں عالمی بیکار یہ
 اس سے بھلا دکھ تاپ کا، زیں قول فعل انکار یہ
 انصاف را مانع بود، در گردش زُتار یہ
 جعفر! زباں را بند کن، با راستی پیوند کن
 دل خستہ را خرسند کن، ایں شیوہ از ہر کار یہ

۲۵ زور: جھوٹ۔ مجازاً: فریب، مکر۔
 نوٹ: مختلف نسخوں میں اس نظم کے اشعار کی تعداد مختلف ہے۔ تین قدیم تر نسخوں میں سے نسخہ کلکتہ
 میں ۲۳ شعر ہیں، آزاد اور برکن میں ۳۸، ۳۸ شعر ہیں۔ لندن آزمانا ان تینوں نسخوں سے موثر
 ہے، اُس میں ۴۲ شعر ہیں اور رضا، ۲، ۳۳، ۳۳ شعر ہیں۔ نعیم میں (جو زمانا سب سے موثر
 ہے) ۴۵ شعر ہیں۔ اس نظم کے کئی شعرا ایسے ہیں جن کی زبان اور بیان کے انداز کو دیکھ کر واضح طور
 پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ جعفر کے شعر نہیں۔ میرے لیے یہ طے کرنا بہت مشکل ہے کہ درحقیقت اس نظم
 میں کتنے شعر جعفر کے ہیں اور وہ کون سے شعر ہیں جنہیں واضح طور پر ناقلین کے اضافے کہا
 جاسکتا ہے۔ البتہ بعض شعروں میں زبان اور بیان کا انداز ایسا ہے اُن کو کسی بھی صورت میں جعفر سے
 منسوب کرنا درست نہیں معلوم ہوتا۔ میں نے ایسے شعروں کو شامل متن نہیں کیا، ان شعروں کو
 مشکوک اشعار کے طور پر یہاں درج کیا جاتا ہے۔ ان کا متن (ہر طرح کی اغاٹ کے ساتھ)
 مطابق نعیم ہے:

سمدھی اگر بھوکا ملے داماد سے روکھا ملے
 سمدھانہ سب کھوکھا ملے اس سے کٹیلا جھاڑ بہ
 سالا جو بے توفیق ہے کھاری نمک تحقیق ہے
 اس بات پر تصدیق ہے ہر کس را بتیار بہ

جو گھر رکھے سرار میں پرکھت نہ ہو گھر بار میں
 جو لالچی داماد ہو جب دیجئے تب شاد ہو
 لنگوٹیا جو یار ہو ہمزاد کا سا پیار ہو
 دیکر جو کوئی چھین لے یا دوئی دیکر تین لے
 بن بھوک مصری زہر ہے حلوا پکا قہر ہے
 جاہل سے ملنا حیف ہے اس کو جہل کا کیف ہے
 ہر دولت بے فیض ہے دولت ازو بے خیر ہے
 اس دور کے فرزند سوں فرزند اور دل بند سوں
 گھوڑا نہ لیجے لکھتا کولا نہ لیجے چنگنا
 جس شہر میں دلبر نہیں اشراف کا آور نہیں
 گھر میں نہ ہو سکھ چین اگر بی بی کرے نت شور اگر
 باندی سے جو اولاد ہو بے فیض بے بنیاد ہو
 کج بحث الجھاسوت ہے گید اور گیدڑ کا موت ہے
 جس کی لڑا کا ساس ہو پر بغض جوں خناس ہو
 جس کی کمر میں کس نہیں جو رو کرے تو جس نہیں
 سرا جو ہو دل تنگ جو مسک خسیس و جنگجو
 جو لالچی داماد ہو جب دیجئے تب شاد ہو

تب کھت پڑے گھر بار میں زیں ذلت استغفار بہ
 باتوں ہی سے من کھاد ہوا زوے بہ پہلو خار بہ
 دولت بڑھے اغیار ہو بروے او پیزار بہ
 دیا دلایا پھیر لے دور کون او مینار بہ
 سلوا غلیظ الدہر ہے بر وقت جو ہار بہ
 ہر بات اس کی سیف ہے زان دیوود و خونخوار بہ
 وہ تخم خون حیض ہے اس تخم کو درغار بہ
 بھائی سگے دل بند سوں بیگانہ دلبر یار بہ
 مت لو پڑوسی لکھنا زیں عذر بسیار بہ
 قاضی شرع کا ڈر نہیں اس شہر سے کہسار بہ
 گلہ سناوے در بدر اس گھر سے جمناپار بہ
 وہ تخم سب برباد ہو آں تخم کو درغار بہ
 جوت ہے یا پھوت ہے زان نار کج رفتار بہ
 اس پیند کیسے پاس ہو اس ساس سے گفتار بہ
 وہ جوئی اس کے بس نہیں مردن بہ سنبل کھار بہ
 داماد سے بے رنگ جو ازوے سگ بازار بہ
 باتوں ہی سے من کھاد ہوا زوے بہ پہلو خار بہ

سُلوک نامہ

در دہر اگر عقلؑ تو چوں کوآ نباشد در گنڈرؑ کے جاے تو یک جوآ نباشد
 آں کس کہ رہ شرع گوید است، مر اورا در روزِ جزا فکر و غم و ہوا نباشد
 در قائم و قعود از کششِ نفسِ مخور غوطؑ در خدمتِ حق بازی کنکوآ نباشد

۱۔ اکثر نسخوں میں ”در دہر کہ تا عقل تو“ ہے، مگر یہ واضح طور پر درست نہیں معلوم ہوتا۔ اس میں ”کہ“ بے محل ہے۔ بعض نسخوں میں اس طرح لکھا ہوا ہے کہ اُسے ”اگر عقل تو“ بہ خوبی پڑھا جاسکتا ہے۔ معنویت اور درستی عبارت کے لحاظ سے مجھے یہ صورت بہتر معلوم ہوتی ہے۔

۲۔ مختلف نسخوں میں یہ نکلزا منگوش ہے۔ بعض نسخوں میں ”در کہنڈرہ کہ جاے تو“ ہے اور بعض میں در کہند ہر ہوں تا جاے تو“ ہے۔ اس میں پہلی شکل کچھ بہتر معلوم ہوتی ہے۔ ”کہنڈر“ کے معنی ہیں: ”بجھر، ناقابلِ زراعت زمین، غیر آباد“۔ اور ”کہنڈر“ متعارف لفظ ہے۔ ”کہنڈرہ“ سے ملتا جلتا ”گنڈرا“ ہے۔ اس کے معنی ہیں: ”وہ قطعہ زمین جو پانی کی کاٹ سے بچ کر اوپر کو اُبھرتا رہے۔ (۲) اناج کا ڈھیر“۔ معنا مجھے یہاں ”کہنڈر“ کے مقابلے میں ”گنڈرا“ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ بہ ہر طور یہ قیاسی تعین ہے۔ میں نے معنویت پر نظر رکھتے ہوئے ”گنڈرا“ کو ترجیح دی ہے۔ ”گنڈر کہ“ گنڈرا کا اسم تصغیر ہوا۔ مطلب دوسرے مصرعے کا یہ ہوا کہ ایسے شخص کو (جس میں عقل اور سمجھ داری نہ ہو) کسی معمولی جگہ سے بھی کچھ نہیں مل سکتا۔

۳۔ ”جو“ ایک خاص اناج کے معنی میں متعارف لفظ ہے۔ [جو فروش گندم نما“ معروف فقرہ ہے]۔ ”جو“ کے ایک معنی ہیں: جو کے برابر وزن، اُنج کا تیسرا حصہ، لمبائی یا وزن میں جو برابر۔ کنایتاً: قلیل مقدار۔ یہاں ”یک جو انباشد“ کے معنی ہوں گے: ذرا سی چیز بھی نہیں ملے گی، کچھ نہیں ملے گا۔ ایک جو کے برابر بھی جگہ، نہیں ملے گی۔ [جو، جو: لہسن کی پوتھی کے معنی میں آتا ہے۔ ”یک جو“ کے معنی بھی یہی ہوں گے جو اوپر لکھے گئے ہیں؛ مگر میری رائے میں بہتر صورت یہی ہے کہ ”جو“ کو یہاں ”جو“ کی بدلی ہوئی صورت مانا جائے]۔

۴۔ قام: اقامت، نماز میں کھڑا ہونا، آغاز نماز۔ قعود: نماز میں اُختیات پڑھتے وقت بیٹھنا: قعدہ۔

۵۔ غوطہ کے کئی معنی ہیں۔ اُڑتی ہوئی پتنگ کے اوپر سے نیچے کی طرف آنے کو بھی کہتے ہیں: پتنگ کو

دارد خبر از لذت چپ چاپ عبادت
 مہجور بود آں کہ در آزارِ جهان است
 اے خواجہ! یقین آر کہ بادوست ملاقات
 برتھیّا تّا تھیّا تّا تھیّا منہ دل
 بالذتِ دُنیا طلبی دولتِ دینِ را
 زرداری و یک پیسہ وہی در رہ مولا!
 آئینہ دل صاف کن از مصقلہ ذکر
 آں کس کہ شکم سیر و بہت کھوا نباشد
 واصل بود آں کس کہ در ادا نباشد
 بے خدمت و بے مقبت ملو! نباشد
 تا روے تو فردا چو سہ تو! نباشد
 ایں بحر بہ پایاں بہ دو بحر و! نباشد
 در حضرتِ حق اجر بہ پھسلو! نباشد
 کاہں آئینہ، چوں آئینہ تو! نباشد

غوطہ دینا، پتنگ کا غوطہ کھانا۔ دکھاوے۔ لیے نماز پڑھنے اور اٹھنے بیٹھنے (قیام و قعود) پر دکھاوے کے لیے زور دینے، لہر دینے پر طنز کیا گیا ہے۔ یعنی نماز میں ریاکاری کی کشش کے اثر سے قیام و قعود ایسے نہ کرو جیسے پتنگ باز پتنگ کو غوطے دیا کرتا ہے۔ دل لگا کر پڑھو، کنکو امت اڑاؤ۔ [کسی استاد (غالباً امیر مینائی) کا شعر ہے:

ہے نماز ان زاہدوں کی ضعفِ ایماں پر دلیل، سامنے اللہ کے جاتے ہیں اٹھتے بیٹھتے۔
 ۶ اے ”پجھلو“ اور ”پجھلو“ دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے۔ میں نے بہ لحاظ معنویت بہ ضمِ اول کو کچھ بہتر خیال کیا ہے۔ ”کچھ: دُم، پچھلا حصہ۔ ”پچھلو“، ”پچھلا“ سے بنا سکتے ہیں: پچھے لگا رہنے والا، چاپلوس، خوشامدی۔ دونوں صورتوں میں مفہوم یہ ہوگا کہ بیچ کے لوگوں، کچھ لگوؤں اور بچولیوں کی مدد لیے بغیر اس دنیا کا کوئی کام نہیں ہو پاتا، یہاں تک کہ دوست تک رسائی کے لیے بھی ایسے واسطے یا واسطوں کی ضرورت پڑتی ہے۔

۷ گانا بجانا۔ رقص و سرود کی محفل مراد ہے۔

۸ تو! تو! [قیامت کے دن تمہارا منہ گناہوں کے اثر سے کالے توے کی طرح نہ ہو جائے]۔

۹ بجز: سیر تفریح کی کشتی۔ مقصود یہ ہے کہ جس طرح دو کشتیوں پر پیر رکھ کر دریا کو پار نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح دین کے ساتھ لذاتِ دنیا کو اختیار نہیں کیا جاسکتا۔

۱۰ معروف سکتے کے ساتھ ساتھ مطلقاً روپے پیسے کے معنی میں لغات میں ملتا ہے۔ ”یک پیسہ“ سے یہاں مراد وہی ہے کہ دولت تمہارے پاس ہے مگر خدا کی راہ میں خرچ کرنا نہیں چاہتے ہو، بس ایک پیسہ دینا چاہتے ہو۔ اللہ میاں کو بھی بہانا پھسلانا چاہتے ہو۔

۱۱ مصقلہ: صیقل، جس سے آئینے کو صاف، روشن کیا جاتا ہے۔

۱۲ تو! تائی، حجام۔ یعنی دل حجام کا آئینہ نہیں کہ کپڑا پھیرو اور صاف ہو جائے۔ دل کے آئینے پر صیقل ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے، اس کا ذکر کرنے سے۔

بر ساحلِ مقصود و بہ منزلِ نرسد کس تا آں کہ بہ شُبُعِیتِ اِکَلَوُا^{۱۳} نباشد
 با دَلِق^{۱۴} و بہ غَلْتاق^{۱۵} بہ منزلِ نرسد کس رہبر بہ خدا گدڑی و کھنڈر و ا^{۱۶} نباشد
 بے سود بود توبہ بہ شیمی و بہ پیری منظور چنین توبہ چھلوا^{۱۷} نباشد
 آراستہ گن ظاہر و پیراستہ باطن در خلوت^{۱۸} شہ اذن بہ لَعَبُوا^{۱۸} نباشد
 اے جعفر! اگر عقلِ معادت^{۱۹} نبود ہیچ
 از حُسنِ عملِ پیش تو یک پوآ نباشد

۱۳ اِکَلَوُا: اکیا۔ یعنی ساحلِ مقصود پر پہنچنے کے لیے کسی نہ کسی کا اتباع کرنا، اُس کی بات ماننا ضرور ہے۔

۱۴ دَلِق: گدڑی (فقیروں کا لباس)، موٹا لباس جو اکثر درویش پہنتے ہیں۔

۱۵ غَلْتاق: آرائش کے لیے گھوڑے کی پیٹھ پر ڈالنے کا ریشمی کپڑا: کھنڈی۔

۱۶ کھنڈر و ا: اس کی اصل ”کھنڈری“ ہے۔ کھنڈری: پیوند لگا کپڑا جسے اوڑھا جاسکے۔ گدڑی جس میں پیوند لگے ہوئے ہوں۔

۱۷ کئی نسخوں میں ”در حضرت شہ“ ہے۔ میں نے کلکتہ، لندن، رضا، ۲ کی مطابقت اختیار کی ہے۔

۱۸ مختلف نسخوں میں یہ لفظ مختلف منگوش شکلوں میں لکھا ہوا ملتا ہے: بہ بلغوا، بہ بالقوا، بالچلوا۔ رضا، ۲ میں ”چہلوا“ ہے [چہلا: مسخرا، بھانڈ، چہل باز]۔ ”چہلا“ سے ”چہلوا“ بنایا جاسکتا ہے۔ کلکتہ میں واضح طور پر ”لعبوا“ لکھا ہوا ہے۔ لغب: کھیل کود، سیر تماشا۔ ان دونوں لفظوں میں سے میں نے کلکتہ کے لعبوا کو محض قدامت کی بنا پر مرجح خیال کیا ہے۔ ”لعب“ سے ”لعبوا“ بخوبی بن سکتا ہے۔

۱۹ معاد: لوٹ کر جانے کی جگہ، واپس جانے کا مقام، جاے بازگشت۔ مجازاً: عالمِ آخرت، عقباً۔

مُجْرَدِ نَامَہ

سُنو اے مُجْرَدِ سَخْنِ وِیْمِ کَا دَہْرَمِ نِیْمِ کَا اور کُشَلِ کَہِیْمِ کَا
 اَگر زَن مَہا سُنْدَر اسْت وِ پَری وِبا و مَری ہے، وِبا و مَری
 مَکَن زَن، کَہ اَندوہ و در دِ سَر اسْت اَگر چہ بہ صَوْرَتِ پَری پِکِرا اسْت
 اَگر زَن پُر از چُوئیہ و چَنْدَن کِ اسْت بہ نَزْدِ خَرْدَمَنْدِ جالِ کُتْدَن اسْت
 مُجْرَد: شَہِنْشَاہِ مُلْکِ بَقا سْت مُجْرَد: دِلِ آگاہ و شِیرِ خِدا سْت
 مُجْرَد: بُوْدِ ہِچُو۔ دُرِ یَتِیْمِ مُجْرَد: بُوْدِ اَیْمَنِ از خَوْفِ وِ نِیْمِ
 فَلَکِ زِیْرِ پائے مُجْرَدِ بُوْد فَلَکِ دَر شِئائے مُجْرَدِ بُوْد

-
- ۱۔ بیدار، نعیم: در بیان مجردی۔ برلن، علوی: در بیان مجردی گوید۔ سہمی: وصف در مجردی۔ [باقی نسخوں میں "مُجْرَدِ نَامَہ"۔]
- ۲۔ ویم: پریم۔ [پریم کی قدیم صورت (اردو لغت)۔]
- ۳۔ اصل لفظ "نیم" کی بدلی ہوئی صورت۔ نیم: مقررہ اصول، قاعدہ۔ دہرم نیم: مقررہ مذہبی اصول، طریق کار۔
- ۴۔ کُشَلِ کَہِیْمِ: عمدگی، بہتری، صحت مندی۔
- ۵۔ مَری: پیٹھے (وغیرہ) کی وِبا۔
- ۶۔ چُوئیہ: ارگجا۔ خوش بودار اُٹھن۔
- ۷۔ چندان: صندل۔

نگہ دار خود را ز چودا چدی خصوصاً دریں دورِ بارہ صدی
 خمّش باش جعفر، کہ داری عیال!^۸
 مکن صبر، بگذر ازین قیل و قال

- ۸ بعض نسخوں میں ”گیارہ صدی“ ہے اور بعض میں ”بارہ صدی“۔ جعفر نے گیارہویں صدی کے نصفِ آخر اور بارہویں صدی کے ربعِ اول کا زمانہ پایا تھا، اس لحاظ سے دونوں درست ہو سکتے ہیں۔ قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ چونکہ پیش نظر خطی نسخوں میں سے کئی قدیم نسخوں میں ”بارہ صدی“ ہے، اس بنا پر اسی کو ترجیح دی گئی ہے۔
- ۹ اس شعر سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جعفر کی بیوی بھی تھی اور بچے بھی۔
- ۱۰ عربی میں ”عیال“ ہے۔ اُردو والے ”عیال“ کہتے ہیں اور اردو میں اسی طرح فصیح ہے۔

عشق نامہ

شہوتِ بے درنگ را عشق است چچہ چسک و تنگ را عشق است
 گر میتر شود زنِ فرج ثلثہ ہفت رنگ را عشق است
 بی بی ہند دل نمی خواہد داہ روم و فرنگ را عشق است
 کپر تو تا بکے وفا بکند آلت گہنہ لنگ را عشق است
 گر نباشد شرابِ انگوری قدح سبز بنگ را عشق است

۱ ادبیات: عشق نامہ جعفر۔ برلن، آزاد: در بیان شہوت گوید۔ علوی، بیدار، نعیم: قصیدہ عشقیہ در باب شہوت۔

۲ درنگ: دیر، تاخیر۔ بے درنگ: تاخیر کے بغیر، فوراً۔

۳ چچہ (چچا): گوشت کا اُبھرا ہوا ٹکڑا جو فرج کے دونوں پاکھوں کے بیچ میں ہوتا ہے: ثنا۔ [مطلق فرج کے معنی میں بھی بعض لوگوں نے استعمال کیا ہے، جیسے:

عادت پڑی ہوئی، تو طبیعت ہے ثانوی مٹ جاتی ہے بھڑک اگر چچا کھلا رہے

[کلیاتِ عربیوں، ص ۷، تحت "اسرار الفروج"]

مگر ثنا اور چچا کے درست معنی وہی ہیں جو لکھے گئے ہیں۔

۴ ثلثہ (ثلاثا) کے لیے دیکھیے "ہجو شاہ زادہ کام بخش" کا حاشیہ ۲۹۔ "ہجو عصمت النساء بیگم" کا حاشیہ ۶۔

۵ بیدار، رضا، ۲، لندن: بی بی ہندوی۔ علوی، محمدی، پٹنہ: بی بی ہندوئے۔ [آزاد، نعیم: بی بی

ہند]۔ دوسرے مصرعے میں دو نام آئے ہیں، اس مناسبت سے میں نے "بی بی ہند" کو ترجیح دی ہے۔

۶ سمبلی: مصروروم و فرنگ را۔ داہ: کنیز، لوٹھی [اردو لغت]۔

۷ آلت: (مردانہ) عضو تناسل: ذکر۔

وَرِّ نَبَاشِدِ تَنْبُورَهٗ بِنِ وَ رَبَابِ نغمہ ہائے مچنگ را عشق است
 شربتِ قند اگر بہم نرسد آبِ جمناء و گنگ را عشق است
 بودِ پاکئی و اسپ اگر خر مسکین دورنگ را عشق است
 گنج زر را بہ پشم خایہ شمر^{۱۲} مفلسانِ بھڑنگ^{۱۳} را عشق است
 می شود گنج، جنگ از تقلیب^{۱۴} گوشہ فقر تک را عشق است
 زعفران گر نمی شود موجود زرد چوب و پتنگ^{۱۵} را عشق است

۸ ور: اوراگر۔

۹ بیش تر نسخوں میں ”تنبورہ بن“ ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ نہ جاننے کے سبب سے ناقلین نے ہ کو واو بنا دیا۔ تنبورہ بن: بغیر پردوں اور طربوں کا ستار کی قسم کا چار یا چھ تاروں کا ساز، جو ایک تو بنے اور ڈانڈ پر مشتمل ہوتا ہے [فرہنگ اصطلاحات پیشہ وراں، جلد چہارم، ص ۱۵۲]۔ اصلاً ”تنبور“ ہے (بروزن مفعول)، اسی طرح تنبورا؛ مگر ”تنبور“ (بروزن فعول) بھی مستعمل رہا ہے (سند اردو لغت میں)۔ اس شعر میں بھی ”تنبور“ نظم ہوا ہے۔

۱۰ ”مچنگ“ مرچنگ کی مخفف صورت ہے۔ مرچنگ: ”ایک باجے کا نام، جسے منہ میں پکڑ کر انگلیوں سے بجاتے ہیں۔ فارسی میں اس کو ”بلبان“ یا ”چنگ دہن“..... کہتے ہیں۔ اس کا دستہ بائیں ہاتھ میں لے کر اور منہ سے مرچنگ لگا کر، اس کے تار پیچیدہ کو دائیں ہاتھ کی سبابہ (انگشت شہادت، انگوٹھے کے پاس والی انگلی) سے چھیڑتے ہیں اور منہ سے بہ آواز خفیف ڈاڑ ڈاڑ ڈاڑ کہتے جاتے ہیں“ (آصفیہ)۔

۱۱ بیدار، رضا، ۲، علوی: پاکئی نالکی و فیل چہ کار۔

۱۲ شمر دن، شمر دن: گنتا۔ شمر: اس کا فعل امر ہے: رکن، شمار کر۔

۱۳ بھڑنگ: سادہ، بے وقوف۔ بھڑ بھڑ یا۔ فضول خرچ، خرچیلہ، کھانے اڑانے والا۔

۱۴ الٹ پلٹ، تغیر و تبدل۔ جملے میں لفظوں کی ترتیب بدل دینا۔ الفاظ کی برعکس خواندگی، یعنی بائیں طرف سے دائیں طرف کو پڑھنا۔ ”گنج“ کو بائیں طرف سے پڑھا جائے تو ”جنگ“ بن جائے گا۔

۱۵ زرد چوب: ہلدی۔

۱۶ پتنگ: ایک قسم کی لکڑی، جسے پانی میں پکا کر سرخ رنگ نکالا جاتا ہے جو کپڑے رنگنے اور دواؤں کے بھی کام آتا ہے۔

زن کہ در خانہ جنگ جوئے بود سفرِ شہرِ سنگ^{۱۷} را عشق است
گر چھپر کھٹ نباشد اے جعفر!
چار پائی جھلنگ^{۱۸} را عشق است

۱۷ علوی، بیدار: شہرِ سنگ۔ بعض نسخوں میں ایک شعر یہ بھی ہے:
گر نباشد کلانوت و قوال یار یار او لنگ را عشق است
۱۸ جھلنگ: جھلنگا، ٹوٹی ٹائی چار پائی جس کے بان ٹوٹ ٹوٹ کر لنگ گئے ہوں، ہلو جھلو۔

در بیان دلاوری

من آل رستم وقت، رُوئیں تم
 گنم روزن اندر چپاتی بہ تیر
 گشتم گردن پشہ را در کمند
 پوشم اگر جوشن جنگ را
 بہ دہ ضرب بال گس برگنم
 اگر برزنم پنچہ در دال بھات
 بدوزم بہ رُح و سناں دودہ را
 دریں دور ثانی رستم منم
 بہ ہنگام خشم و ترژد، تلاش
 من آل شہ سوارم کہ روز نبرد
 کہ دہ پا پڑ از مُشتِ خود بشکنم
 بر آرم دمار از سر مورِ چہر
 مگس چند را من در آرم بہ بند
 ہزیمت دہم پتوے لنگ را
 قطارِ دو صد مور برہم زخم
 قند ہیبت و خوف در شش جہات
 شکام بہ چنگال فالودہ را
 بتاسا بہ گرزِ گراں بشکنم
 کنم غرق انگشت در دالِ ماش
 بر آرم بہ یک مُشت از پنبہ، گرد

- ۱ لندن: صد پا پڑ۔ بیدار، علوی، جمہلی: کہ دہ پا پڑ پختہ را بشکنم۔
- ۲ بیدار: گنم۔ نعیم:
- ۳ لندن کے سواباتی نسخوں میں: بہ صد حملہ۔
- ۴ بیدار، لندن، جمہلی: خوف من در جہات۔
- ۵ دودہ: روشنائی (سیاہی)۔ وہ رقیق مادہ جسے دھویں سے تیار کیا جاتا ہے اور جو سیاہی (روشنائی) بنانے میں کام آتا ہے۔
- ۶ نعیم کے سوا سب نسخوں میں "بتاسا" ہی ہے۔ نعیم: بتاشا۔
- ۷ لندن: بشکنم۔
- ۸ برکن، نعیم: تراشم بہ یک ضرب یک موے پشم۔ لندن: تراشم بہ دہ ضرب۔

چٹاں بگسایم رشتہ خام را
 من آنم کہ گر اسپ جولاں کنم
 چتر سازم از خنجر آیدار
 تہمتن منم، گر کشم تیغ کشم
 اگر بر کشم تیغ تدبیر را
 بہ قوت چٹانم کہ در چند سال
 بہ گوہ تصور زخم گر لگد
 من آن شہ سوارم کہ در وقت جنگ
 نہ آنم کہ بگریزم از گور خر
 کہ سازم نخل رسم و سام را
 چہل خانہ موش ویراں کنم
 بہ حلوا و بخرات در وقت کار
 تراشم بہ دو ضرب یک موئے کشم
 پیرم سر شیر تصویر را
 گنم ہر دور دندان فیل خیال
 ز بیخ و بنش بر کشم بے مدد
 بہ شلوار اقم ز ناموس و ننگ
 بہ گوزش گنم سینہ خود سپر

بہ نام و نشاں جعفر درد مند
 چو گوز خر آوازہ من بلند

۹ بہی، بیدار، علوی، لندن میں یہ شعر موجود نہیں۔ تقیم اور برکن میں موجود ہے۔ برکن اور تقیم
 میں اس شعر کے بعد یہ شعر بھی ہے:

من آن شہ سوارم کہ در وقت جنگ درخت کدورا برآرم بہ چنگ
 دونوں شعروں کا پہلا مصرع ایک ہی ہے، اس وجہ سے اسے شامل متن نہیں کیا گیا۔
 نوح: مختلف نسخوں میں اس نظم میں کچھ اور اشعار بھی ہیں، کسی میں دو، کسی میں تین اور کسی میں اس سے
 زیادہ۔ یہ اشعار دراصل ایک ہجو کے ہیں، جو کسی غلط فہمی کی وجہ سے اس نظم میں شامل ہو گئے
 ہیں۔ پہلا شعر یہ ہے:

اگر بشنود شوم آوازہ من کند نزع ز آوازہ دسازہ من
 یہ دراصل عبدالرحیم کی ہجو کے اشعار ہیں [جس کا ایک مصرع یہ ہے: تقیم است عبدالرحیم
 تقیم]۔ برکن واحد نسخہ ہے جس میں اس نظم میں یہ زائد اشعار شامل نہیں، اسی نسخے کی مطابقت
 اختیار کی گئی ہے۔ ”ہجو تقیم“ کے عنوان سے جو نظم اس کتاب میں شامل ہے، اس میں ان سب
 اشعار کو شامل کر لیا گیا ہے، جو کسی عبدالرحیم کی ہجو میں کہے گئے ہیں، جسے تقیم اور شوم کہا گیا ہے
 [اس نے غالباً مدح کا صلہ نہیں دیا ہوگا، یوں اس کو تقیم کہا گیا ہے اور یہ بھی کہ: سر ماسکاں بر
 سردار ہے]۔

فخریہ

آنم، اگر سپارہ چو انڈا برآورم فرزند در سہ ثلہ دو گنڈا برآورم
 در جنگ چوں پلنگ در آیم اگر بہ خشم بر روے خصم لنڈ تکھنڈا برآورم
 ترکش اگر بندم و گیرم کماں بہ دست در مار دھاڑ کپر چو ڈنڈا برآورم
 گر بادشاہ پنج ہزاری کند مرا از پشم و خایہ اردو و جھنڈا برآورم
 ہر جا کہ بادشاہ فرستد مرا بہ جنگ آں جا صدائے ٹنڈک و ٹنڈا برآورم
 جعفر ز ثلیم، من اگر نوکری کنم
 از بہر داغ اسپ سے لنڈا برآورم

۱ سپارہ، سپارا: سرڈ کر، عضو تناسل کا منہ، شروع کا حصہ۔

۲ ثلہ (ثلا، ثلا): دھکا۔

۳ بیدار: سہ گنڈا۔

۴ اردو: لشکر، فوج۔ چھاوٹی، لشکر گاہ۔ [جعفر نے از راہ تمسخر خایہ کو جھنڈا بنا لیا ہے اور پشموں کو لشکر گاہ کے مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ”خایہ“ کے معنی ہیں: ٹھسہ، فوطہ۔ بول چال میں اسے عضو تناسل کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے، لغت میں اس کی صراحت موجود ہے۔ جعفر نے اس شعر میں اسے جھنڈا کی نسبت سے عضو تناسل کے مفہوم میں نظم کیا ہے۔ کئی نسخوں میں ”زود دو جھنڈا برآورم“ ہے، مگر یہ ناقلمین کی پیدا کی ہوئی خرابی ہے۔ کلکتہ اور رضا ۲ میں ”اردو و جھنڈا“ ہے، اسی کی مطابقت اختیار کی گئی ہے۔

۵ بھیمی: صدائے ٹنڈک و بھنڈا۔ نعیم: صدائے بھنڈک و بھنڈا۔

۶ داغ: نشان، شاہی اصطبل کے گھوڑوں، غلاموں اور فوجی سپاہیوں وغیرہ کے لگائے جاتے تھے۔ از بہر داغ: سپاہی کے گھوڑے پر شناخت کا مقررہ نشان لگوانے کے لیے۔

حسبِ حالِ خود

نہ مرا جاہ و دولت است نہ چوڑا
 نہ مرا اسپ و نیلہ است نہ یوز
 نہ مرا فیل و اشترِ سرمست
 نہ مرا تیغ و تیرِ دشمن دوز
 نہ مرا چاکر و نفر، نہ غلام
 نہ مرا داہ و بی بیِ دل سوز
 شکر گویم کہ می رساند حق
 دال روئی سواد کی ہر روز
 جعفر! آگے اب ہے کیا کہنا
 فکرِ دنیا سے ہو نہ مکر آموز

- ۱ چوڑ: شکاری پرندے باز کا بچہ، جس کی عمر ایک سال کے اندر ہو، یا جس نے ابھی تک شکار نہ کیا ہو۔
- ۲ نیلہ: نیلے رنگ کا گھوڑا یا خچر (فرہنگِ فارسی)۔ اردو میں عموماً نیل گائے کے لیے آتا ہے۔
- ۳ یوز: مشہور شکاری جانور، جسے چیتا بھی کہتے ہیں۔ ہرنوں (وغیرہ) کے شکار کے لیے اس کو پالا جاتا تھا۔
- ۴ علوی، بھیمی: نہ مرا فیل ہست و اشتر مست۔
- ۵ داہ: کنیر، لونڈی (اردو لغت)۔
- ۶ رضا: دال روئی مع سواد۔
- ۷ ادبیات: آگے کیا تجھے کہنا۔ بعض نسخوں میں پہلا مصرع یوں ہے: یہ کرامات اور کیا کہنا۔ عجم: یہ کرامات اور کیا کہنا۔ لندن: یہ کرامت اب اور کیا کہنا۔ کئی نسخوں میں یہ چوتھا شعر ہے۔ علوی، بھیمی میں یہ ”جعفر! آگے اب“ کے ساتھ آخری شعر ہے۔ اسی کی مطابقت اختیار کی گئی ہے۔

در بیانِ توکل!

دلا! در مفلسی سب سے اکڑ رہے ہیں اور زر کا چیرا، پشم کر بوجھ
 بہ عالم بے کسی! سب سے اکڑ رہے ہیں پگ باندھ کر سب سے اکڑ رہے ہیں
 نہ کر خواہش تو جامہ بافتے کا کہیں دگلا پہرے سب سے اکڑ رہے ہیں
 اگر شلور نباشد، کس کو غم ہے! لنگوٹا کھینچ کر سب سے اکڑ رہے ہیں
 جو کچھ بھی ہاتھ لاگا، چپ چپا کر خوشی ہو، ڈنڈ کر، سب سے اکڑ رہے ہیں

اگر یہ بھی میسر جو نہ ہووے

اکیلا جوں الف سب سے اکڑ رہے ہیں

۱۔ بعض نسخوں میں ”در بیان قناعت“ :-، ادبیات، علوی: در بیان قناعت گوید۔

۲۔ چیرا: رنگین منقش پگڑی۔

۳۔ پگ: دستار، پگڑی۔

۴۔ بافتا: سوت، یارشم اور سوت کا ملواں بنا ہوا کپڑا۔ بافتا اصل میں معمولی استعمال کے موٹے قسم کے کپڑے کو کہتے تھے۔ بافتا سے کسی قدر بہتر قسم کا خاصا حمودی اور پنجم کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔

۵۔ دگلا: روئی دار انگرکھا، لبادہ۔

۶۔ پہرے: پہننا (کی قدیم صورت)۔

۷۔ رضا: لنگوٹی۔

۸۔ علوی، بیدار، بمبئی، ادبیات، پٹنہ: چھپ چھپا کر۔

سب نسخوں میں پہلا مصرع اسی طرح ہے: (اگر یہ بھی میٹر جو)۔ ”اگر“ اور ”جو“ کا آنا مکملتا ہے۔ میں نے یہاں قیاسی تصحیح سے کام نہیں لیا، یوں کہ کسی بھی نسخے میں ایسا کوئی اور لفظ نہیں جسے ”اگر“ یا ”جو“ کی جگہ رکھا جاسکے۔ یہ فرض کر لیا ہے کہ شاعر نے اسی طرح کہا ہوگا۔ دوسرے مصرعے میں بھی ایسی ہی ایک صورت سامنے آتی ہے۔ میرے سامنے جس قدر نسخے ہیں، سب میں ”جوں الف“ ہے۔ بہ ظاہر قافیے کے لحاظ سے یہاں کوئی ایسا لفظ ہونا چاہیے جس کے آخر میں رے ہو۔ مگر مشکل یہ ہے کہ پہلے شعر میں ”مفلسی“ اور ”بے کسی“ بہ طور قافیہ آئے ہیں، بعد کے اشعار میں کر، پھر، جیسے لفظ بہ طور قافیہ ملتے ہیں۔ اس وجہ سے میں نے اس مصرعے کے ”جوں الف“ میں کسی طرح کی تبدیلی کو مناسب نہیں سمجھا۔ اگر پہلے شعر کو درست مانا جائے (اور اُسے درست نہ ماننے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی) تو پھر اس شعر کو بھی درست مان لیا جائے گا۔ ”اکیلا جوں الف“ بہ لحاظ معنویت مکمل ہے اور بر محل۔

در احوال استغنا و بے پروائی خود گفتمے

ہزار شکر نہ چوکی نہ پہرہ دارم من
 نہ سارباں، نہ بہلباں، نہ پیلباں ہستم
 میان گدڑی خود می کنم اَلُولِ کَلُولِ
 غریب و بے کس و مسکین و بے نوا ہستم
 مرانہ اسپ و نہ شمشیر و جمد ہر است و سپر
 نہ پاکھڑا است و نہ چلقند، نہ بگتر و نہ سلاح
 نہ از یگانہ و بیگانہ بہرہ دارم من
 بہ ہر دو کثف نہ ڈولی چومہرہ دارم من
 برائے غسل نہ مستی تہیرہ دارم من
 نہ باغ و مملکت و چاہ گہرہ دارم من
 نہ مُشتِ اسپیں نہ قبضہ سنہرہ دارم من
 نہ دو تہی و نہ جامہ اکہرہ دارم من

۱ آزاد: در چوکی پہرہ گوید۔ کلکتہ: در بیان چوکی پہرہ گوید۔ [یہ عنوان بیدار سے ماخوذ ہے]۔

۲ فائدہ، نفع، حصہ۔

۳ کثف: شانہ، کندھا۔

۴ کبار، پاکی اٹھانے والا، کباروں کا انچارج۔

۵ اچھل کود، شوخی (مراد ہے: مستی، عیش۔ [اَلُول: جانوروں، خصوصاً گھوڑوں کی اچھل کود،

شرارت، شوخی۔ کبھی کبھار انسان کے لیے بھی آتا ہے]۔

۶ تہیرا، تہیرا: پانی گرم کرنے کا ٹھلیا نما ظرف۔ مسی: تانبے کا۔ تانبے کا بنا ہوا چھوٹا گھڑا نما ظرف،

جس میں گرم پانی، خاص کر نہانے کے مطلب کا گرم پانی رکھا جاتا تھا۔

۷ مملکت: بادشاہت، حکومت، ریاست۔

۸ غالباً بڑا پکا کنواں، بادلی۔

۹ دودھارا سیدھا خنجر۔

۱۰ پاکھر: زرہ کی مانند باریک کڑیوں دار لوہے کی پوشش جو جنگ میں حفاظت کے لیے (یا محض

آرائش کے لیے) گھوڑے، ہاتھی کو پہناتے تھے [امرا کے گھوڑوں پر زیب و زینت کے لیے

چاندی یا موتیوں کی پاکھر بھی لگائی جاتی تھی]۔

۱۱ چلقند: سپاہیوں کے پہننے کا موٹا جنگی لباس: چلتہ، جوشن، زرہ۔

نہ در نہ ڈیوڑھی و درباں، نہ اسم و رسم جہاں
 نہ زر نہ زیور و نقد و نہ کوٹھہ اجناس
 نہ چولہہ و نہ کڑاہی نہ ہانڈی و ڈوئی
 نہ شیشہ و نہ صراحی نہ ساقی و مے ناب
 نہ فکرِ دانہ و گاہ و نہ حرصِ لقمہ تر
 نہ گاو تکیہ نہ مسند، نہ مور چھل نہ رُمال
 نہ دھوپ^{۱۲} و بر چھمی و گپتی، نہ ترکش^{۱۳} و نہ کماں
 نہ ڈول و مشک و پکھال^{۱۴} و تہرہ دارم من
 نہ جشنِ عید نہ سیرِ دسہرہ دارم من
 نہ جھجھ^{۱۵} و نہ گھڑ و نچی^{۱۶} نہ بھڑہ^{۱۷} دارم من
 نہ بنگ و حنکہ^{۱۸} و کوٹڈی^{۱۹}، مظہرہ^{۲۰} دارم من
 نہ بیمِ حاسدِ فاسد، گدہرہ^{۲۱} دارم من
 نہ بنگلہ اونچا، نہ تخت و کٹہرہ دارم من
 نہ بانک^{۲۲} و دشنہ^{۲۳}، نہ خنجر سنہرہ دارم من

۱۲ بکتر: لوہے کے تاروں سے کڑیوں دار بنی ہوئی نیم آستین پوش جسے جنگ میں زرہ یا لبادے
 کے اوپر پہن لیتے تھے (اردو لغت)۔ مہین نے فرہنگِ فارسی میں لکھا ہے: ایک قسم کا جنگی
 لباس، جس میں لوہے کے چند ٹکڑے ہوتے ہیں جن کو باہم ملا کر، اُن پر زربفت یا نخل چڑھادی
 جاتی ہے۔ یہ تو گویا چار آئینہ ہوا، جس میں لوہے کے چار ٹکڑوں پر (دو آگے سینے پر، دو پیچھے)
 نخل چڑھادی جاتی تھی، اسے چار آئینہ (آہینہ) کہا جاتا تھا۔

۱۳ ہتھیار۔

۱۴ نعیم: دھوتی۔ بیدار: نہ دھوتی ٹوپی۔ لندن: نہ دھوتی و نہ جامہ انگر کھہ دارم من۔ [کلکتہ: دو تہی]۔
 بیدار: نہ اسپ داغ نہ دخط نہ چہرہ دارم من۔

۱۵ پکھال: چمڑے کے بنے ہوئے وہ تھیلے جن میں پانی بھر کر بیل یا بچر پر لادا جاتا ہے۔

۱۶ جھجھ: بڑی صراحی۔ مٹی کا بنا ہوا صراحی نما ظرف جس میں پانی رکھ کر ٹھنڈا کرتے ہیں۔

۱۷ لکڑی کی بنی ہوئی جس پر گھڑے رکھے جاتے تھے۔

۱۸ بھڑا: پانی کے گھڑوں کے منہ پر رکھنے کا ایک خاص وضع کا بنا ہوا سرپوش [عموماً مٹی کا ہوتا تھا]۔

۱۹ سونٹا، ڈنڈا۔ بھنگ گھونٹنے کا موصل نما چھوٹا سا ڈنڈا۔ ۲۰ مظہرہ، مظہرہ: آفتاب، لوٹا، چھاگل۔

۲۱ کوٹڈی: کوٹڈے کی وضع کا بنا ہوا چھوٹا برتن، عموماً مٹی کا جس میں بھنگ گھونٹی جاتی تھی۔

۲۲ ”گدیڑی“ کے معنی ہیں: بے وقوف عورت، پھوہڑ، بد سلیقہ۔ میرا خیال ہے کہ ”گدہرا“ اسی سے
 بنا لیا گیا ہے۔ معنی نامعقول، بُرا۔

۲۳ دھوپ: ایک قسم کی تلوار۔

۲۴ ترکش: تیروں کو رکھنے کا نلکی نما ظرف، جسے کمر پر لٹکایا جاتا تھا۔

۲۵ بانک: خم دار پتھری، جو نوک کے پاس میڑھی (خم دار) ہوتی تھی۔

نہ ہودج^{۲۷} و نہ عماری^{۲۸}، نہ میگ^{۲۹} ڈمبر و فیل
 نہ شوق^{۳۰} بی بی لوندی، نہ ذوق^{۳۱} کس، نہ جماع
 نہ ساختن^{۳۲} بہ ہوا و بہ حرص چوں سگ و موش
 نہ خوف^{۳۳} فاقہ و فقر و نہ میل^{۳۴} مال و منال
 نہ مفلس^{۳۵} و نہ کڑوڑی، نہ چاکرم نہ غلام
 نہ شحہ^{۳۶} ام نہ مقدم^{۳۷}، نہ چودھری^{۳۸} ہستم
 نہ اسپ تازی^{۳۹} و زین^{۴۰} رُپہرہ دارم من
 نہ میل^{۴۱} باغ و تماشاے و ہرہ دارم من
 نہ تاختن^{۴۲} چو گلہری گلہرہ دارم من
 نہ تنگ^{۴۳} و تو بڑہ، ہنتھی، کھریرہ^{۴۴} دارم من
 نہ سگ نہ چیتا نہ آہو، گلہرہ دارم من
 نہ ملک و مال نہ ویر و نہ ڈیرہ دارم من
 غریب^{۴۵} و عاجز و مسکین ز ثلی ام جعفر!
 ہزار شکر، نہ زور و نہ زہرہ^{۴۶} دارم من

- ۲۶ دشنہ: قصابوں کی چھری کی طرح کا اوزار۔ کٹار۔ خنجر۔
 ۲۷ ہودج: ”ہودا“ کا اسم تصغیر۔ ہودا: عربی لفظ ”حوضہ“ (بہ معنی حوض) کا اردو تلفظ۔ پلنگ نما چوکھٹا، جو سواریوں کے لیے ہاتھی کی کمر پر باندھا جائے۔ یہ عموماً گہوارے (پالنے) کی شکل کا ہوتا ہے۔ اس پر سایے کے لیے چھتری یا کوئی آڑ نہیں ہوتی: گھلی ہوئی بغیر چھتری کی عماری۔
 ۲۸ عماری: ہاتھی کی کمر پر باندھنے کا چھتری دار ہودا، جس کی چھتری برج نما ہوتی ہے۔ [”ہودج“ اونٹ کے گجاوے کے لیے بھی آتا ہے]۔
 ۲۹ میگ ڈمبر: رتھ نما شاہانہ عماری جو ہاتھی کی کمر پر باندھی جاتی تھی۔ اس کی دو برجیاں آگے پیچھے ہوتی تھیں۔ اس میں بادشاہ یا راجہ بیٹھتا تھا۔
 ۳۰ عربی گھوڑا۔
 ۳۱ یہ شعر کلکتہ میں موجود نہیں۔
 ۳۲ تاختن: دوڑنا۔ [بعض نسخوں میں ”باختن“ ہے۔ باختن: کھیلنا]۔
 ۳۳ لندن: نہ خوف فاقہ کشی و نہ فقر و مال و منال
 ۳۴ میل: رغبت، خواہش۔
 ۳۵ تنگ و تو بڑا: (گھوڑے کی) زین کسنے کا تسمہ، اور (گھوڑے کو) دانہ کھلانے کا تھیلا۔ [تو بڑا: ٹاٹ یا چمڑے کا تھیلا، جس میں دانہ بھر کر گھوڑے، خنجر کے منہ پر چڑھا دیا جاتا ہے۔ تنگ: زین کسنے کا تسمہ]۔

۳۶ کھریرا: گھوڑے کے بدن (جلد) کی مٹی صاف کرنے کا لوہے کا بنا ہوا جانوا، گھوڑے کی جلد کا
میل، مٹی صاف کرنے کے لیے اسے جانویں کی طرح گھوڑے کے بدن پر رگڑا جاتا ہے۔ مٹی
گھوڑے کی جلد صاف کرنے کا برش۔ دستی موٹھ، یعنی ہتھیلیوں سے ملائی۔

۳۷ ادبیات: نہ ابلہ ام نہ کروری۔

۳۸ ٹخنہ، ٹخنہ: کوتوال، شہر کا محافظ۔

۳۹ مُقَدَّم: گانو کا مکھیا، نمبردار۔

۴۰ برلن، رضا، کلکتہ، لندن: نہ چوتھ پٹواری۔ بمبئی: نہ بھڑوا پٹواری۔

۴۱ پٹنہ: بہ کج گاہ عبادت نشستہ ام جعفر۔ بیدار: غریب و عاجز و مسکین و بے نوا ہستم۔

۴۲ زہرہ: حوصلہ، ہمت، دلیری، جرات۔ پٹنہ: نے کبروز ہرہ دارم من۔

قناعت نامہ

جعفر! بہ بوستانِ جہاں دمِ غنیمت است
چون دالِ روئی آمدہ فرمانِ کردگار
در خانہ کہ صورتِ زنِ جنگ جو بود
گر بے سُروڈِ مجلسِ شادی بہم رسد
حلو! اگر بہ منتِ دُناں رسد بہ دست
گر جشنِ ہر دو عید نہ باشد ترا نصیب
قالین و سوزنی نہ بود گر مُیترت
شادی نصیب گر نہ شود، غمِ غنیمت است
گر بیش تر بہم نہ رسد، کمِ غنیمت است
زاں خانہ محنتِ سفر و رمِ غنیمت است
براہلِ دردزاں صفِ ماتمِ غنیمت است
نزدیکِ اہلِ غیرتِ ازاں سمِ غنیمت است
زاں گریہ ہائے ماہِ محترمِ غنیمت است
پارہ نہ، گہنہ بستر و جاہمِ غنیمت است

- ۱۔ علوی، بہیمی: قصیدہ دیگر در قناعت و غنیمت شمردنِ زندگی۔ لندن ۲: قناعت نامہ گوید۔ برلن: در بیان غنیمت نامہ۔ نعیم: غنیمت نامہ۔ بیدار: قصیدہ در قناعت و غنیمت شمردنِ زندگی۔ رضا: در بیان قناعت بر قسمت۔
- ۲۔ رضا، ۲، برلن، لندن: نہ بود ۳ لندن ۲، ۱: چون کز دفر آمدہ فرمانِ کردگار۔
- ۳۔ سب نسخوں میں ”صورت“ ہے۔ بہ ظاہر یہ لفظ یہاں کچھ بے محل معلوم ہوتا ہے۔ میں یہ طے نہیں کر سکا کہ اصلاً یہاں کوئی اور لفظ تھا، یا یہی لفظ تھا؛ اس وجہ سے میں نے اسی لفظ کو برقرار رکھنا مناسب خیال کیا ہے۔
- ۵۔ محنت: دُکھ، تکلیف، مشقت۔
- ۶۔ علوی، بیدار، بہیمی: بے سرور۔ سُروڈ: نغمہ، گانا بجانا۔
- ۷۔ بہیمی، علوی، بیدار: مرا نصیب۔ لندن ۲، ۱: نصیب تو۔
- ۸۔ نعیم: نہ شود۔ لندن ۲، ۱: نصیب تو۔
- ۹۔ ”بسترِ جاہم“ بھی کہا جاسکتا ہے۔ میں نے (بعض نسخوں کے مطابق) ”بستر و جاہم“ کو یوں ترجیح دی ہے کہ پہلے مصرعے میں قالین اور سوزنی، دو لفظ آئے ہیں، یوں تناسبِ بیان کے لحاظ سے ”بستر و جاہم“ کو بہتر کہا جاسکتا ہے۔

گر اتفاق دیدن دُرِّ یتیم نیست
 گر شیوہ گدائی و خواری طلب گنی
 از اہل دہر کلفت اگر می رسد ترا
 دو پیازہ و کباب نہ باشد اگر ترا
 تربوز و خربزہ نہ رسد گر ترا بہ دست
 بروقت اگر بہ دست نیاید کس نفیس
 گر بکرتنگ چچہ نہ یابی دریں جہاں
 امساک نیم پاس نہ باشد اگر ترا
 آواز شیپورہ نہ رسد گر بہ گوش تو
 نظارہ سوے دانہ شبنم غنیمت است
 پس نوکری شاہ معظم غنیمت است
 یک سونشیں، کہ گوشہ عالم غنیمت است
 زان ساگ خام و بھجیہ شلغم غنیمت است
 یک سبز پھانک کھیرہ بالم غنیمت است
 آل گندہ کون خواجہ محرم غنیمت است
 یک بھوسری فراخ و بے ہنگم غنیمت است
 دہ چست ثلہ، دھلہ پیہم غنیمت است
 آواز بول بیگم و خانم غنیمت است

- ۱۰ دُرِّ یتیم: وہ بڑا موتی جو سپی میں اکیلا پایا جاتا ہے اور زیادہ آب دار اور قیمتی ہوتا ہے۔
 ۱۱ محمد معظم بہادر شاہ، اورنگ زیب عالم گیر کا دوسرا بیٹا، جو اورنگ زیب کے بعد بادشاہ ہوا تھا۔
 ۱۲ بہمنی، علوی، بیدار، نعیم، برلن، لندن: اہل درد۔
 ۱۳ لندن: ترانصیب۔ برلن: نصیب تو۔
 ۱۴ برلن: آل ساگ نیم پختہ و شلغم۔ رضا: آل ساگ خام پختہ شلغم۔ رضا: آل ساگ خام و پختہ شلغم۔ لندن: آل ساگ خام پختہ و شلغم۔
 ۱۵ رضا، علوی، نعیم، بہمنی، بیدار: نہ بود گر میسرت۔
 ۱۶ بالم کھیرا: ایک قسم کا کھیرا جو عام کھیرے سے موٹا، لمبا، بہت ملائم اور شیریں ہوتا ہے۔
 ۱۷ بہمنی، نعیم، علوی، بیدار، رضا: ہر وقت۔
 ۱۸ ”خواجہ“ کے ایک معنی ”ہجرا“ بھی ہیں (جس کے ٹھہرے نکلوا دیے گئے ہوں: فرہنگ فارسی)۔ یہاں ”خواجہ“ اسی معنی میں آیا ہے۔ لندن ۲، ۱، رضا ۲، ۱: خوجہ۔
 ۱۹ بکر: دوشیزہ، گنوا ری۔ چچہ (چچا): گوشت کا اُبھرا ہوا ٹکڑا جو عورت کی فرج کے دونوں پاکوں کے بیچ میں ہوتا ہے: ثنا۔
 ۲۰ رضا ۲، ۱، لندن ۲، ۱: دہ چست دھلہ ثلہ پیہم۔
 ۲۱ شیپور: نفیری، شہنائی، بگل، قرنا۔ بیدار، علوی، نعیم اور بہمنی میں ”شیوہ“ ہے۔ شیوہ بہ ظاہر کوئی لفظ نہیں۔ میں نے یہ فرض کر لیا ہے کہ یہ ”شیپور“ کی بگڑی ہوئی شکل ہے جو نقل در نقل کے نتیجے میں نمایاں ہوئی ہے۔ باقی نسخوں میں یہ شعر شامل نہیں۔

۲۲ گر اسپ جلد و خوب نہ باشد بہ کار تو یک خچر و گدھیڑی ۲۲ پالم غنیمت است
 کنو اب نرم و نقرہ اگر نیست روزیت در گنج خون پوشش کھس ۲۵ ہم غنیمت است
 اکنوں کہ بوے مہر و وفادر جہاں نہ باند افلاک و خاک در ہم و بر ہم غنیمت است
 جعفر! بیا، بہ گنج قناعت نشیں بہ صبر
 تاکے ۲۶ بگوئی: ایں ہم و آں ہم غنیمت است

- ۲۲ اسے "بول" بھی پڑھ سکتے ہیں اور "بول" (بہ معنی پیشاب) بھی کہہ سکتے ہیں۔ شعر میں گنجائش دونوں کی ہے معنوی مناسبت سے۔ یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔
- ۲۳ پیش تر نسخوں میں "اسپک صفا" اور "اسپ گہ صفا" ہے۔ "اسپک" مٹی یا لکڑی کے اُس گھوڑے کو کہتے ہیں جو بچوں کے کھیلنے کے کام آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں صورتیں معنوی مناسبت کے لحاظ سے یہاں بے محل معلوم ہوتی ہیں اور "اسپک" کا بھی کوئی محل نہیں۔ برلن میں "گر اسپ جلد و خوب نباشد روزگار" ہے اور لندن میں مصرع یوں ہے: گر اسپ گہ صفا نبود روزگار تو۔ میں نے "اسپ جلد و خوب" کے ساتھ "نباشد روزگار" کو "نہ باشد بہ کار تو" مان لیا ہے کہ اس طرح مصرع پوری طرح با معنی ہو جاتا ہے اور وزن کے لحاظ سے بھی درست ہے۔ "جلد" کے معنی "تیز رفتار" بھی ہیں اور یہ گھوڑے کی صفت کے طور پر مستعمل رہا ہے، یہی معنی یہاں مراد ہیں۔
- ۲۴ برلن: یک خچر گدھری و بیدم۔ نعیم: یک خچر گدھیڑی بیدم۔ بیدار، رضا، ۲، علوی، لندن: یک خچر گدھری پالم۔ سمبلی: یک خچر گدھری پالم۔ "گدھڑا" گدھے کے معنی میں لغت میں موجود ہے (اردو لغت)۔ "گدھڑے چڑھوانا" گدھے پر چڑھانا کے معنی میں بھی پایا جاتا ہے (ایضاً)۔ اس لحاظ سے میں نے یہ مان لیا ہے کہ اس مصرعے میں "گدھیڑی پالم" سے مراد دہلی کے علاقہ پالم میں موجود گدھے کی کسی خاص قسم سے ہوگا۔ مطلب یہ ہوگا کہ لہٹھا اور تیز رفتار گھوڑا نہ مل سکے تو خچر اور گدھیڑی پالم بھی غنیمت ہیں۔
- ۲۵ کھس: کھس، یہ ایک خاص وضع کا موٹا کپڑا ہوتا ہے جو اوڑھنے اور بچھانے کے کام آتا ہے: دو سوتی چادر۔
- ۲۶ سب نسخوں میں "تاکے کنی" ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بگڑی ہوئی شکل ہے "تاکے بگوئی" کی۔

جو بن نامہ

دَرِیغًا کہ جو بن چلا رُوں کر اَلتے تَلتے کا گھر مُوں کر
گیا جو بنا، اب کہاں پائیے اگر کانورؤ ویس بھی جائیے

۱۔ علوی، محمدی، نعیم: درصفت تنزل حسن و جو بن۔

یہاں اس طرف توجہ دلانا بے محل نہ ہوگا کہ جعفر نے فصحاے دہلی کے استعمال کے مطابق ”جو بن“ کو حسن و شباب کے معنی میں نظم کیا ہے۔ اساتذہ لکھنؤ نے اسے پستاں کے معنی میں بھی نظم کیا ہے، مثلاً:

آنکھیں دکھلاتے ہو، جو بن تو دکھاؤ وہ الگ باندھ کے رکھتا ہے جو مال لیتا ہے
[امیر مینائی: صنم خانہ عشق، ص ۲۷۷]

امیر ہی کا شعر ہے:

کہتے ہیں آئے جوانی تو یہ چوری لکچے میرے جو بن کو لڑکپن نے چُرار کھا ہے
(رض ۲۲۵)

اس سلسلے میں داغ کے ایک خط کا اقتباس پیش کرنا افادیت سے خالی نہ ہوگا۔ ناطق گلاؤ ٹھوی کے نام خط میں داغ نے لکھا ہے:

”لفظ جو بن کے متعلق میں پھر یہی کہتا ہوں کہ اس کا استعمال بہ معنی پستاں اہل لکھنؤ کا اختراع ہے۔ دہلی والے اس معنی میں نہیں بولتے۔ دہلی کے استعمال میں یہ لفظ ضرور ہے، مگر اس طرح:

عجب جو بن برستا ہے، کسی سے جب وہ لڑتے ہیں ادا میں بھی بلا میں نکتی ہیں، جب وہ بگڑتے ہیں“
(انشاے داغ، ص ۱۲۲)

۲۔ دَرِیغ اور دَرِیغ، دونوں طرح درست ہے [فرہنگ فارسی]۔

۳۔ رُوں کر: روٹھ کر [رُوں: روٹھنا (پلیس)]۔

۴۔ مُوں کر: لوٹ کر [مُوں: چُرانا، لُوٹنا، دھوکا دے کر لینا (آصفیہ)]۔

۵۔ مِی، لندن، برکن: پھر۔

۶۔ کانورو، کام روپ کی دوسری صورت ہے۔ یہ شہر ریاست آسام میں ہے۔ یہ علاقہ جادو کے لیے مشہور رہا ہے اور ”جادوے بنگال“ کی رعایت سے اسے بھی بنگال کا علاقہ سمجھا گیا ہے۔

ارے ہائے جو بن چلا جائے رے! چہ چارہ کنم ہائے رے ہائے رے!
 نہ تھا ماتھے اب نہ راکھا رکھے نہ آونٹے یہ پھر کے کسی کے کہے
 اسے پھیڑ کیوں کر منا کر رکھوں جوانی گئی، کیا رجھا کر رکھوں
 نہ جاتے جوانی و جو بن، و لے بڑھاپے کے ہاتھوں سستی ڈر چلے
 چو دیدم کہ جو بن چلا در پروں^{۱۳} دویدم پیش^{۱۴} کھیسروں کھیسروں^{۱۵}

نور اللغات کے ایک اندراج سے اس کا بہ خوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے: ”کانورو، بنگال کے ایک

مقام کا نام ہے، جہاں کا سحر مشہور ہے۔

کیا غضب ہے ایک ہی الجھر سے مارا قدر کو سیکھ آئی کانورو سے اے پری جادو نگاہ“
 جعفر کا مطلب یہ ہے کہ اب کانورو دیس کا جادو بھی اُسے واپس نہیں لاسکتا۔ میری معلومات کی
 حد تک شمالی ہند کی شاعری میں اس لفظ کے استعمال کی یہ قدیم ترین مثال ہے۔

بہمنی: یونہی نہیں ہائے۔ ۸ بہمنی: تھے ہے۔

یہاں ”راکھا رہے“ بھی ہو سکتا ہے اور بہ ظاہر یہی بہتر معلوم ہوتا ہے؛ مگر اس وجہ سے کہ سب
 نسخوں میں ”رکھے“ ہی ہے اور یوں بھی کہ ”تھاماتھے“ کے تقابل میں ”راکھا رکھے“ مرخ معلوم
 ہوتا ہے، اس بنا پر اسی کو برقرار رکھا گیا۔

بہمنی: نہ آوے وہ پھر بھی۔ لندن: نہ آوے گا پھر پھر کسی کے کہے۔

لندن: پھیر میں۔ [پھیر، پھر کی قدیم صورت]۔

بہمنی: چھپا کر۔ ۱۳ سستی: سے۔ لندن: ہاتھوں سے ڈر کر۔

۱۴ سب نسخوں میں یہی ہے۔ ”دربروں“ شاعر نے (غالباً) دروازے سے باہر کے معنوں میں لکھا

ہے [دَر: دروازہ۔ بروں: باہر]۔ ”بروں“ اور ”بروں“ دونوں طرح درست ہے (فرہنگ فارسی)۔

”بروں“ کی ایک صورت ”بیروں“ بھی ہے اور اس لحاظ سے بہ کسر اول کو مرخ کہہ سکتے ہیں۔

۱۵ پیش: اُس کے پیچھے۔

۱۶ مختلف نسخوں میں اس لفظ کو ناقلوں نے (غالباً صحیح طور پر نہ پڑھنے جانے کی وجہ سے) عجیب

عجیب طرح لکھا ہے [مثلاً نعیم میں ”گھسریوں گھسریوں“ ہے]۔ میں نے اسے قیاساً

”کھیسروں“ متعین کیا ہے۔ ”کھیس“ اور ”کھیس نکالنا“ لغات میں موجود ہے [فیلین اور

پلیس کے لغات]۔ اسی طرح ”کھیس نکالنا“ [کھیانی ہنسی، چڑاونی ہنسی اور خوشامدانہ انداز

کے مفہوم میں] مستعمل ہے۔ میں نے یہ فرض کر لیا ہے کہ جعفر نے اپنے خاص انداز میں

”خوشامدانہ“ کے معنی میں اسے تراشا ہے۔ ہاں اس کی ایک صورت ”کھیسروں“ بھی ہو سکتی ہے۔

فغاں کردم از بے کسی ہائے خویش
 کہ اے جو بن! از من جدائی مکن
 مرا با تو ہر دم محبت، پیار
 چنگ، چینگ و چت لگن ہم توئی
 چرا می روی، باش دن چار اور
 جوایم نکو داد جو بن صریح
 کہ بودم رفیق جوانی تو
 مرا بے جوانی بہ تو کار نیست
 ز جو بن شنیدم چو زینساں جواب
 بنالیدم^{۱۸} از ناتوانی خویش
 بگفتم کہ اے یارِ جانی من!
 مرا عشق و ابلیل پن از تو بود،
 طفیل تو بود آں اول^{۱۹} و ترنگ

بنالیدم از بے کسی ہائے خویش
 چو مہ پیکراں بے وفائی مکن
 وگرنہ رگ و پوست دارم چہ کار
 سخن، نش کرن، من ہرن ہم توئی
 مزلت پٹے بھانت^{۲۰}، ستانہ طور
 بہ حرفِ بلج و بہ لفظِ فصیح
 نہ ہم خوابہ^{۲۱} و یارِ جانی تو
 برے وقت کا ہیچ کس یار نیست
 رسیدم بہ پیشِ جوانی شباب
 ز ضعفِ دل و جاں گرانی خویش
 توئی مایہ شادمانی من
 شب و روز اٹھیل پن از تو بود
 بہ میل تو بود آں گلؤل^{۲۲} و چھلنگ

- ۱۷ نعیم: مرا با تو ہر جا بہت ہست کار۔ نعیم، لندن: ویکن رگ و پوست۔
 ۱۸ چنگ: چنگ دمک، روشنی، سُرخ، شوخی۔ چینگ: شوق، دُمن، لگن، خیال۔ چت لگن:
 دل بھانے والا، دل رُبا۔
 ۱۹ ز بس شمعِ ایں انجمن ہم توئی۔ من ہرن: دل رُبا، دل چھین لے جانے والا۔
 ۲۰ لٹ پٹا: جھومتا ہوا، البیلا، رنگیلا۔ بھانت: ڈول، ڈھب، انداز، طرح (آصفیہ)۔ لٹ پٹے
 بھانت: البیلوں کی طرح جھومتا ہوا۔
 ۲۱ ہم خوابہ: ایک بستر پر ساتھ سونے والی (بیوی)۔ مہین نے فرہنگِ فارسی میں لکھا ہے کہ یہ لفظ
 پیش تر غیر شرعی اور غیر قانونی ہم بستر خواتین کے لیے استعمال میں آتا ہے۔
 ۲۲ ہمیں: بیاں کردم از ناکیہائے خویش۔
 ۲۳ اول: شوخی، شرارت، اُچھل کود۔
 ۲۴ گلؤل: خوشی، احساسِ مسرت۔ چھلنگ: چھلانگ۔

ز تو داشتَم لذتِ پنج چیز^{۲۵} بہ ہر حرکت^{۲۶} و جرگہ بودم عزیز
 چرا ایکل^{۲۸} می گذاری مرا بہ دستِ جفا می سپاری مرا
 جوانی چو از من شنید این بیاں نگو گفت در گوشِ ہوشم نہاں
 توئی میزبان و منم میہماں ارے گلبرے^{۲۹}! عقل تیری کہاں!
 ندانی کہ مہماں نگیرد قرار بجز ایک شب یا دینا دوے چار^{۳۰}
 برو صبر کن، با بڑھاپا باز ازیں پس بہ غفلت مکن پادراز
 بڑھاپا بود مغفرت خواہ تو رود تا لبِ گور ہمراہ تو
 ازو ہم شنیدم چو زینساں جواب خدمِ محو در بحرِ غم چوں حباب
 بیا جعفر! الحال یکسو نشین مکن بیکاہٹ، مشو دل حزین
 جوانی و جو بن پڑو بھاڑ میں ہے آخر ٹھکانا اسی غار میں
 شب و روز در فکرِ آں غار باش عبادتِ کن و با خدا یار باش
 مرنجاں سرِ مو دلِ پیچ کس
 کہ مغزِ عبادت ہمین است و بس

- ۲۵ ”پنج چیز“ سے جعفر کی مراد غالباً حواسِ خمسہ سے ہے [پانچ حواس: سُننا، دیکھنا، چکھنا، سونگھنا، چھونا]۔
 اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اگلی نظم ”در صفتِ پیری“ میں بھی یہ بات کہی گئی ہے۔
 ۲۶ لندن ۲۰۱: بہر چیز کز جاں ندارم عزیز۔
 ۲۷ دو نسخوں (لندن ۲۰۱) کے سوا اور سب نسخوں میں ”حرکت“ ہے۔ حرکت کے ایک معنی ”سرگرمی، عمل، آمدورفت“ بھی ہیں (اردو لغت) اور غالباً یہی معنی مراد ہیں — جرگہ: گروہ، قبیلہ، آدمیوں کا حلقہ باندھ کر بیٹھنا (ایضاً)۔
 ۲۸ ایکل: اکیلا [یہ لفظ کربل کتھا میں بھی آیا ہے: ”تمام لشکر دوڑا اور اس امامِ مظلوم ایکلے کو درمیان لیا“ (ص ۲۰۴) بہ حوالہ اردو لغت]۔
 ۲۹ کلسرا: کالے سرکا، جوان آدمی۔ بہ طور طنز اور برائے تعریض بھی یہ لفظ استعمال میں آتا ہے۔ آصفیہ میں اس لفظ کے تحت نصیر کا یہ شعر بھی درج کیا گیا ہے: سر نہیں دیتی اٹھانے شیخ کوریشِ دراز: ہے وبالِ اس کلسرے کو اپنے پنچھالے کی جھونک۔ جعفر نے یہاں اسی رعایت سے اس لفظ کو نظم کیا ہے۔ ۳۰ بمبئی: یاد روز و چہار۔

بڑھاپا نامہ

دریغاً کز چہل بگذشت سالم بجا باشد ازین غم گر بنالم
 کری اب دھول راجہ نے چڑھائی مٹی اب شیا مٹھا کر کی دُہائی
 چلے ہیں شیا مٹھا کر چھوڑ کر گھر اکیلے، دھول راجہ سیتی ڈر کر

۱ برلن: در بیان عمر گوید۔ نعیم: در صفت پیری۔ محمدی: در صفت پیری گفتہ۔ بہمنی: مثنوی میر جعفر۔
 لندن میں کوئی عنوان نہیں۔ [لندن ۲ میں بوڈھاپا نامہ]۔ جعفر کی کئی نظمیں تمثیلی نظموں کے ذیل
 میں آتی ہیں، یہ عمدہ نظم بھی انھی میں شامل ہے۔

۲ بہمنی میں آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:
 بہ نام مالک کلن الملوک اب رقم کرتا ہوں اشعار سلوک اب
 یہ شعر کسی اور نسخے میں نہیں۔ میری رائے میں یہ کسی ناقل یا مصتحح کا اضافہ ہے۔ دریغ، دریغ:
 افسوس۔

۳ برلن، بہمنی: از۔

۴ دیکھیے: حاشیہ نمبر ۷۔

۵ نعیم: ہوئی اب۔ باقی سب نسخوں میں ”مٹی اب“ ہے۔ ”دُہائی“ کے معنی ”اعلان، حکم، منادی“
 بھی ہیں۔ اردو لغت میں بے نظیر شاہ کا یہ شعر سندا لکھا گیا ہے:

خدایا! تری ناخدائی رہے دو عالم میں اُس کی دُہائی رہے
 جعفر کے اس شعر میں ”دُہائی مٹی“ اسی مفہوم میں آیا ہے، یعنی اُس کی حکومت کا اعلان ختم ہو گیا،
 اُس کا حکم ختم ہو گیا۔ شیا مٹھا کر (جوانی) کی حکومت ختم ہو گئی۔ جوانی کو ”شیا مٹھا کر“ سیاہ بالوں کی
 وجہ سے کہا گیا ہے۔ شیا م: سانولا، طبع، سیاہ۔

۶ نعیم: چور کر کر [میرا خیال ہے کہ یہ ”چھوڑ کر گھر“ کی مسخ شدہ صورت ہے]۔ محمدی، علوی: اب
 ڈر کر۔ لندن ۲، ۱: مٹھا کر جی ڈر کر۔ بہمنی: شیا مٹھا کر جیو کر کر۔ لندن ۱: راجہ جی سے ڈر کر۔
 بہمنی: راجہ جیو سے ڈر کر۔

اب آیا دھولے راجہ دے نقارا لگا جو بن نگر لٹنے ہمارا
 لیا سب گھیر دریا، روپے کھیڑا کیا جو بن نگر میں آ کے ڈیرا
 بصارت خاں کہ مردِ دور ہیں بود دریں جو بن نگر صاحب یقیں بود
 لٹا ہو کر لگا مغلوب ہونے ادھر ادھر سے بیٹھا ایک گونے
 طبیبؑ زد میرِ سُستی بے بزم و زپر رواں شد ساکنِ دیرینہ بلبیر
 رواں شد لامسہؑ جاں در پئے تل بہ مرزا ہاضمہ افتاد ہل چل
 بہ آغا پھرت گفتہ ثرتؑ بائی کہ راجہ دھول نے دھومس مچائی
 چلے ہیں بھاگ سب، تو بھی ڈگر چل مہا جو بن نگر میں سکھؑ کو دھر چل

۷ دھول: سفید [دھولا: صاف، چمک دار، سفید رنگ کا۔ مجازاً: سفید بال۔ دھولے آجانا: سفید بال
 نکلنے شروع ہو جانا]۔ جعفر نے ”دھول راجہ“ بڑھاپے کو کہا ہے (سفید بالوں کی نسبت سے)۔
 برلن، بمبئی، نعیم: اب آئے دھول راجہ۔

۸ علوی، محمدی: لیا اب گھیر کے جب روپ سارا۔ بمبئی: روپ گھیر۔ ”کھیڑا: چھوٹا گانو، چھوٹی بستی
“۔ ”کھیڑا“ کے کئی معنی ہیں، اس شعر میں یہ انہی معنوں میں آیا ہے۔

۹ لندن ۲۱: کہتا ہو کر۔ برلن: نصب مرکز۔ [نعیم، رضا، ۲، علوی، محمدی: لٹا ہو کر]۔ بمبئی میں یہ شعر
 موجود نہیں۔ لٹا: ڈبلا، لاغر، نحیف و زار (آصفیہ)۔ لٹا ہو کر: کم زور ہو کر۔

۱۰ اصلاً ”طبل“ ہے، مگر ”طبل“ بھی پرانی اردو میں ملتا ہے (اسنادِ اردو لغت میں)۔

۱۱ لامسہ جان، مراد ہے قوتِ لامسہ: چھونے کی طاقت، کسی چیز کو چھو کر معلوم کرنے کی طاقت۔
 [نمس: چھوٹا]۔ بعض نسخوں میں ”لامسہ خاں“ اور بعض میں ”لامسہ جاں“۔ ”لامسہ“ مونث ہے،
 اس نسبت سے میں نے ”جاں“ کو ترجیح دی ہے۔ تل: ٹیلا، کھنڈرات کا ڈھیر، اونچی سطح والی
 زمین۔

۱۲ بیش تر نسخوں میں ”سرت“ ہے؛ مگر ”ترت پھرت“ آتا ہے اور یہ کہ ”سرت“ جس کے معنی ہیں:
 ”عقل، شعور، دھیان، سوجھ بوجھ“، اُس کا یہاں محل نہیں اور یوں بھی کہ مدر کہ کا بیان اس کے بعد
 آیا ہے: ان وجوہ سے میں نے یہاں ”ترت“ کو مرجح مانا ہے۔

۱۳ لندن ۲: تو بھی تو گھر چل۔ بمبئی: چلا اب میں شک تو بھی ڈگر چل۔

۱۴ بمبئی، نعیم: سوگ دھر چل۔

بہ بی بی چستی آمد این خبر زود بہ دست و پاش ہول و رعشہ افزود
 بہ شحہ سامعہ چوں این خبر ہد پریشاں از شنیدن سر بہ سر ہد
 مگر یک شامہ^{۱۵} خانم خردمند بہ صد افسوس قائم شد دے چند
 اگرچہ ذائقہ خاں ماند لاید^{۱۶} ولے از حکم حاکم بے مزہ ہد
 وزاں پس حافظہ بانو سبک سکا^{۱۷} رواں شد سوے زسیاں پور یکسر
 چو آغا مذرکہ^{۱۸} ایں آگہی یافت بہ سوے سہو پور آہستہ ہتافت
 ہوا جو بن نگر جب سب لندورا پھرا تب دہول راجہ کا ڈھنڈورا
 کہ جز طول^{۱۹} عمل، دیگر نہ ماند کسے جو بن نگر نامش نہ خواند
 ازیں پس جملہ بوبھس^{۲۰} پور گویند متاع غزنی دروے^{۲۱} نہ جویند
 ہوئے دل گیر تب بیش بھائی کہ یہ کس کی پھری رائی دہائی
 لگا جڑ چھوڑنے ہر ایک اپنی چلے مکھ موڑ کر جوں غور^{۲۲} چینی

- ۱۵ شامہ: سونگھنے کی طاقت۔ ۱۶ لایدہ: مجبوراً، ضرورتاً۔
 ۱۷ سبک سر: جس کے سر پر کوئی بوجھ یا ذمے داری نہ ہو۔ ہلکا، بھلکا، نا اہل۔
 ۱۸ مذرکہ: وہ قوت جس سے انسان چیزوں کی حقیقت دریافت کر سکے۔
 ۱۹ لندن: ۱: طول عمر۔ بمبئی، رضا، ۲: طول العمل۔ یہاں ”طول اہل“ بھی ہو سکتا ہے۔ طول اہل: امیدوں اور آرزوؤں کی کثرت، حرص و ہوس دینا۔ طول عمل: بے جا طوالت، ایسا کام جس میں زیادہ وقت صرف ہو اور دقت ہو، دشوار، مشکل۔ میری رائے میں یہاں معنوی مناسبت سے ”طول اہل“ بہتر ہے۔ چوں کہ کسی نسخے میں ”طول اہل“ نہیں، اس لیے میں نے مجبوراً ”طول عمل“ لکھا ہے۔
 ۲۰ بوبھس: بوجھ پے میں جوانی کی باتیں یا جوانی کی ہوس۔ ٹھیا جانے کی کیفیت۔
 ۲۱ علوی، نعیم، لندن: ۲: ازوے۔
 ۲۲ لندن: ۲، ۱: عرق چینی۔ برکن: غسک چینی۔ میں ”غور چینی“ کے معنی معلوم نہیں کر سکا۔ چوں کہ یہ شعر سبھی نسخوں میں ہے (اور بیش تر میں ”غور چینی“ ہے) اس لیے میں نے متن میں لکھ دیا ہے اس توقع کے ساتھ کہ آئندہ کسی اچھے نسخے کی مدد سے اسے حل کیا جاسکے گا۔ ”بیش بھائی“ دانتوں کے لیے آیا ہے۔

صفا چہرے کو اُتو^{۲۳} ہونے لاگا رگیں دسنے لگیں جوں نیلا دھاگا
 ارے من باورے! اب سوؤ نا کیا ریلے یار دن دن کھوؤ نا کیا
 بڑھاپا آیا اور جو بن گیا بھاگ اندھیری گور میں لٹکن لگے پاگ^{۲۵}
 دنا دس بیس میں بندھوا کریں گے کڑی رستی پگن پیڑی بھریں گے
 ارے جعفر! نہ کر اب سوچ ایتا^{۲۶}
 محمد کے قدم سین لاؤ چیتا^{۲۷}

- ۲۳ اُتو: وہ شکنیں یا نقش جو کسی دھات کے ٹکڑے سے کپڑے پر آرائش کے لیے ڈالے جائیں۔ اُتو ہونے لاگا: چہرے پر جھڑیاں پڑنے لگیں۔ (بڑھاپے کی) شکنیں بڑھنے لگیں۔
 ۲۴ دنا: نظر آنا، دکھائی دینا۔
 ۲۵ پاگ: پیر۔ پگن: پیر۔
 ۲۶ محمدی، علوی: اتنا — چیتا — ایتا: اتنا — چیتا: آرزو، خواہش، یاد، فہم، عقل۔ [محمد کے قدموں کی آرزو کرو۔ اُن کی طرف من لگاؤ]۔
 ۲۷ بہی: اے جعفر نہ ہو مغموم و مجبور (کذا)۔ محمد کا قدم لے تا ہو غم دوا۔ اس کے بعد بہی میں ۹ شعر ہیں جو اس نظم سے واضح طور پر بے تعلق ہیں۔ نعیم میں ایسے دس اشعار کو اس نظم کے جُز کے طور پر شامل کیا گیا ہے اور علوی اور محمدی میں بھی یہ اسی طرح شامل ہیں۔ لطیفہ یہ ہے کہ نعیم میں ان سب اشعار کو کلیاتِ جعفر کے حصہ نظم کے آغاز میں ”نعت و منقبت“ کے نام سے ایک مستقل نظم کے طور پر بھی درج کیا گیا ہے۔ برن، رضا، رضا، میں اصل نظم درج متن آخری شعر پر ختم ہو جاتی ہے اور لندن میں ان اشعار کو الگ سے ایک مستقل جُز کے طور پر لکھا گیا ہے۔ اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ نظم ”بڑھاپا نامہ“ آخری شعر [ارے جعفر نہ کر اب سوچ ایتا.....] پر ختم ہو جاتی ہے۔ میں نے اسی کی مطابقت اختیار کی ہے۔

گلر نامہ

گلر لگا دیوار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے
 اینٹیں پرانی گھس چلی، مائی تمامی رس چلی
 خطرہ ہوا آثار کو، کہ اب کیا کیجیے
 کیا دوس ہے معمار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے
 کیوں کر رکھوں گھریار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے
 کیا مہینا گھریار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے
 کیوں کر چلوں سُسرار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے

- ۱۔ بمبئی: گلر نامہ در بیان ضعیفی و پیری۔ لندن: گلر نامہ در بیان ضعیفی۔ برلن: گلر نامہ گوید۔ علوی: در صفت پیری گوید۔ نعیم: گلر نامہ۔
- ۲۔ گلر: وہ زمین جس میں کھار زیادہ ہو اور کاشت کے قابل نہ ہو: اوسر، بجر، زمین شور۔ دیوار کو گلر لگا: دیوار میں لونی لگ گئی (لونی: کھار) ۳۔ آثار: دیوار کا پایہ، دیوار کی چوڑائی۔ نیو، بنیاد۔
- ۴۔ بعض نسخوں میں ”چلیں“ ہے، مگر لندن، برلن، رضا (وغیرہ) میں ”گھس چلی“ ہے۔ دوسرا گلرا سب نسخوں میں ”رس چلی“ ہے: اس طرح پہلے گلرے میں ”چلی“ ہی مرخ ٹھہرتا ہے۔ [یہ فرض کیا جاسکتا ہے کہ اصلاً ”گھس چلی ہیں“ تھا، ”ہیں محذوف ہے]۔ رضا اور علوی میں اس شعر سے پہلے ایک شعریوں سے: چھانیں (چھانی: علوی) پرانی ہو گئیں (ہو گئی: پڑ گئیں) کہ جعفر اب کیا کیجیے: ہو کر پرانی جھڑ گئیں (گھڑ گئی) کہ جعفر اب کیا کیجیے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی ناقل نے اصل شعر کو سامنے رکھ کر اسے گڑھ لیا ہے۔
- ۵۔ بودا: پھس، پھسا، کم زور، ٹوٹ پھوٹ جانے والا۔
- ۶۔ چھان: بانسوں سے بنا ہوا ٹھانڈا، جس پر پھوس بچھا کر چھتر بنایا جاتا ہے۔ گھاس پھوس کا چھاجن۔
- ۷۔ جھو جرا: وہ چیز جس کے اجزا پوستہ نہ ہوں، تڑخا ہوا، بال پڑا ہوا، ٹوٹا پھوٹا۔
- ۸۔ کھو جرا: کھو جڑ، پھوک، نیچے کا بچا ہوا البدل۔
- ۹۔ مہینا (مہنا): طعنہ، طنز۔ [یعنی گھار (برتن بنانے والے) کو کیا الزام دیا جائے، برتن ہی تڑخنے لگا ہے]۔
- ۱۰۔ سُسرار: سُسرال۔ ل اور رے کا ابدال متعدد لفظوں میں ملتا ہے، جیسے: نکوار، تر وار۔ دیوار، دیوال (وغیرہ)۔

آئی اُمڈ دھولی گھٹا، تن من لُٹا، باگا پھٹا
 باگا گلے جوؤں بھرا، میلا گھیلا منہ ترا
 رہ مار لاگا گھات میں، جاسوس ہے ہر باٹ میں
 کوڑے گڑے سب ڈھل گئے، ساتھی سنگاتی کل گئے
 جو بن چلا ہے رؤس کر، گھریا سارا موس کر
 مرکب تو تیرا لنگ ہے، کوئی نہ تیرے سنگ ہے
 یہ پھول تو جھڑ جائے گا، کھل کر بہت پچھتائے گا
 یہ رات اب تاریک ہے، اور باٹ بھی تاریک ہے
 سب کو اسی پل پر گزر رہا، بوجھ کو اب کیا خطر

چلنا بڑے بازار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے
 کس گن ملو گے یار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے
 مشکل بنی بیو پار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے
 تو بھی دنا دو چار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے
 شو بھا نہیں سڈگار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے
 کیوں کر ملو گے یار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے
 بکسے، پھڑ گلزار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے
 چلنا کٹھن بیمار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے
 تیں تو اٹھایا بار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے

جب پل اتر کر جاؤ گے، تب کچھ بھروسا پاؤ گے
 نہ تو جھنکو گے نار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے

- ۱۱ اُمڈ نا اور اُمڈ نا، یہ مصدر دونوں طرح مستعمل رہا ہے۔
 ۱۲ لُٹا: کم زور، لاغر۔ ۱۳ باگا: دو لھے کا جوڑا۔ شہانہ جوڑا۔ یہاں مطلق لباس مراد لیا گیا ہے۔
 ۱۴ لندن: چلنا پڑا۔ علوی، نعیم: چلنا پڑے۔ ۱۵ رہ مار: راہ زن، لٹیرا۔ ۱۶ راستہ۔
 ۱۷ برلن: کیوں کر۔ بمبئی: کیوں جا ملو گے۔ ۱۸ روٹھ کر۔ [جعفر کی نظم ”جو بن نامہ“ کا پہلا شعر
 ہے: دریغا کہ جو بن چلا روس کر: اللے تللے کا گھر موس کر]۔ ۱۹ بمبئی: بوجا تو تیرے سنگ
 ہے: کیوں جاؤ گے یار کو۔ ۲۰ لندن: چلو گے۔ ۲۱ نعیم: نکسے۔
 ۲۲ علوی، نعیم: یہ راہ اب تاریک ہے یہ رات بھی تاریک ہے۔ بمبئی: یہ بات اب تاریک ہے۔
 ۲۳ لندن: حذر۔ علوی، نعیم: خبر۔ ۲۴ رضا، برلن، علوی: میں تو۔
 ۲۵ نہ تو نہیں تو۔ جھنکو گے: دوزخ کی آگ میں جھونکے جاؤ گے۔
 ۲۶ کئی نسخوں میں یہ دو شعر بھی ملتے ہیں:

پھرتے ہو اب تم چھیڑ میں، تب جا پڑو گے بھیر میں
 طوطی جھنکارے فارسی، کو ا جو ٹھونگے پارسی
 کیوں کر رکھوں دستار کو، کہ جعفر اب کیا کیجیے
 ہشیار بے ہشیار ہو کہ جعفر اب کیا کیجیے
 ان کا متن بہت مغشوش ہے، اسی لیے حاشیے میں ان کی نشان دہی کی گئی ہے۔

تسلیم و رضا

جعفر! مہند ہرگز دل در جہانِ فانی
 اقبال! اگر بگردد، ہم لابقا بماند
 تجنیس! کبر و دولت، کبر و دولت بدانی
 این! تنگ کہنہ لنگے
 پسند لابقا را، در بندِ این و آنی
 چہ میر، امیر و مرزا، ہمہ را شدہ فراموش
 دار و بسا درنگے، در دل یقین بدانی
 تلاً نہ تا نہ درنا درنا تدر تدرانی
 گاہے بہ سمتِ ایندی، گاہے بہ سمتِ بانہ
 لعنت بریں کمالے، پھٹ است زندگانی

-
- ۱۔ تجنیس: دو لفظوں کا تلفظ میں مشابہ اور معنی میں مختلف ہونا [یہ لفظی صنعت ہے] جیسے: کبر (غرور) اور "کبر" (عضوتنازل)۔ اسی طرح "دولت" اور "دولت" (دولتیں)۔
- ۲۔ "اقبال" کو بائیں طرف سے پڑھا جائے تو "لابقا" بنے گا۔ لابقا: بقا نہیں، باقی نہ رہنے والا۔
- ۳۔ شعر نمبر ۳، ۴ سبھی نسخوں میں اسی طرح ہیں، ان کی کما حقہ تصحیح نہیں ہو سکی۔
- ۴۔ جگہ کا نام ہے۔ "جب شاہ زادہ محمد اعظم شاہ بیجاپور کے محاصرے کے لیے ٹھہر گیا، تو اس کو تھانہ ایندی میں قیام کرنے کا حکم دیا گیا" [ماثر الامراء، جلد اول، ص ۷۹۷ (ترجمہ)]۔

تو نگری نامہ

اے تو نگر! ایں محل و آبشور اتا بکے
 مسند و قالی، نہالی، تکیہ زربفت و نرم
 آبخو، فوارہ، حوض و باغ و یارِ دل نواز
 کج کلاہی، قرب شاہی، عز و جاہ سال و ماہ
 قوت جوش جوانی، شہوت و فرمانِ نفس
 خوردنِ الوانِ نعمت، خفتنِ بے وہم و خوف
 شربتِ قند و گلاب و کوزہ گورا تا بکے
 گلغی و زینِ مرصع، جلد گھوڑا تا بکے
 ایں سرور و عیش و رنگِ سرخ و گورا تا بکے
 پاندانِ نقرہ و زرّیں کٹورا تا بکے
 دھوم دھامِ ملک و دولت، حکم لوڑا تا بکے
 دار و گیر و کامرانی، ضرب زورا تا بکے

- ۱ ادبیات: ابیات در تنبیہ۔ بہمنی: در تنبیہ۔ آزاد، برکن: در بیان تو نگری گوید۔ پٹنہ: در بیان صبوری۔ لندن: در تو نگری نامہ گوید۔
- ۲ تو نگر، تو نگر: مال دار۔
- ۳ شورے سے ٹھنڈا کیا ہوا پانی۔ رواجاً: افشردہ، یعنی کھانڈ میں نیبو کا عرق ڈال کر جو شربت بنا لیتے ہیں۔ کسی پھل کا افشردہ (پھل کو دبا کر جو عرق اُس میں سے نکلے، جیسے انار کا افشردہ، نیبو کا افشردہ)۔
- ۴ کب تک۔
- ۵ کوزہ: آب خورا، پانی پینے کا چھوٹا ظرف جو چوڑے مُنہ کا ہوتا ہے۔ [کوزہ گر: کوزہ بنانے والا، مٹی کے برتن بنانے والا (گھار)]۔
- ۶ قالی۔ قالین۔
- ۷ نہالی: تو شک (جسے بچھاتے ہیں، روئی بھرا ہوا گدا، لحاف کا مقابل)۔ قالین کی طرح بچھانے کی روئی بھری تو شک (چھوٹی ہو یا بڑی)۔
- ۸ جلد: تیز رفتار۔
- ۹ الوان: طرح طرح کی، رنگارنگ۔
- ۱۰ مار دھاڑ، طاقت کا اظہار۔

چچی و حمام و بیروں پوشش زر، بادلا
 مہتری و سر بلندی، خود پسندی، حُبِ جاہ
 بودن اندر حکم نفسِ کام چورا تا بکے
 زیب و زینت کز وفر، نوبت، ٹگور اتا بکے
 ہندگانِ گل عذار و شاہدانِ دل فریب
 مہ رُخانِ ناز میں با سوہا جُوڑا تا بکے
 زانیانِ گس تلاش و مُغلماںِ کُوں^{۱۱}
 کونیانِ مُرد سال و شیر خورا تا بکے

پرست

کُلُ شئیءِ ہالگ، جعفر! زباں را بند کن
 ایں سخن ہاے زٹل، پھکُ ایلھکوڑا تا بکے

-
- ۱۱ ٹگور: تاشے، نقارے اور اسی قسم کے باجوں پر لگائی جانے والی ہلکی ضرب جو دھیمی آواز نکالے۔
 ۱۲ سُرخ۔
 ۱۳ کون: مقعد۔
 ۱۴ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔

طوطی نامہ

۱۔ شَنُو اے طوطی روحانی من
 بہ صد حسرت برآئی آخرا زوے
 نہ تو رہنی، نہ یہ پنجرہ رہے گا
 جو پوچھے بات تجھ سے لال پیارا
 چہ خواہی گفت اے طوطی جوابش
 در بیخ اے طوطی روحانی من!
 نہ گفتی یک سخن از راہ وحدت
 زباں در ہرزہ گوئی ہا کشودی
 مکن اُلفت بہ رنگیں پنجرہ تن
 بہ غفلت اُلفتِ این پنجرہ تاگے
 بلا کر لال تجھ کو کیا کہے گا!
 کہ پنجرے بیچ تیں کیا کیا سنوارا؟
 بکن امروز فکرِ آں خطابش
 کہ کہ در پنجرہ جسمانی من
 نہ ماندی یک نفس باشاہ وحدت
 در بیخ! اوقاتِ خود ضائع نمودی

۱۔ برلن، لندن، نعیم میں ”شنو“ ہے، باقی نسخوں میں ”سنو“ ہے۔ یہ شعر مکمل طور پر فارسی کا ہے، یوں ”شنو“ ہی بر محل ہے۔ نقل میں ”شنو“ کا ”سنو“ بن جانا معمولی بات ہے۔ [شندپن اور شندپن: سننا۔ شنو: فعل امر: سن (فرہنگ فارسی)]۔

۲۔ بمبئی: نہ تو ہستی۔ نعیم میں ”رہنی“ ہے، باقی نسخوں میں ”رہتی“ ہے۔ ”رہتی“ یہاں قطعی طور پر بے محل ہے۔ ”رہنی“ بہ معنی ”رہے گی“ بہ خوبی آسکتا ہے [جیسے: یہ چیز جانی ہے، یعنی جانے والی ہے، جائے گی]۔ ۳۔ بمبئی: نفس میں تونے کہ کیا کیا سنوارا۔

۴۔ تیں: تو۔ [تونے]۔ ۵۔ علوی، نعیم: جسمانی تن۔

۶۔ علوی: نہ گفتی یک سخن باشاہ وحدت۔ ۷۔ نماندی یک نفس در راہ وحدت۔ رضا: نگفتی یک سخن در راہ وحدت۔

۷۔ نعیم، علوی، برلن: زباں بر ہزل گوئی ہا۔ رضا، لندن: بر ہزل گویائی۔ [بمبئی: در ہرزہ گوئی ہا]۔ ہرزہ گوئی میں ہزل گوئی کے مقابلے میں نعیم نمایاں ہے کہ ایسی سبھی چیزیں اس میں شامل ہو جاتی ہیں (اور جعفر کے یہاں ایسی چیزیں بہت ہیں) اس لیے ”ہرزہ گوئی ہا“ کو مرع خیال کیا گیا ہے۔

بہ آہب و دانہ مشغولی، درینا! بہ رنگیں خانہ مشغولی، درینا!
 بہ آب و دانہ تو مت بھول طوطی! بہ خوش الحان خود مت پھول طوطی!
 نہ این الحان، نہ آب و دانہ ماند نہ این خانہ، نہ صاحب خانہ ماند
 نہ می دانی کہ این پنجرہ جتن کا کھد آخر بہ برتہ حلتہ کفن کا
 گھسی، پکسی لرے لگی خاک میں جائے نہ جانوں تو کہاں اڑ جائے گی، ہائے!
 نہ جانی لال کی بولی کدھی تو نہ می دانم کہ کیا آنکھر پڑھی تو
 تجھے جب آئے کے پتی دبوچے پکڑ کر پنکھ سارا ماس کا نوچے
 تجھے تب کون اے طوطی! چھڑا دے پکڑ، پتی کے پنچے سے بچا دے

۸ بہیمی کے سوا دوسرے نسخوں میں ”مت بھول طوطی“ ہے [بہیمی میں مصرع مغشوش ہے] اور اس صورت میں ”بھول“ کی تکرار سے قافیہ بگڑ جاتا ہے۔ میں نے یہ خیال کیا ہے کہ دوسرے مصرعے میں ”پھول“ ہوگا اور اس صورت میں کسی طرح کی خرابی نہیں پیدا ہوگی۔ [مت پھول: غرور نہ کر، بے جا فخر نہ کر]۔

۹ نعیم، علوی، لندن: نیہ پنجرہ۔ [شعر فارسی میں ہے، یوں ”اس“ مرخ ہے]۔
 ۱۰ بر: جسم، بدن۔

۱۱ حلتہ: چادر، پٹخا، دو کپڑوں کا جوڑا، یعنی ازار اور چادر۔ بہیمی: پنجرہ رتن کا وہ بہ مرگ آخر کھد حلتہ۔

۱۲ پکسنا: بکھر جانا، الگ الگ ہو جانا، بگڑ جانا۔

۱۳ زلنا: ملنا، گڈمڈ ہونا۔ [رے لگی: خاک میں مل جائے گی]۔

۱۴ اس شعر کے بعد کئی نسخوں میں یہ شعر ہے:

اری طوطی کہوں میں بات کس کی لگی کہنی گھنی پر پنکھ اُس کے

متن اس قدر مغشوش ہے کہ الفاظ کے تعین کی کوئی صورت نہیں نظر آتی، اسی بنا پر اسے شامل متن نہیں کیا گیا۔

۱۵ لندن ۱، بہیمی، علوی، رضا: نہ جاگی لعل کی لو میں کبھی تو۔ [دوسرے مصرعے کے ”آنکھر پڑھی تو“ کی مناسبت سے ”لال کی بولی“ مرخ معلوم ہوتا ہے]۔

۱۶ کدھی: کبھی۔

۱۷ نعیم: پر اور ماس۔

۱۸ بہیمی: اور اُس پتی کے۔

بتانی رات تجھ کو سووڑتے ہی گنوانا دن تجھے دکھ رووڑتے ہی
 پیارے لال سے نیہا نہ جوڑا ہوا وحرص سے تیں منہ نہ موڑا
 جن سے آج رنگ رلیاں منالے رنگیلی سیج پر کلیاں بچھالے
 وگرنہ کیا بھروسا اس پون کا یکا یکا آن پہنچے دن گون کا
 نہ میدانی کہ تب سوچے نفع کیا پلک دو چار کے دم کو وفا کیا
 اندھیری گور میں دیا نہ باتی اگاڑو چل بے ساتھی، سنگاتی
 گھنیرا سوچ یہ من میں بھیا ہے کہ مجھ کو سووڑتے میں دن گیا ہے
 پڑی ہے دور منزل، وقت تھوڑا نہ توشہ راہ کا اور لنگ گھوڑا
 بیا جعفر! توکل پر قدم رکھ
 خدا کی یاد دل میں دم بہ دم رکھ

- ۱۹ بیہا: تعلق، محبت کا تعلق۔
 ۲۰ نعیم: مکھڑا نہ موڑا۔ بمبئی: منہ کو۔
 ۲۱ بمبئی: شکستہ ہوگا جب پنجرہ یہ تن کا۔
 ۲۲ بمبئی: سوچے تو ہو کیا؟ اٹھا آنکھوں سے اب غفلت کا پردا۔ میرامن نے اپنی کتاب ”عجیب خوبی“
 میں اس لفظ کو بہ فتح اول و دوم نظم کیا ہے:
 ع: یار کی یاری سے کوئی کچھ نفع پاتا نہیں
 [تفصیل کے لیے دیکھیے: ”عجیب خوبی“، شائع کردہ شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی، مقدمہ۔]
 ۲۳ بمبئی: دیا ہوگا لحد میں اور نہ باتی؟ اکیلا چھوڑ جاویں گے سنگاتی۔
 ۲۴ بمبئی: یہ حسرت ہوگی جب سرکیں گے بادل؟ میں سوتا ہی رہا اور دن گیا ڈھل۔
 ۲۵ ہے منزل دور از حد، دن ہے تھوڑا۔ بمبئی میں اس شعر کے بعد یہ دو شعر بھی ہیں:
 ہے آگے شب اندھیری پر خطر راہ ہدایت کے اجالے سے ہو آگاہ
 شکم پرور چہ داند اس سخن را مگر آں کس کہ یابد جان و تن را
 ۲۶ بمبئی: من میں۔ مندرجہ ذیل دو شعرا ایسے ہیں جن کی تصحیح فی الوقت موجودہ نسخوں کی مدد سے کلاشہ
 نہیں ہو سکی۔ انھیں مطابق نعیم نقل کیا جاتا ہے:

اری طوطی کیوں میں بات کس کی گلی کہنی گھسی پر پتکہ اس کی
نہ ماں اور باپ کوئی کام آسا نہ ماجایا نہ بھائی اور نہ موسا
دوسرے شعر کے متعلق میرا یہ خیال بھی ہے کہ یہ الحاقی ہے۔ اور یہی میری رائے ہے اوپر نقل
کئے ہوئے نسخہ، جہتی کے دو اشعار کے متعلق۔ لندن میں یہ شعر بھی ہے:
جو نیکی ہوئے گی کرتوت تیرے وہی ہے باپ بھائی پوت تیرے
یہ شعر کسی اور نسخے میں نہیں۔ میری رائے میں یہ بھی الحاقی شعر ہے۔

قوتِ باہ نامہ

اے پیرِ قدکمان و نحیفُ البدن، نزار
 درسنگِ خارا، تیر تو خواہی کہ بگذرد
 خواہی کہ لنگِ تو شود از حکمتِ حکیم
 آلتِ شود چو پھلِ موسلِ فولاد و آہنی
 گردد بھچھا، بھڑی ناتوانِ تو
 خواہی کہ ٹھیلِ پیل سے شہر و دیار بیچ
 خواہی کہ نوجواں شوی و چست و گلِ عذار
 گجذنتِ بشکنی تو از روز و شب ہزار
 چوں شاخِ ارنابھینسا شب و روز در ازار
 غجِ غچِ غچاک آٹھ پہر ٹھکت، ٹھور، مار
 ایں بتی تو بتا شود سخت و استوار
 دن رات آہ، اڑہی کی ہوتی رہے پکار

- ۱ لندن ۱۹۱۱ء میں یہ عبارت ہے: مرزا جعفر ایں نسخہ قوتِ باہ از نواب حکیم الملک حاذق خاں عالم گیری گرفتہ بود برائے بادشاہ زادہ محمد کام بخش۔ دریں باب نسبتِ نسخہ صحیح است۔ میری رائے میں یہ عبارت کسی ناقل کا اضافہ ہے۔
- ۲ جس کا قدکمان کی طرح ہو گیا، یعنی کمر جھک گئی ہو۔ نزار: کم زور، ضعیف، ناتواں۔
- ۳ سنگِ خارا، خارہ: ایک قسم کا غیر معمولی سخت پتھر۔
- ۴ گجذنت: ہاتھی دانت۔ ۵ بعض نسخوں میں ”بہ عصا“ ہے۔
- ۶ لنگ: مردانہ عضو تناسل۔ ہندی (اور اردو) میں ”لنگ“ ہے۔ فارسی میں لام پر زبر ہے (فرہنگِ فارسی)۔
- ۷ ارنابھینسا: جنگلی بھینسا، نسل بڑھانے کے لیے بھینسوں کے گلے میں آزاد چھوڑا ہوا بھینسا۔
- ۸ آزاد: تیری ازار بیچ۔ ۹ پھلِ آلت: عضو تناسل، ذکر۔
- ۱۰ اتار کی طرح کی آتش بازی [جو بھڑی کے مقابلے میں بہت زوردار ہوتی ہے]۔
- ۱۱ بتا: اصل لفظ تشدید کے بغیر (بتا) ہے: بانس کا ٹکڑا، لٹھ (پلیٹس)۔ شاعر نے اسے ”بتی“ کے مقابل مع تشدید نظم کیا ہے۔ علوی: ایں پونی تو پنبہ شود۔ ادبیات، سمبھتی: ہو جائے تیری نرم ملی سخت استوار۔
- ۱۲ اس شعر کے بعد آزاد، برلن کے سوادگیر نسخوں میں یہ شعر بھی ہے: فی الفور کڑ کے بان تو بر بام بھوسڑی ❖ کلک کلک کہرا کہری بغار۔ دوسرے مصرعے کا متن بہت بگڑا ہوا ہے، خوانا نہیں۔ نیز میرا خیال ہے کہ یہ شعر کسی ناقل کا اضافہ ہے، اسی وجہ سے اسے شاملِ متن نہیں کیا گیا۔

بادام و پستہ، ثعلب^{۱۲} و چلغوزہ، مؤسلی^{۱۳} اسکند و گوند، سنبل^{۱۴} و پھل کلاں بیار
مغز لسوزا، پھوپھی و میدہ، چوب تلخ^{۱۵} ہم دار چینی است و انگن^{۱۶} دریں شمار

۱۲ ثعلب، ثعلب مصری: لومڑی کے ٹھیسے سے مشابہ سفید رنگ کی ایک پودے کی جڑ..... ثعلب مصری
کو زیادہ تر سفوف کر کے تقویت باہ کے لیے..... کھلاتے ہیں (کتاب الادویہ، بہ حوالہ اردو لغت)۔
(ثعلب: لومڑی)۔

۱۳ مؤسلی: اصل، جڑ۔ بیش تر سیلمھل کی جڑ کے لیے مستعمل ہے [سیلمھل، سیمل: ایک بڑے کانٹے دار
درخت کا نام، جس سے ریشمی کپاس حاصل کرتے ہیں۔ اسے بہ طور دوا بھی استعمال کرتے ہیں
[نور اللغات، اردو لغت]۔

۱۴ اسکند، اسکند: انگلی کے برابر، کسی قدر باریک، اندر باہر سفید زردی مائل ایک جڑ..... دوا میں کام
آتی ہے (اردو لغت)۔

۱۵ گھر میں بھون کر کھانڈ کے توام میں پکایا ہوا گوند، جو اکثر زچہ کو طاقت کے واسطے کھلاتے ہیں
(آصفیہ)۔ [پرانی مثل ہے: گوند، بخیری اور ہی کھائیں۔ چچا رانی پڑی کراہیں]۔

۱۶ سنبل: ایک خوش بودار سیاہی مائل بے پھول پھل گھاس..... دواؤں میں مستعمل ہے۔ اس کی
ایک قسم ہے: سنبل الطیب، اکثر گرم معجونوں میں شامل کی جاتی ہے (اردو لغت)۔

۱۷ ایک بیل دار بوٹی کا پھل، جو شکل میں شہوت خام کے مشابہ لیکن اس سے چھوٹا ہوتا ہے: دار
فلفل، فلفل دراز [کتاب الادویہ، بہ حوالہ اردو لغت]۔

۱۸ لسوزا، لسوزا: اسے "سپستان" بھی کہتے ہیں۔ دواؤں میں مستعمل ہے۔

۱۹ پھوپھی: ایک دوا کا نام جو مقوی باہ ہوتی ہے (اردو لغت)۔

۲۰ سب نسخوں میں "میدہ" ہے۔ میں یہ معلوم نہیں کر سکا کہ یہاں اصلاً کون سا لفظ تھا۔ "میدہ"
بہ ظاہر قطعاً بے محل معلوم ہوتا ہے۔

۲۱ متعدد نسخوں میں "چوب نیز" ہے۔ آزاد میں "چوب تر" ہے۔ یہاں بھی میں یہ تعین نہیں کر سکا
کہ اصلاً کون سا لفظ ہوگا۔ میں نے محض قیاساً "چوب تلخ" لکھا ہے جو "ایک دوا کا نام" ہے،
"ایک کڑوی بوٹی کی ڈنڈی یا شاخ جو ادویات میں مستعمل ہے"۔

۲۲ ایک درخت کی خوش بودار چھال جو بہ آسانی ٹوٹ جاتی ہے۔ رنگ میں گہری سرخ ہوتی ہے۔
اس پر اکثر جگہ باریک باریک نقطے اور لہر دار لکیریں ہوتی ہیں۔

۲۳ انگن: ایک خاردار درخت، جس کے بیج دھنیے سے مشابہ اور پتیاں کنکرے دار ہوتی ہیں..... اس
خاردار درخت کے بیج (اردو لغت)۔

ایں جملہ را بگیر و بکن میدہ بے درنگ
 عاقر قرح، گباہہ^{۱۱} و مشک است و زعفران
 ایں ہم ہمہ دو دام^{۱۸} بود ہر یکے بہ وزن
 مصری دو نیم پاوستاں اے ہنر پسند
 شہد است نیم وزن ہمہ از رہ حساب
 بالائے ایں غذاے تو خاکینہ بہتر است
 ہم قدر^{۱۴} نیم پاو بہ میزان اعتبار
 دیگر قر نفل^{۱۵} است بہ تدبیر مرد کار
 سائپدہ سرمہ ساز ازیں ہا، بہم در آر
 ایں جملہ را بہ شہد در آمیز و در گزار
 ہر روز چار ماشہ^{۱۹} بخور صبح دم نہار
 حلوائے بیضہ نام ہمین است، یاد دار
 جعفر! مدام ہر کہ خورد ایں دوا بہ شیر
 صد گس، بغارہ سازد و صد چپچہ، لالہ زار

- ۱۴ ہم قدر: ہم وزن۔ بیدار، پٹنہ: ہر چیز نیم پاو۔
 ۱۵ اصل لفظ "عاقر قرحا" ہے۔ شاعر نے بول چال کے مطابق "عاقر قرح" نظم کیا ہے۔ ایک تیز
 خوش بو والی دل دار دوا کا نام جو دانتوں کے درد اور تقویت باہ کے کام آتی ہے۔
 ۱۶ سیاہ مرچ سے مشابہ ایک قسم کے گول گول بیج۔
 ۱۷ قر نفل: لونگ۔
 ۱۸ دام: اٹھارہ یا بیس ماشے کے برابر وزن کھنڈہ دام کہلاتا ہے۔ خام (دام) ۱۲ ماشے کے برابر۔ عموماً
 دواؤں کی تول میں مستعمل۔ چار ماشے کا ایک ٹانک، پانچ ٹانک کا ایک دام، اور چالیس دام کا ایک
 سیر (مطلع العجائب (ترجمہ) بہ حوالہ اردو لغت)۔
 ۱۹ علوی، پٹنہ: نیم پاو۔ رضا: نیم دام۔
 ۲۰ بغارا: سوراخ، گڑھا [دیکھیے ہجو عصمت النساء بیگم، شعر ۲]۔

فال نامہ

(۱)

ہرز نے را کہ حمل نماوند، باید کہ نیت کردہ بریں نقش انگشت نہد۔ از ہر چیزے کہ کوتاہی
بیل باشد، مفہوم شود۔

پیاز	دھنیا	زیرہ
لونگ	سونف	ہلدی
ہینگ	مرچ	کھانڈ

پیاز

سن ری بی بی بچے کھانی
پیاز جو آئی تیرے گھر
فال کہے: تب بیٹا پاوے
دھگڑوں کی تو پھرے دوانی
لوڑے اوپر بھوسڑی دھر
آپ ہی گھر گھر گانڈ مراوے

دھنیا

اے گھر کھانی، لونڈوں پٹی
دھنیا تیری فال میں آیا
جو تو پتھر پاس چداوے
فال تو آئی تیری میٹھی
بھاگ، سہاگ تیں ٹیکٹا پایا
چار گانڈ کا بیٹا پاوے

۱۔ تیں: تو، تو نے۔

۲۔ نیکا (نیکا۔ نیکا): عمدہ، لہجہ۔

زیرہ

سُن ری مُنڈ وڈ رائنڈ، چُد اسی
فال میں تیری آیا زیراً
بچپن میں تیں کھائی مائی
دھگڑوں دن تو رہے اُد اسی
بل میں تیری بلم کھیرا
بٹی ہو، پر پھوٹی پھائی

لونگ

سُن ری بچا! فال کی بات
لونگ پہ راکھی انگلی تیں
شاہ برج جب پٹے تیری
پڑی چُد اتو دن اور رات
سوچ کیا تب من میں میں
تب ہو تجھ کو پوت گھنیری

سونف

سُن ری بی بی مٹک چھنال
سونف کہے: اے بی بی زن
ایسا ہووے تیرا بناو
تیری بل کا بد احوال
چار چوت کی بٹی جن
کالا منہ اور نیلے پاو^۱

ہلدی

اے گھر کھانی، چپٹی باز
فال میں تیری ہلدی آئی
ٹنا ہے تیرا بہت دراز
اب تیں خشتک کہاں پھرائی

۳ مُنڈو: وہ عورت جس کا سر مُنڈا ہوا ہو۔ بیوہ۔ بہ طور گالی کے مستعمل ہے، جیسے: مُنڈو کا جتا۔
۴ بیچا: کاغذ یا مٹی کی بنائی ہوئی ڈراونی صورت۔ میلوں میں اکثر ایسے چہرے پکتے ہیں۔
۵ سبھی نسخوں میں یہ شعر اس طرح مندرج ہے کہ لفظوں کا تعین صحیح طور پر نہیں ہو پاتا۔ برلن کے مطابق میں نے اسے نقل کر دیا ہے۔

۶ پاو: پانو۔

۷ بعض نسخوں میں یوں ہے: آئی ہلدی جو کھول کے خشتک چدو ا جلدی۔ میں نے کلکتہ اور برلن کے متن کی پابندی کی ہے۔

۸ خشتک: پاجامے کی میانی۔

تجھ کو ناہیں پھول اور پھل کون بجاوے تیری جھل

ہینگ

اے گھر کھانی، منڈو رائٹ تجھ کو چودے بچا بھانڈ
فال میں تیری آئی ہینگ بانجھ رہے اور ڈھونڈھے ڈھینگ
لونڈوں پیٹی، جھانٹ کھسوٹی سنتی کھول اور باندھ لنگوٹی

مرچ

آؤ بی بی! فال دکھاؤ جہاں من مانے، تہاں چداؤ
مرچ پر آئی تیری فال بل ہے تیری ڈھولی کھال
تو کیا مانگے، بیٹا ہوئے بیٹا ہو، پر گنڈیا ہوئے

کھانڈ

اے بل چودی، اوندھی رائٹ ، فال میں تیری آئی کھانڈ
پیڑو اپنا کھول دکھا بھوسڑی کھول اور ڈھول بجا
تب جا تیرے ہووے پوت وہ پھر مارے تیری چوت

۹ جھل: شہوت کی گرمی، جنسی خواہش کی آگ۔

۱۰ ڈھینگ: لمبے ڈیل کا موٹا تازہ آدمی، زور آور۔

۱۱ سنتا کی موٹے صورت۔ سنتا: پاجامہ، ازار، تنگ پاجامہ۔

۱۲ ڈھولی: ڈھول، خاک، گرد کی۔ یہاں مراد ہے ڈھیلی ڈھالی کھال سے؛ اگلے صفحے پر دیکھیے:
”چوت پکھال“۔

۱۳ اوندھا کی موٹے صورت۔ اوندھا: بے وقوف، اُلٹی سمجھ کا۔

فال نامہ دیگر

(۲)

ہر زنی را کہ مطلبِ مہتمے پیش آید، باید کہ نیت کردہ دریں نقش انگشت اعتقاد نہد؛ از ہر چیزے کہ کوتاہی بل باشد، معلوم گردد۔

حمل آتشی	ثور خاکی	جوزا بادی	سرطان آبی
اسد آتشی	سنبلہ خاکی	میزان بادی	عقرب آبی
قوس آتشی	جدی خاکی	دلو بادی	حوت آبی

حمل

آمد حمل بہ فالِ تو اے بل مراونی
اقبال پشت آید و حالِ تو یہ شود
کٹنی، چھنال ہستی و چیچا بھراونی
آباد گس بمانی و خشک پھڑوانی

ثور

انے رائڈ سائڈ! ثور بہ فالِ تو آمدہ
رو، شوئے تو بمیرد و شوئے دگر کنی
تنگی بہ جاں، زوال بہ مالِ تو آمدہ
کہیں فالِ وصفِ چوت پکھالِ تو آمدہ

جوزا

جوزا مبارک است بہ فالِ تو اے چھنال
برخیز گس برہنہ و لوڑا پکڑ سنجال

۱ شوئے: شوہر۔

۲ پانی بھرنے کے لیے نیل، گائے، بھینس وغیرہ کی کھال کا بنا ہوا سالم تھیلا۔ دھونکنی۔

گفتا پچھاڑ باشی و ہم ڈھینگ ڈھونڈھتی دھکڑے بلا چدائے بہ ہر جا، بہ کلن حال

سُرطان

اے گندہ گس! بہ فال تو سرطان برآمدہ در چچہ تو نَحْمَہ شیطان در آمدہ
اقبال رونماید و حال تو یہ شود لہنگا پیار بیٹھ کہ کپڑ خر آمدہ

اسد

آمد اسد بہ فال تو اے ان منی بکھور فرخندہ حال باشی و پچاٹ و نفس توڑ
بر بھوسڑی زشت تو اہل چل رہے سدا تیرے گھسیڑنے کو نہ ڈنگر رہے نہ ڈھور

سُنبِلہ

اے گس فراخ! سُنبِلہ آمد بہ فال تو، سب گم گھسیڑے چوت میں مال و منال تو
اے نفس ٹھیلنی و غپکنی و کھیلنی باشد ہمیشہ فرخ و فرخندہ حال تو

۳ گفتا: طاقتور، فر بہ، تندرست و توانا۔

۴ ڈھینگ: مُسٹنڈا، دکھڑا، آشنا، موٹا تازہ۔

۵ ہر حال میں۔

۶ نَحْمَا: ڈنڈا، سوٹا۔ عضو تناسل (یہاں یہی آخری معنی مراد ہیں)۔

۷ ان منا کی تانیٹ۔ ان منا: سرکش، خود سر (اردو لغت)۔

۸ پچاٹ: چھٹی باز۔

۹ سب نسخوں میں ”نفس توڑ“ ہے۔ ”نفس“ کے ایک معنی ہیں: عضو تناسل۔ [اگلے قطعے میں یہ لفظ

اسی تہی میں آیا ہے]۔ نفس توڑ کے کیا معنی ہیں، محض انکل سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہاں یہ گھڑا

عضو تناسل کی بہت خواہش مند، اُس کو بہ ہر طور لے لینے والی کے مفہوم میں آیا ہوگا۔ اور کوئی

توجیہ فی الوقت میرے ذہن میں نہیں آتی۔

میزان

میزاں بہ فالت آمد و بسیار خوب شد شرق تا در گس تنگت غروب شد
فرزند بے نکاح بزائی بہ خرمی چوں در گس تو کپر شمال و جنوب شد

اے گندہ گس! بہ فال تو عقرب نمود روے بنگر بہ چشم چوت کہ ذقو^{۱۱} کشود روے
باشی بہ عیش و عشرت و با چنگ و نای و نوش در کھڑکی دو پھڑکی^{۱۲} تو کپر سود روے

قوس

قوس آمدہ بہ فال تو اے قجہ، دل اداس در بھوسڑی زشت تو لوڑا کرے ہلا س
ایں فال برج قوس بہ فرجت مبارک است شب می رود شتاب، چدا لے تو آس پاس

جدی

آمد جدی بہ فال تو چوں از رہ حساب گس را بہ صدقہ دہ کہ نہ ہو خانہ ات خراب
موری تو فراخ شود اے چنگ چھنال از غپ غپاک و غچ غچ کس روے گس متاب

دلو

دلو آمدہ بہ فال تو اے جھانٹ اُپاونی^{۱۳} بھنڈا^{۱۴} مراونی و لبیدا^{۱۵} سہاونی^{۱۶}

۱۰ یہاں جو لفظ نسخوں میں لکھا ہوا ہے، وہ ”کولھو“ ہے، یعنی ”کولھوے شرق“۔ ظاہر ہے کہ ”کولھو“ یہاں بے محل ہے، کوئی اور لفظ ہوگا۔

۱۱ ذقو: عضو تناسل۔

۱۲ دو پھڑکی: فرج۔ [”ہجو عصمت النساء بیگم“ کے پہلے ہی شعر میں یہ لفظ اسی معنی میں آیا ہے]۔

۱۳ اُپائی: نگوں کی سان پر گھسائی۔ ”اُپاونی“ کے معنی ہوئے: جھانٹوں کو نوچنے والی۔

۱۴ بھنڈا: بہ ظاہر یہ لفظ یہاں فرج کے معنوں میں آیا ہے۔ ۱۵ لبیدا: ڈنڈا، مراد بے عضو تناسل۔

۱۶ لبیدا سہاونی: عضو تناسل کو بہت پسند کرنے والی۔

ایں فال بر بغارۃ فرجت مبارک است اے لنڈ باز، گنڈ کھلی، گس مرونی

حوت

آمد بہ فال تو چو بہ اقبال بُرج حوت خوش باش و فکر کپر مکن اے سیاہ چوت
قاضی و محتسب ہمہ گردند یارِ تو مروا، و بھس کا مٹا، و بدہ گس بہ جن و بھوت

۷۱ بھس: خواہش، ہوس۔ یہاں شہوت کی پیدا کی ہوئی چل کے مفہوم میں آیا ہے۔

(۳)

فال نامہ دیگر بہ جهت حل عقدہ کون کونیاں روزگار۔ باید کہ نیت کردہ بریں نقش انگشت نہد؛ از ہر چیزے کہ کوتاہی طالع کونش باشد، مفہوم گردد۔

قمر	عطارد	زہرہ	
شمس	مرتخ	مشتری	زحل

قمر

قمر آمد بہ فالت اے حرامی کہ باشی در جہاں گانڈو مدامی
برآید کار تو حسب المرادت بود در شہر بیٹی چود نامت

عطارد

عطارد چوں بہ فال تو برآید بہ کونت خشک کپر خر درآید
مبارک بادایں فال اے نکو خوے کہ ہستی بھڑوہ و کونی، سیہ روے

زہرہ

برآمد زہرہ در فال تو اے خر زین چپاٹ تو دارد گس تر
بکن، تا زندہ باشی، قلتبانی زرے حاصل کنی از کوں مرانی

شمس

مبارک باد شمس آمد بہ فالت زنت ہر شب خورد ہفتاد آلت
مبارک بادایں فال اے سیہ بخت دہی کون و نشینی بر سر تخت

مرتب

چو در فال تو مرتب آمد اے یار بگائی مادر خود را بہ بازار
مبارک باد مادر چو بے فیض کہ ہستی قلبان و زادہ حیض

مشتری

مبارک، مشتری در فالت آمد بہ دست تو سر صد آلت آمد
شنو اے مردک! از اندوہ رستی چھندر ناتھ، بھگندن تو ہستی

زحل

زحل آمد بہ فالت اے سیہ کار! زنت میرد، تو ہم میری بہ ادبار
مبارک باد بر نام تو ایں فال کہ ہستی بھڑوہ ودھی چو دو چندال

نوٹ: نعیم اور بعض موخر نسخوں [علوی، بیدار] میں اس کے بعد (یعنی فال نامہ ۳ کے بعد) ایک اور فال نامہ ہے [جسے فال نامہ ۴ کہنا چاہیے] جو اس فال نامے کے ناموں کی تکرار پر مشتمل ہے۔ نعیم میں اس کے آخری چار بند وہی ہیں جو فال نامہ ۳ کے ہیں مگر علوی اور بیدار میں سب بند مختلف ہیں۔ ان میں سے ہر بند میں تین تین شعر ہیں۔ یہ سب شعر واضح طور پر کسی نوں سکھیے نے گڑھ کر شامل کیے ہیں۔ یہ فال نامہ کلکتہ، برکن، آزاد میں موجود نہیں۔ میں نے اسے شامل کتاب کرنا مناسب خیال نہیں کیا، یوں کہ میری رائے میں یہ کسی دوسرے شخص کی کارگزاری ہے۔

نعیم میں فال نامہ ۴ کے بعد ایک اور فال نامہ ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے تقریباً سبھی شعروں کا متن خاصا مسخ شدہ ہے۔ علاوہ بریں یہ کلکتہ اور برکن میں بھی شامل نہیں۔ فال نامہ ۴ کی طرح اس کے اشعار بھی کسی خام کار اور ناموزوں طبع کے گڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ فال نامہ عام پسند موضوع ہے، یوں اس کا قوی امکان ہے کہ کسی شخص نے (جو بہ لحاظ شعری صلاحیت نہایت درجہ معمولی حیثیت رکھتا ہے) یہ اضافہ کیا ہو۔ بہر حال فال نامہ ۴ کی طرح میں نے اسے بھی شامل متن کرنا تقاضاے احتیاط کے خلاف سمجھا ہے۔ نعیم میں ان دونوں فال ناموں کو دیکھا جاسکتا ہے۔

قطعات

جوانی بگذرد در عُسرتِ حال بہ پیری پیش آید دولت و مال^۱
 بہ نزدِ جعفرِ مسکین، سخن داں بداں ماند کہ بوسہ بعدِ انزال

جعفر! بر سرِ عروسِ جہاں چند پاپوش و چند کلا^۲ بزن
 زان کہ ایں باکے وفا نکند^۳ بر ہمہ نقد و جنسِ طلا^۴ بزن

جعفر! ہر کہ می کند اغلام او چہ داند حلاوتِ کس را
 ہر بہیمہ^۵ کہ می خورد کربی^۶ او کجا یافت لذتِ بھس را

کوں بزن، بادہ خور، مناہی کن فسق از ماہ تا بہ ماہی کن

-
- ۱۔ بمبئی: رونماید۔
 ۲۔ لندن ۱: وقت اقبال۔
 ۳۔ رضا: جعفر مسکین زنتی۔ بمبئی: بہ نزد حضرت جعفر زنتی۔
 ۴۔ کلا: گھونسا، مکا (اردو لغت)۔
 ۵۔ رضا، لندن: نکرده وفا۔ علوی: نکر دوفا۔
 ۶۔ اس لفظ کے تحت دیکھیے: جو شاہ زادہ محمد کام بخش، حاشیہ ۲۹۔
 ۷۔ علوی: ہر بہائم کہ می خورد کربی۔ آزاد، برکن، لندن ۱: ہر بہیمیہ کہ می خورد کھرنی۔ چوپایہ، مویشی، جانور (جمع: بہائم)۔
 ۸۔ کربی: جواریا باجرے کے ڈنٹھل، جنھیں کتر کر مویشیوں کو کھلاتے ہیں۔
 ۹۔ رضا ۱: ۲: خمر خور کوں بزن۔ علوی، بمبئی: خمر خور کوں بزن..... زانکہ ایں گفتہ اند اہل سلف۔
 لندن ۱: کس بزن بادہ خور مناہی کن۔

زانکہ خود گفتہ اند اہل سلف دل بہ دست آرو ہر چہ خواہی کن

عجب کپر دارم، عجب خوے دوست کہ می ایستد پیش دشمن چہ دوست
چہ خوش یاد آمد مرا این مثل ”تواضع زگردن فرازاں نکوست“

جعفر! گر تو می شدی گانڈو بہرہ می یافتی چو سنگت رائے
زانکہ او جا بہ جا بہ کون دادن متمول شد و رسید بجایے

ذکر اندر کس خراب انداز یا بہ کون خر و کلاب انداز
پیش ازین گفتہ اند اہل سلف کہ نکوئی کن و در آب انداز

جعفر! بر تو ہیز را شرف است زانکہ پرواے کس ندارد او
تو بہ ناموس کس گرفتاری • زین سبب ہیز بہتر است از تو

جعفر! بہ لہو و لعب جہاں عمر باختہ یک دم بہ فکر توشہ عقیقی نہ ساختہ
در عمر شصت سال تو خود کردہ دوزن ہست این مثل قدیم کہ: یک گزدوفاختہ

۹ علوی: این گفتہ اند ۱۰ برن، لندن: دریں باب نیکو مثل گفتہ اند۔

۱۱ تواضع زگردن فرازاں نکوست گداگر تواضع کند، خوے دوست

(سعدی، امثال و حکم، جلد اول، ص ۵۵۵)

۱۲ آزاد: سنگت رائے۔ علوی، ہمبھی: ہیک رائے۔ ۱۳ کلاب: کتے (“کلب” کی جمع)۔

۱۴ مرا بکشتی بادہ در آقن اے ساقی • کہ گفتہ اند: نکوئی کن و در آب انداز (حافظ۔ دیوان مرتبہ
فروینی و قاسم غنی، ص ۱۷۸)۔

۱۵ ہیز: مخٹ، ہجزا۔ ۱۶ بعض نسخوں میں ”چوتو کردہ دوزن“ ہے۔

۱۷ یک گزدوفاختہ: یک تیردو نشان، بہ یک کرشمہ دوکار (امثال و حکم، جلد چہارم، ص ۲۰۴۸)۔

جعفر! در جہاں، معاذ اللہ! ہر کہ محتاج نان زن باشد
 نتواند کہ ضبط بنشانند گرچہ عفریت و اہرمن باشد

بہ زن کردن در اُفتادم بہ گرداب پریشانی دل دوی رفت و نسیاں شد رہ و رسم سخن دانی
 بلے خوش گفت اے جعفر! کہے این علمصرع از فطرت ”چرا عاقل کند کاریکہ باز آرد پشیمانی“^{۱۸}

جعفر! ایں شیوہ ثنا بگذار مدح ناکس مکن کہ نیست وقار
 نہ شنیدی کہ گفتہ اند مثل ”خاک از تودہ کلاں بردار“^{۱۹}

زدن طعنہ بر کونیان نارواست و بد گفتن مغلماں ناسزاست
 دریں باب نیکو مثل گفتہ اند ”خطاے بزرگاں گرفتن خطاست“^{۲۰}

- ۱۷ آزاد، برکن: ایں نوحہ از فطرت۔
- ۱۸ بعض نسخوں میں ”باز آید پشیمانی“ ہے۔ کئی نسخوں میں ”چرا کارے کند عاقل“ ہے۔ علوی، بمبئی: چرا عاقل کند کاریکہ باز آرد پشیمانی۔ دہخدا نے امثال و حکم میں اس مصرعے کو اس طرح درج کیا ہے [شاعر کے حوالے کے بغیر]: چرا عاقل کند کاریکہ باز آرد پشیمانی (جلد دوم، ص ۶۰۸)۔ علوی اور بمبئی میں بھی یہی متن ہے، اسی کو ترجیح دی گئی ہے۔
- ۱۹ بعض نسخوں میں ”مدح ناقص“ ہے۔
- ۲۰ امثال و حکم:
- ہمت از مردمان نیک طلب خاک از تودہ کلاں بردار (ابن یسین)
- ۲۱ علوی، بمبئی: زدن طعنہ بر مغلماں نارواست ❖ نہ بد گفتن زانیاں راجاست (کذا)۔
- ۲۲ علوی، بمبئی: بزرگان نکو ایں مثل گفتہ اند۔
- ۲۳ امثال و حکم:

نہ در ہر سخن بحث کردن رواست خطا بر بزرگاں گرفتن خطاست
 (سعدی، جلد دوم، ص ۷۴۱)

جعفر! مگو کہ بے زن و بے بخت چارہ نیست
یا بے لباسِ فاخرہ دل در نظارہ^{۲۴} نیست
جھک می زنی تو، ترک بکن، زانکہ گفتہ اند
”در کارِ خیر حاجتِ ہیچ استخارہ نیست“^{۲۵}“

میاں دانش^{۲۶} آمد بہ ہندوستان چو زاغِ سیہ کار در بوستان
من او را بغیرے چہ نسبت کنم کجا سر، کجا خایہ^{۲۷} اے دوستاں

اے صبا! ایں خبر از من برسایاں یاراں را زانیاں را و دگر مُعلم^{۲۸} و بدکاراں را
کہ ز دم کون میاں دانش و اولاد نہ شد ”سبزہ برسنگ نہ روید، چہ گنہ باراں را“^{۲۹}

۲۴ برکن: دل بے نظارہ نیست۔

۲۵ [ہر گہ کہ دل بہ عشق دہی، خوش دے بودے۔ در کارِ خیر حاجت۔۔۔۔۔ (حافظ) غزلہاے خواجہ حافظ

شیرازی، مرتبہ: پرویز نائل خانلری، ص ۱۲]۔ [امثال و حکم میں ”آں دم کہ دل بہ عشق دہی“ ہے]۔

۲۶ میر عبد الجلیل آزاد بلگرامی نے اپنے تذکرے آثار الکرام (موسومہ بہ سرو آزاد) میں لکھا ہے:

”دانش، میر رضی بن میر ابوتراب رضوی مشہدی، شاعرِ عالی جناب است۔۔۔۔۔ در عہدِ شاہ جہاں

پادشاہ با والدِ خود عازم ہند گردید۔۔۔۔۔ باریاب محفلِ شاہ جہانی گشت و در شعبان سنہ خمس و شصتین و الف

(۱۰۶۵ھ) قصیدہ در مدح پادشاہ بہ عرض رسانید و دو ہزار روپیہ صلہ عنایت شد۔ یہ معروف شعر

اسی دانش کا ہے:

تا کہ راسر سبز کن اے ابر نیساں در بہار قطرہ تائے می تواند شد، چرا گوہر شود

آزاد نے لکھا ہے کہ اس شعر پر داراشکوہ نے دانش کو ایک لاکھ روپے عطا کیے تھے۔

۲۷ خایہ: ٹھصیہ، فوط۔ ۲۸ رضا: دگر معلم و سرشاراں را۔

۲۹ بمبئی: سالہا کون ز دم حاملِ فرزند نہ شد۔

۳۰ ”اگرہ تھر پر گھاس نہیں اگتی تو اس میں بارش کا کیا تصور۔ اگر کسی میں صلاحیت ہی نہ ہو تو استاد کیا

کرتے“ [جامع الامثال، ص ۲۵۵] امثال و حکم میں یہ مثل مندرج ہے، مگر اس حوالے کے

ساتھ: ”از مجموعہ امثال طبع ہند“۔

لعل من! کوں دہی، خطا باشد بہ یکے دہ، نہ جا بجا باشد
جا بجا ہم بدہ، کہ می گویند گر ضرورت بود، روا باشد

در تم آں قوتے باقی نہ ماند در قصبہ^{۳۱} آں سختی و چاقی نہ ماند
آرے آرے، ایں مثل خوش گفتہ اند ”آں قدح بشکست و آں ساقی نہ ماند“^{۳۲}

جعفر! موے سر سفید شدند دل تو ہم چنان سیاہ بماند
نہ رسیدی بہ منزل مقصود مرکب لنگ توبہ راہ بماند

جعفر! ہرہاں ہمہ رفتند رفتی کن کہ ماندہ تنہا
چہ شد آں وقت و صحبت یاراں چہ شد آں مجلس و نشیمن ہا

جعفر! خواری از طمع باشد در حدیث است: ذل من طمع^{۳۳}
گر قناعت کنی، عزیز شوی کہ نبی گفت: عز من قنع^{۳۴}

جعفر! بت پرست آں باشد کہ بغیر از خدا بندد دل
گر بخواہی کہ با خدا باشی رشتہ اُلفت جہاں بگسل

۳۱ قصب: مردانہ عضو تناسل، ذکر۔

۳۲ ”از جمالش ذرہ باقی نہ ماند“ آں قدح بشکست و آں ساقی نہ ماند: عطار [امثال و حکم، جلد اول، ص ۵۸]۔

۳۳ جس نے لالچ کی وہ ذلیل ہوا۔

۳۴ جس نے قناعت کی اُس نے عزت پائی۔

چہ نہی دل بہ کار و بارِ جہاں چوں بدانی کہ ایں جہاں فانی است
 بستنِ دل بہ سرخ و زردِ جہاں طفلی و ابلہی و نادانی است

جعفر! از دیگِ مطبخِ دنیا توشہ عاقبت بہم برساں
 نیست یک ذرہ خوفِ پیکِ اجل گر ترا ہست دولتِ ایماں

جعفر! دشمنت نہ شیطان است مال و فرزند و زن عدوئے تو اند
 باز دارند از خدا ایں ہا کار و شہد در گلوئے تو اند

جعفر! ایں ہمہ کہ می بینی ہمہ در زیرِ خاک خواہد شد
 گوش کن: کل من علیہا فان کہ ہمہ در مفاک خواہد شد

جعفر! از زن چناں کہ می ترسی گر چنیں ترسی از خدا درکار
 بہ خدائی کہ آں خدائے کریم بر تو آساں کند عذاب النار

جعفر! در رضائے زن ہستی نیستی ہچو در رضائے خدا

۳۵ سرخ و زرد: اشرفی زروپیہ، مال و دولت۔

۳۶ ہر چیز فنا ہوگی۔

۳۷ مفاک: کھڈ، پہاڑ کی کھوہ۔ [در مفاک خواہد شد: مراد ہے کہ سب کچھ ختم ہو جائے گا]۔

۳۸ محض احتیاطاً یہ وضاحت کی جاتی ہے کہ سب نسخوں میں اسی طرح ہے۔ اسے اگر ”بہ خدائے کہ“

پڑھا جائے، تو ”کہ“ کے بعد کا کھڑا جس انداز کا ہونا چاہیے، وہ ”آں خدائے کریم“ سے مختلف

ہوگا، اُس میں ”آں“ نہیں آئے گا، اس بنا پر یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ شاعر نے خدا کی خدائی کی قسم

کھائی ہے۔ اس کا بھی امکان ہے کہ یہاں اصلاً کوئی اور لفظ ہو، اور نقل در نقل میں اُس کی

صورت بدل گئی ہو۔

گر چہیں در رضاے حق باشی گوے نیکی بری بروز جزا

جعفر! از بسترِ کسل برخیز بہ فراغت چہ خفتہ تو ہنوز
بر سرِ کوه آفتاب رسید ساعتے ماندہ است در ہمہ روز

جعفر! از سفر پناہ بخواہ کہ سفر محنت است و پُر خطر است
در سفر کاہش دل و جان است *السفر قطعۃ من السفر* است

جعفر! از تعدی مردم دل خود را بہ سنگِ حزن مسنج
از خدا داں، بہ گفتہ سعدی ”کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج“

جعفر! ہر کہ در مصیبتِ خویش نہ کند صبر، شکوہ پردازد
مُشرکش^{۳۹} دان و مدعیِ خدا لعنت از آسماں برو بارد

مُعطیاں^{۴۰} را صبر بے آں کپہ گردانی کجاست بعد کون دادن غم و عجز و پشیمانی کجاست
برنگردد مُعطی از کون دادن، اُرگویی تو وعظ آئے آئے، طفل را میلِ سبق خوانی کجاست

جعفر! از غارِ کس برآمدہ پس چرا می کنی منی^{۴۱} و غرور
باز در غارِ خاک خواہی رفت ایں خُروج و دُخول را چہ سُرور!

۳۹ اردو میں کہتے ہیں: سفر اور سقر میں ایک نقطے کا فرق ہے۔ سفر دوزخ کا نمونہ ہے [جامع الامثال]۔

۴۰ رضا: سرکشے داں۔

۴۱ مُعطی: عطا کرنے والا [غیاث اللغات]۔ مجازاً: اپنی دینے والا، انعام کرانے والا۔

۴۲ منی: تکبر، اپنی بڑائی کا شدید احساس۔

جعفر! بر حیاتِ عاریتی ہر کہ دانا ست، کے شود مغرور
آنکہ مغرور شد بہ نادانی ماند از رحمتِ خدا مہجور

جعفر! دل مہند در دُنیا زانکہ دُنیا بہ کس وفا نہ کند
بارہا دیدہ و می بینی نوشِ این نیش جز جفا نہ کند

جعفر! زاغ بہتر است از تو کہ دمِ صبح می شود بیدار
نُفَسِ صبحِ نور می کاہد عسرتِ آرد، خدا شود بیزار

جعفر! شکر گن کہ در عالم جا بجا نامِ تو ز ثلثی شد
شہرتِ مرد بہتر از ہر قسم ہر کہ گم نامِ زیست، لئی^{۲۳} شد

جعفر! بچہ باز را بہ نظر صورتِ کون، چونافہ مشک است
تا کہ این نافہ را نمی یوید چشم، تر دارد ودہن، خشک است

خال گر بر گسِ نگار بود یا بہ کونِ صفاے یار بود
عاشقان را ہی کشد آخر گسِ شہد زہردار بود

منم با کونیاں یک رنگ و دمساز منم با مغلماں و ہمز ہمراز

۲۳ لئی: نامرد۔ [اصلاً بغیر تشدید ہے (نور اللغات)؛ جعفر نے اپنے طور پر مع تشدید نظم کیا ہے]۔ یہ
لفظ اسی طرح (مع تشدید) جو سجا چند سے متعلق نظم "عرضداشت" میں بھی آیا ہے۔

بلے، ہست این مثل بر حسبِ عالم ”کند ہم جنس با ہم جنس پرواز“^{۲۵}

از دل من بردہ اے پری آرام را بندہ خود کردہ جعفرِ بدنام را
موے کہ از روے کس می گنی از بہر زیب ”حاجتِ مشاطہ نیست روے دل آرام را“^{۲۶}

کیر من خواست کہ در مال پورہ سیر کند نظرِ شہوت و مستی طرفِ غیر کند
آرے آرے، چہ نگو گفتہ کسے ضربِ مثل وہ کہ چوں مور چہ پر کرد، خدا خیر کند

ہیز اتم چند را دیدم کہ در تہ خانہ کون اتم چند می زد مردکِ دیوانہ
گفت اتم چند با آل مرد: خواہی خیر من آشنا را حال این است، واے بر بیگانہ

اے زاہد! اگر از رہِ تقوی و عبادت دانم کہ ترا خواہش و امید بہشت است
آں حلقہ کوں گر چہ کر یہ است بہ چہشت ”معتوقِ من است، آنکہ نزدیکِ تو زشت است“^{۲۹}

جعفر! گر تراست عقل و کمال باشی اندر رہِ رضای خدا

۲۵ کند ہم جنس با ہم جنس پرواز ❖ کبوتر با کبوتر، باز با باز۔ نظامی [امثال و حکم]۔

۲۶ ”ذکرِ ترا اگر کنند، ورنہ کنند اہل فضل ❖ حاجتِ مشاطہ نیست روے دل آرام را: سعدی [امثال و حکم، جلد دوم، ص ۹۸۶]۔

۲۷ مور را چوں اجل رسد، پر بر آرد [امثال و حکم] چینی کی جب موت آتی ہے تو اس کے پر نکل آتے ہیں۔

۲۸ ”دانم“ کے ساتھ ”اگر“ بالکل بے محل ہے، مگر سب نسخوں میں یہی ہے۔ غلوئی میں ”دانم“ کی جگہ ”زوف است“ ہے اور یہ بھی چسپاں نہیں۔ مجبوراً مصرعے کو اسی طرح نقل کر دیا گیا ہے۔ ایسا کوئی لفظ ذہن میں نہیں آیا جسے بے محل کہا جاسکے۔

۲۹ اے سیر! ترانانِ جویں خوش نہ نماید ❖ معتوقِ من است..... سعدی [امثال و حکم]۔

کفرِ نعمت مکن ز بے خردی پُر خَدَرِ باش از برائے خدا

جعفر! ہر کراست قوتِ باہ گر کند چار زن، روا باشد
وَر بہ ناقوتی کند یک زن پیشِ زن خوار و مبتلا باشد

جعفر! مفلسے کہ زن بکند آہ زن! آں کس است مردک و خر
آرزوے دلش بہ دل ماند خود پئے ناں خراب و رسوا تر

جعفر! عسرت و مصیبت و غم ہمہ از شامتِ گناہ تو ہست
نرسد رزق بے ہلاکت و رنج تا بہ غیرِ خدا نگاہ تو ہست

جعفر! گر تواضع تو نکرد ' آں سر انداز خانِ او کھلے گنڈ
غم مخور، صبر کن کہ میدانی کس کجا می کند تواضع لند

جعفر! عاقلاں چہیں گویند زن نہ تحت و نہ بخت می خواہد
نہ زر و زیور و نہ صورتِ خوب بلکہ او کپرِ سخت می خواہد

کس بہ مفلس نمی دہد دخترِ پسرِ خاندانِ عالی را

۵۰ علوی، رضا: از بلاے خدا۔ از برائے خدا: خدا کے واسطے۔ [”از برائے خدا“ مستعمل رہا ہے، مثلاً: ”میں نے کہا: از برائے خدا، یہ کیا مذکور ہے“ (اردو لغت)۔] اسی معنی میں ”از بہر خدا“ بھی آتا ہے۔

۵۱ اوکھل: اوکھلی (جس میں بھو وغیرہ ڈال کر کوٹتے تھے)۔ اوکھل گنڈ سے مراد ہے: اوکھلی جیسی گاڈ والا۔ یہ گالی ہوئی۔

جعفر! دیدہ کہ سگ ہرگز نہ کشد استخوانِ خالی را

جعفر! از نیستی چه می نالی شکر گن بر نعیم صحت^{۵۲} خویش
صحت و عافیت غنیمت داں از غم نیستی مشو دل ریش

جعفر! آنرا کہ با خدا راه است هیچ مخلوق را نہ رنجاند
ہر چه آید مصیبتش در پیش نہ کند شکوہ^{۵۳}، از خدا داند

جعفر! رازِ خود مگو با زن گر تمنائے آبرو داری
تا توانی طمع مکن از کس گر وقار^{۵۴} خود آرزو داری

جعفر! از غم عیال منال ہر کہ جاں دادہ است، ناں بدہد
استقامت اگر بریں بگنی از خدا ہر چه خواہی، آں بدہد

جعفر! مردماں کہ می بینی مُردگانند، کشتگانِ ہوس
پس ازیں مُردگاں چه امید است چه برآید ز دستِ مُردہ کس

۵۲ بعض نسخوں میں "صحتِ خویش" ہے۔

۵۳ رضا: بکند صبر۔

۵۴ بعض نسخوں میں "از وقار گرتو" ہے۔

۵۵ علوی، رضا: مردہ و بس۔ کئی نسخوں میں یہ شعریوں ہے:

استقامت اگر بدیں کنی از خدا ہر چه خواہی، آں ندہد

جعفر! افسوس، عمر ضائع شد! دوسہ دم خشک و تر غنیمت وال
خردہ روپیہ بہ آخر شد چند پیہ دگر غنیمت وال

جعفر! اگر تو عقل و دین خواہی صحبت جاہل اختیار مکن
جاہل از راہ راست بے خبر است سخن جاہل اعتبار مکن

طرفہ شغلے است شغلِ تمباکو کہ ازین شغل غم فرو گردد
ہدم است این بہ وقت تنہائی طبعِ بادی ازو نکو گردد

جعفر! از جہاں وفا برخاست زانکہ بوے وفا نہ می آید
چوں حیا رفت؛ بر وفا چہ سخن کہ وفا از حیا ہی آید

جعفر! وقت آں رسید کنوں دختران را بہ مادران جنگ است
گر پسر با پدر موافق شد ہمہ کس را ز نام او ننگ است

بہ من گفتی کہ کوں خواہم ترا داد بہ سقفِ بامِ راجا رام ساہو
دیارام! این چہ اقرار است و وعدہ برات عاشقان بر شاخ آہو

۵۶ لندن: چوبک راے ساہو۔

۵۷ فارسی اور اردو میں یہ مثل جھوٹے وعدے کے مفہوم میں آتی ہے، اور ایسے کام کے لیے بھی جس کا ہونا محال ہو۔ [برات: وہ تحریر جس کے ذریعے خزانے سے تنخواہ یا کوئی رقم حاصل کی جاسکے۔ مجازاً: حصہ، مقرر معاوضہ۔

سوال وصل پر ہلنا پری رو! تیرے اہوکا اشارہ ہے، برات عاشقان بر شاخ آہوکا
ناخ (اردو لغت)

جعفر! ہندوان و کا-تھ^{۵۸} ہا فیض بخش اند و نیک ذات ہمہ
ہمہ گوہر فشان و دریا دل از کرم چشمہ حیات ہمہ

جعفر! ہر کرا بہ قہر خدا عادتے شد بہ خلق کوں دادن
کے دہد زر، کہ حاملہ زن را ہرج جان است ساعت زادن

جعفر! غم مخور، مشو بے دل دست گیر تو شاہ جیلانی^{۵۹} است
کفش او تاج اولیا آمد در شدائد بہ نامش آسانی است

جعفر! ہر کہ شد بہ صدق و نیاز سگ درگاہ شاہ^{۶۰} جیلانی
ہمہ شیراں بہ پیش او چوسگ اند در دل خویش بالیقین دانی

سمدھن اندر خانہ با حسن و نزاکت چوں پری
دل بہ سیر و گشت دارد از رہِ قجہ گرمی
لیک از ناداری خود بر نمی آید بروں
آرے، آرے، عصمت بی بی است از بے چادری^{۶۱}

۵۸ کا-تھ: کا-ستھ۔

۵۹ بعض نسخوں میں ”شاہ مرداں“ ہے۔ چوتھے مصرعے میں ”آسان است“ ہے؛ لیکن یہاں ”شاہ
مرداں“ درست نہیں، ”شاہ جیلانی“ ہی درست ہے۔

۶۰ نعیم: شاہ مردانی۔

۶۱ عصمت بی بی از بے چادری، یا عصمت بی بی است از بے چادری، یہ مثل فارسی اور اردو دونوں
زبانوں میں مستعمل ہے۔ ایسے موقعے پر کہتے ہیں جب کوئی شخص محض کسی مجبوری کی وجہ سے گناہ
سے باز رہے۔

چو امجدؒ خانی آمد بو علی را کہ ہست از شوم طبعی سخت بدرگ
 بہ تاریخ خطاب خانی او بہ گوش دل خرد گفتا ”چغل سگ“
 (۱۱۱۳ھ)

شاہ اورنگ زیب عالم گیر بود قدسیؒ سرشت از نیکی
 گفت تاریخ رحلتش جعفر بادشاہؒ بہشت از نیکی
 (۱۱۱۸ھ)

۶۲ یہ قطعہ کس کے لیے کہا گیا ہے، اس سلسلے میں یقین کے ساتھ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آثار الامرا میں ایک امجد خاں کا حوالہ ملتا ہے جو معروف تاریخی شخصیت سید محمد جون پوری کے بیٹے تھے۔ سید محمد جون پوری کے احوال کے تحت لکھا گیا ہے: ”اس کے لڑکے سید امجد خاں اور سید اشرف مناسب منصبوں اور عمدہ خدمتوں پر فائز ہوئے۔ پہلے سید امجد کو ”خان“ کا خطاب ملا اور تیرہویں سال جلوس عالم گیری میں..... وہ لشکر کا مجتنب مقرر ہوا“ [آثار الامرا، جلد دوم، ص ۵۲۱]۔ مگر ”بو علی“ الجھن میں ڈالتا ہے اور بہ ظاہر یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ شاید یہ کوئی اور شخص ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اُن کے نام کا مجبور ہا ہو۔

نعیم میں حاشیے پر اختلاف نسخ کے تحت ایک خطی نسخے کے حوالے سے ”ابجد خانی“ لکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے تاریخ ادب اردو میں ”ابجد خانی“ ہی لکھا ہے [جلد دوم، حصہ اول، ص ۹۳]۔ علوی اور بعض دوسرے نسخوں میں ”امجد خانی“ ہے اور میرے نزدیک یہی ہونا چاہیے۔ میری رائے میں ”امجد“ کی جگہ ”ابجد“ کتابت کی غلطی ہے۔

۶۳ علوی: چوں سفر کرد از جہان تاریکی (کذا)۔

۶۴ کلکتہ اور بعض دوسرے نسخوں میں ”بادشاہے“ ہے۔ جالبی صاحب نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے (ایضاً، ص ۹۳)۔ جالبی صاحب نے غور نہیں کیا کہ اس صورت میں تو ۱۱۲۸ اعداد ہوتے ہیں جو اورنگ زیب کی تاریخ وفات نہیں ہو سکتی۔ مزید یہ کہ ”بادشاہے“ سے مصرعے کی معنویت بھی برقرار نہیں رہتی۔ ”بادشاہ بہشت“ کو ناقل نے ”بادشاہے بہشت“ بنا دیا۔ ایسے تصرقات ناقلین کرام کا معمول ہیں۔

نعیم میں دوسرا مصرع اس طرح ہے: ”چوں سفر کرد از جہان تاریکی“ اور صحیح مصرعے کو حاشیے پر اختلاف نسخ کے تحت لکھا گیا ہے۔ نعیم میں اسی صورت حال جگہ جگہ سامنے آتی ہے، اس لیے اس پر تعجب نہیں ہونا چاہیے۔

رباعیات

گر کون گایم، ز تنگیش دل ریش است و رگس گایم، فراخی از حد بیش است
الحال من و دست من و جلق زون تنگی و فراخیش بہ دست خویش است

اے بیگم من! مباحس با من کپٹی با بیوہ زناں چند تو باشی لپٹی
در مذہب عاشقی روا کے باشد من بے تو زنم جلق، تو بے من چپٹی

در مقعد یار خان من گواہی چوں کپر رود مثال پائی پائی
فریاد کند بہ ہر طرف از چپ و راست پھائی پھائی تلے سے پو پو پھائی

۱۔ کلیات سعدی کا ایک ایسا مطبوعہ نسخہ میں نے دیکھا تھا جس کے آخر میں ایک رسالہ مطائبات و مضحکات پر مشتمل بھی شامل تھا؛ مجھے یاد پڑتا ہے کہ یہ رباعی غالباً میں نے اُس میں دیکھی تھی۔ کلیات کا وہ نسخہ اب میری دسترس سے باہر ہے اور یہ کہ یادداشت پر بھروسہ کر کے کوئی قطعی بات نہیں کہی جاسکتی [یادداشت دھوکا بھی دیا کرتی ہے، کئی بار اس کا تجربہ ہوا ہے]۔ یہ رباعی پیش نظر کئی نسخوں میں شامل ہے، اس بنا پر یہ مان کر کہ یہ جعفر ہی کی رباعی ہوگی، میں اسے شامل متن کر رہا ہوں۔

۲۔ جن نسخوں میں یہ رباعی شامل ہے، اُن سب میں پہلا مصرع ”من“ کے بغیر ہے۔ ”من“ کا

اضافہ میں نے کیا ہے، کیوں کہ اس کے بغیر وزن درست نہیں ہوگا۔ یہ قیاسی تصحیح ہے۔

۳۔ بعض نسخوں میں ”کرنائی“ ہے۔ میں نے کلکتہ اور آزاد کی مطابقت کو ترجیح دی ہے۔

چوپائیاں

جعفر! پوت پوت وہ، جو پکڑے چال کچال پُرکھوں کی گت چھانڈ کر، لیوے زل سنبھال
یہ کہبت تجھ پر بنی اور من میں لاگے نیک ”ڈوبا بنس کبیر کا، جو اچھے پوت کمال“

جب لگ گھر میں ڈرب، دھن، تب لگ نیکی جوئے چیرا، چیری، پوت، دمی، سبھی..... ہوئے
یہ جب ہوز دھن کھکھ، کوئی نہ پوچھے بات کھاتے پیتے جگ ملے، اوسر ملے نہ کوئے

جعفر! نت وواد سے ڈھولے ہو گئے کیس گھر میں نار بھرتی رہے گرگٹ کے سے بھیس
جو چا ہو سکھ چین تم، ڈگر چلو گھر چھانڈ جس گھر میں سمپت نہیں، تاسوں بھلا بدلیں

دہرے

بہت گئی، تھوڑی رہی، کرو نہ جیو اداس، جعفر! سمرن پیو کی گاؤ لالت، بھاس^{۱۱}

جعفر! اب کیا کیجیے، جو بن چلیا رؤس^{۱۲} پھیر نہ آوے جو بنا، لاکھوں دے گھوس

۱ چھوڑ کر۔ ۲ کہبت: کہاوت۔ ۳ یہ مشہور کہاوت ہے، اولاد کے خراب ہونے کے موقع پر کہتے ہیں: اولاد خراب ہوتی ہے، تو خاندان برباد ہو جاتا ہے [جامع الامثال]۔

۴ دُزب: مال، دولت، جائداد، سونا چاندی۔

۵ چیرا: ملازم، خادم، چھیلا۔ چیری: ملازمہ، خادمہ، لونڈی۔ ۶ دمی: بیٹی۔

۷ اوسر: بنجر زمین۔ مجازاً: مفلس آدمی۔ ۸ وواد (بیاد): اختلاف، جھگڑا۔

۹ دھولا: سفید رنگ کا۔ کیس دھولے ہو گئے: بال سفید ہو گئے۔

۱۰ سمپت: خوش حالی، برکت، ترقی، دولت۔ ۱۱ لالت: ایک راگنی کا نام۔

۱۲ بھیروں ٹھاٹھ کے ایک راگ کا نام۔

۱۳ رؤس کر چلا: ناراض ہو کر چلا گیا۔ ”جو بن نامہ“ میں جعفر نے لکھا ہے:

دریغا کہ جو بن چلا روس کر اللے تلنے کا گھر موس کر

جوابِ رقعہٴ سیدِ اٹل

شنوائے سخنِ داں برادرِ عزیز
 کتابتِ فرستادہ بودی، رسید
 اگرچہ منم در زتلِ نامور
 بہ فکرِ دقیق تو صد آفریں
 بہ دیدارِ تو گشتہ ام بے قرار
 منم کم تریں بندہ شاگردِ تو
 کپٹ کھوٹ تیرے سخن میں نہیں
 ہمارا تمھارا اگر ہو ملاپ
 سخنِ گرچہ چوں دُر، لالی بود
 چو..... من و تو ہم است از وطن
 فرستادہٴ شعرِ خود با صلاح (کذا)
 بہ دیدارِ تو دل تپیدن گرفت
 خدا در جہانت گرامی کند
 تجھے دے خدا پھول پھل، دودھ پوت
 وہ سبحان ہے پاک پروردگار
 اٹل نارنولی توئی با تمیز
 ترا عمر بادا و دولت مزید
 تو ہم سفتہٴ خوب سلکِ گہر
 بہ تحسین تو ساکنانِ زمیں
 ملاوے مجھے اور تجھے کردگار
 شب و روز دریا دو در و درِ تو
 سخنِ فہم تجھ سانہ دیکھا کہیں
 تو گاویں خوشی ساتھ با ہم الاپ
 دلے جائے اُستادِ خالی بود
 ہی خواہمت نامور ہر زمن
 بہ نزدِ منِ حسہٴ بے گناہ (کذا)
 ز بجرِ تو غم سرکشیدن گرفت
 بہ فضل و کمالات نامی کند
 بہ فرمانِ حَیِّ الَّذِی لَایْمُوت
 اُسی پر کروں جان و تن میں نثار

۱۔ رقعات کے حصے میں یہ منظوم خط موجود ہے، متن سے متعلق حواشی وہاں دیکھے جائیں۔

محمد اشرف:

محمد اشرف پیغمبران است نہ ایں اشرف، کہ مردودِ زمان است!

شاہ زادہ محمد اعظم:

نگین سلیمان کہ تابندہ بود ہمیں اسمِ اعظم برو کندہ بود!

اشعار

شنو اے شاہِ عالم گیر! اِنی عبدک دھنگ
 رکھو تم مہر ہمنہ پر، کہ تم ہو چھتر پت بے شک
 ہمن ہیں فیلی منگوسی، نہ لو ہمنہ ستی ٹکر
 ہمن ہیں مونگری حق کی، اُتال اب مت کرو جھک جھک!

۱ "ایک دن جعفر کسی شخص محمد اشرف نامی کا جمع کہہ کر لے گیا: محمد اشرف پیغمبران است۔ شخص مذکور نے مطلق پروانہ کی اور شعر کی داد نہیں دی۔ جعفر نے خفا ہو کر فی البدیہہ یہ پیش مصرع بہم پہنچایا: نہ ایں اشرف، کہ مردودِ زمان است" (حافظ محمود خاں شیرانی، [مقالاتِ شیرانی، جلد نہم، ص ۳۱۹] بہ حوالہ چہستانِ شعرا، ص ۶۹-۶۷)۔

۲ "چوں پیش اعظم شاہ باریاب شد، ایں شعر در مدح او بدیہہ گفت: نگین سلیمان صلہ لائق بہ جائزہ ایں مطلع یافت" [نکات الشعراء، طبع اول، ص ۳۰]۔ یہ پوری عبارت ایک لفظ کی تبدیلی کے ساتھ تذکرہ شورش میں منقول ہے [تذکرہ شورش، مرتبہ محمود الہی، ص ۲۷۹]۔

۳ مندرجہ ذیل اشعار اس کتاب کے حصہ نثر میں ہیں۔ یہ مناسب خیال کیا گیا حصہ نثر میں شامل ایسے جملہ اشعار کو یہاں (حصہ نظم میں) بھی شامل کر دیا جائے تاکہ حصہ نظم ہر لحاظ سے مکمل ہو جائے۔ ہر شعر کے تحت متعلقہ ماخذ کا حوالہ دے دیا گیا ہے۔

۴ اخباراتِ سیاہہ دربارِ معلیٰ، اندراج ۱۲۔

ألا يا أيها الپوں پوں! اٹلم، دھوکڑم، ہالک
 فاتی شہنشاہ، ملک را مالک
 فحافوا، واخذروا منی، کہ ہم ہیں دھینگ والدھوکڑ
 گے لکو، گے جھکو، گے مجذوب، گے سالک^۵

یا ایہا الذہنکیر! توئی دھینگ والدھکڑ
 انی بسیف ہجرک مذبوح کا البقرۃ

لوڑا بہ شوق تو ہمہ شب چاق و بے اٹک
 چوں خوب زاعنول چقاچق و دھن کٹک
 چشم در انتظار غیاغت و پترچوں
 شوقی الی الپٹاخ حمر غجی الغجک
 وہ ٹنگے الوسیع سزاوار اچ کھینچ
 حالا نصیب غیر شدہ، لیس فیہ شک

یا ولد الحرام اٹک وعمک چدگڑ
 اٹک بھڑوۃ و خالک پدگڑ
 اشرب لبنی لا خیر فی بکاپک
 اخ تھو، اخ تھونی گانڈ آباپک^۵

۵ ایضاً، اندراج ۱۲۔ ۶ ایضاً، اندراج ۲۲۔ ۷ ایضاً، اندراج ۲۳۔ ۸ ایضاً، اندراج ۲۶۔

بیائے بال باندھے دھینگ میرے بڑا سٹکھ ہو جو بیٹھوں سنگ تیرے
 اکیلی رات کو تجھ بن چداؤں چدا کر ساس کو تہمت لگاؤں
 نہیں تجھ سا کوئی بھڑوا و گنڈیا الہ آباد سے لے تا بہ ہنڈیا
 بیا اٹھال اے بھیکن، ابھی ری وگرنہ پھاٹ جاگی چوت میری

بشنو اے رنڈی، نگنڈی، لنڈ بار من ز رفتار تو ہستم بے نیاز
 آنکھ او جھل ہرچہ خواہی آں بکن ڈھینگ ڈھونڈ اور بھوسری ارزاں بکن
 میں نہ رکھی مہر تیرے پوت پر اے چھنلیا! تھوک تیری چوت پر
 زودی آیم بہ تو پھٹل، ادھیڑ بل میں تیری خشک موسل دوں گھسیڑ

چچ دانی کونیاں را ذوق شمشیر از کجاست
 شیر مرداں را بجای شیرِ مادر خورده اند

ہر آں طفلے کہ گردِ بادہ گردد اگر رستم بود، کوں دادہ گردد

انا الذی چود ابن البھانڈ فی الدہر نخواہد بود مثلی بھڑوا فی الشہر
 فکیف حیلتی یا ایہا الکہر بھڈ اقم یکون الکانڈ کالنتہر

غپ غپک الاوہ من لچر چوں غچ غچہ الکھتہ ہل من مزید

ایا اہل الدو مھوکی و البغارا پٹاری اللنڈ و النعپ الشپارا
 ثلاثہ ثلاثہ لذنو شاکا ققم فی اللیل خد موٹھ الشپارا

۱ ایضاً، اندراج ۳۹۔ ۲ ایضاً، اندراج ۵۰۔ ۳ ایضاً، اندراج ۵۵۔ ۴ ایضاً، اندراج ۵۹۔
 ۵ ایضاً، اندراج ۶۱۔ ۶ ایضاً، اندراج ۶۶۔ ۷ ایضاً، اندراج ۷۰۔

يَا أَيُّهَا الْجُوْثُ أَنَا دَهْغْرُكَ الدِّهْنِ الْغَالِبِ وَالْمُسْتَنْدَا
 فِي غَجِّكَ الْغَجِّكَ دَائِمَ الْقَرَارِ هَذَا ذُنْدَا وَلِنْدَا
 تَحْتِكَ الْغَارُ كَالْيَمِّ الْجَحِيمِ مَحْرَقٌ وَغَرِيقٌ
 لَكَ زَوَارَةُ الْخُصِيِّينَ وَهِيَ أَسْوَدُ اللَّوْنِ كَالْهَنْدَا
 لَوْ كَانَ غَجِّكَ الْغَاجِ فَبِهَا خُذِي لِنْدَا
 يَا لِنْدَا كُلُّ لَوْزَاهَا كَاللِّنْدَا
 إِلَيْكَ شَوْقِي غَالِبٌ وَإِلَى الْبَيْتِ الْكَبِيرِ
 فَانْظُرِي إِلَى وَجْهِ الدُّفُوِّ يَشْبَهُ كَالْمَنَارِ وَالْجَهْنْدَا^{١٥}

حُرْمَتِ اوستادِ كَرُونِ بِهٖ گفتہ جعفر تو راست بنہ^{١٦}

کشتی امید جعفر در بھنورا فنادہ است ڈبکوں ڈبکوں می کند، از یک توجہ پارکن^{١٧}

گر ضرورت بود، روا باشد بے ضرورت چنین خطا باشد^{١٨}

سکہ زد برگندم و موٹھ و مڑ^{١٩}
بادشاہِ تسمہ کش فرخ سیر

١٥ ایضاً اندراج ١٦- ١٧ گفتگو نامہ ملا۔ کے رقعہ بہ شیخ الاسلام۔ ١٨ رقعہ: میتِ راسخ الہیت۔
 ١٩ یہ کہا گیا ہے کہ اسی شعر کی بنا پر مغل بادشاہ فرخ سیر نے ان کو قتل کرادیا تھا۔ اس میں ”تسمہ کش“
 کا لفظ اس طرف اشارہ نما ہے کہ فرخ سیر نے کئی افراد کو گلے میں چمڑے کا تسمہ ڈلو کر، گلا
 گھونٹ کر مروادیا تھا، ان میں ذوالفقار خاں بھی تھے۔ جعفر (بہ خیال غالب) جن کے متوسلین
 میں تھے۔ خیال یہ ہے کہ جعفر نے یہ شعر اسی غم و غصے کے عالم میں کہا ہوگا۔ جالبی صاحب نے
 تاریخِ اردو جلد دوم، حصہ اول میں شورش کے حوالے سے لکھا ہے: ”فرخ سیر کا سکہ لکھنے پر
 بادشاہ کا مزاج برہم ہوا، ان کو بخت میں بھجوادیا (ص ٩١)۔ شیرانی صاحب نے نیل کے حوالے
 سے لکھا ہے کہ وہ شاہی سکہ کی بیت کے جواب میں مضحک نگاری کی بنا پر فرخ سیر کے حکم سے
 قتل کیا جاتا ہے [مقالاتِ شیرانی، جلد نہم، ص ٣٠٨]۔ اس جلد کے مرتب نے حواشی میں ولیم
 نیل کی اصل عبارت بھی نقل کر دی ہے۔

زتل نامہ کردم عدیم البدل کہ ہر مصرع اوست ضرب المثل
 بہ تاریخ اثنا عشر سنہ کط مہ و مہر شد زیں زتل نامہ قط
 خوش آئندہ طبع شاہ و گدا کشائندہ قفل دل ہا سدا
 مسلمان چہ ہندو، سہاگن چہ رائڈ عزیزش بدارند چوں کھپر و کھانڈ
 بہ چشم عدو نیز گردد عزیز ہمہ حرف و ہر لفظ او چوں موپڑ
 اگر چہ سبھی کوڑہ و کرکٹ است بہ ہندی ورنڈی زباں لت پت است
 ولیکن کسی نے بھلی یہ کہی جسے پیو چاہے، سہاگن وہی
 بیا جعفر ایں جا سخن گن تمام
 کہ ما قن و دن است خیر الکلام

ان اشعار کا احوال یہ ہے کہ کلکتہ، برمن، آزاد، سبھی، رضا، نعیم میں یہ اشعار ”در تعریف اورنگ زیب“ کے آخر میں ہیں [کچھ نسخوں میں اس نظم کا عنوان ”ظفر نامہ اورنگ زیب غازی“ ہے]۔ علوی میں یہ سب اشعار ”ظفر نامہ اورنگ زیب“ کے آخر میں بھی ہیں [جس طرح اور نسخوں میں ہیں] اور کتاب کے آخر میں بھی ہیں۔ لندن میں ”ظفر نامہ اورنگ زیب“ کے آخر میں صرف ایک شعر ہے: بہ تاریخ اثنا عشر سنہ کط ہاں مکمل آٹھ شعر اس نسخے میں حصہ منظومات کے ختم ہونے کے بعد ہیں [اُس کے بعد نثری حصہ ہے]۔

بعض قرائن [جن کی تفصیل مقدمہ کتاب میں آئے گی] اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جعفر نے اپنا دیوان خود مرتب کیا تھا۔ ان اشعار کا اندازہ اور ان کی معنویت واضح طور پر اس طرف اشارہ نما ہے کہ یہ اشعار خاتمہ کتاب کے لیے لکھے گئے تھے؛ اس لحاظ سے ان اشعار کے مجموعے کو قطعہ تاریخ خاتمہ کتاب کہنا چاہیے۔ لندن اور اہد نسخہ ہے جس میں انہیں آخر ہی میں لکھا گیا ہے۔ علوی میں دوسرے نسخوں کی رعایت سے انہیں ”ظفر نامہ“ کے آخر میں بھی رکھا گیا اور جس نسخے سے علوی کا متن چھاپا گیا، اُس کی مطابقت میں انہیں آخر کتاب میں لکھا گیا۔ آخر کتاب میں ان کا عنوان یہ ہے: ”تاریخ دیوان، تصنیف مصنف دیوان“۔ بہ ہر طور، میں نے

انہیں خاتمہ کتاب کا جڑ مانا ہے، اسی لیے ان کو صرف آخر کتاب میں رکھا گیا ہے۔ ہاں، علوی
میں آخر کتاب میں ان میں سے چھ شعر ہیں۔ چوتھا اور پانچواں شعر نہیں۔ ”ظفر نامہ“ کے آخر
میں آٹھوں شعر ہیں۔

۲ قط دینا: مخالف کی پتنگ کی ڈور کاٹ ڈالنا۔

۳ موپر: منقہ۔

ضمیمہ (۱)

(مشکوٰۃ کلام)

اس ضمیمے میں ایسا کلام یک جا کر دیا گیا ہے جو قدیم نسخوں کلکتہ (۱۲۰۶ھ)، برلن (۱۲۱۰ھ) اور آزاد (۱۲۱۱ھ) میں، یا ان میں سے کسی ایک نسخے میں یا دو نسخوں میں موجود ہے؛ مگر مرتب کی رائے میں جعفر سے اُس کلام کا انتساب شک سے بری نہیں۔ اس کلام کے متعلق اعتماد کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ جعفر ہی کا کلام ہے۔ اس کے برخلاف، میری رائے یہ ہے کہ یہ جعفر کا کلام نہیں، اُس سے منسوب کر دیا گیا ہے؛ مگر یہ بات میں قطعیت کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ اسی بنا پر ایسے کلام کو مشکوک کلام کے ذیل میں رکھا گیا ہے۔ جب تک کوئی ایسا قدیم تر معتبر ماخذ نہ ملے جس میں اسے کلام جعفر کے تحت رکھا گیا ہو، اُس وقت تک موجودہ صورت حال برقرار رہے گی۔

جن لوگوں نے جعفر کے کلام کو ذرا گہری نظر سے دیکھا ہے، اُن کو خوب معلوم ہوگا کہ زبان اور بیان کا پرانا پن اُس کی ہر نظم میں صاف طور پر نظر آتا ہے۔ وہ حقیقی معنوں میں ریختے کا شاعر ہے، جس کی زبان طواں ہے؛ یعنی فارسی کے ٹکڑوں میں [اور بعض مقامات پر عربی کے لفظوں کے ساتھ] اردو کے لفظوں اور ٹکڑوں کی پیوند کاری اُس کا خاص انداز ہے۔ مشرقی اور قدرت کلام اُس کے ہر جملے اور ہر شعر سے نمایاں ہے۔ زمانہ اُس نے وہ پایا تھا جسے شمالی ہند میں اردو شاعری کا دورِ اول کہنا چاہیے۔ مغل بادشاہ فرخ سیر کے حکم سے اُس کا قتل (بہ خیالِ غالب) ۱۱۲۵ھ [۱۷۱۳ء] میں ہوا، مگر وہ حقیقتاً عہدِ عالم گیر کا شاعر ہے [عالم گیر کا سال وفات ۱۱۱۸ھ ہے]۔ اُس دور میں شاعری کی زبان میں وہ روانی نہیں آپائی تھی جس نے

ذرا بعد کے زمانے میں فروغ پایا۔ جعفر کی شعری زبان کی یہ نمایاں خصوصیت ہے کہ شعر کہتے کہتے اچانک اپنے خاص انداز کی طرف پلٹ جاتا ہے، جس کے نتیجے میں فارسی اردو، فارسی ہندی اجزا کی پیوند کاری کے عجیب الخلقہ نمونے وجود میں آجاتے ہیں۔ یہ انداز ایک طرح اُس کی شاعری کی پہچان بن گیا ہے۔

اگر کوئی ایسی نظم ہمارے سامنے آئے جس میں، اُس کے معمول کے مطابق، مختلف اجزا کی ویسی پیوند کاری نہ ہو جو اُس کے اندازِ بیان کی اہم خصوصیت ہے؛ یا زبان و بیان میں ایسی صفائی، ایسی روانی ہو جو اُس کی نظموں میں بہ طورِ عموم نہیں پائی جاتی؛ تب نظر ضرور اُس کے گی اور ذہن میں سوالیہ نشان ضرور پیدا ہوگا۔

یہاں ایک اور بات بھی کہنے کی ہے۔ جن نظموں کو مشکوک کلام میں شامل کیا گیا ہے، اُن میں سے کئی ایک نظمیں کلامِ جعفر کے قدیم نسخوں میں بھی موجود ہیں [اب تک کی معلومات کے مطابق قدیم نسخے]۔ ان میں سب سے پرانا نسخہ کلکتہ ہے [۱۲۰۶ھ]، پھر برلن [۱۲۱۰ھ] اور پھر آزاد [۱۲۱۱ھ]۔ اس کے اوپر لکھا جا چکا ہے، بہ خیالِ غالب اُس کا قتل ۱۱۲۵ھ [۱۷۱۳ء] میں ہوا تھا؛ اس اعتبار سے اُس کے کلام کا جو سب سے پرانا مجموعہ ہمارے سامنے ہے، وہ اُس کے مرنے کے کم و بیش اسی اتنی سی برس بعد کا لکھا ہوا ہے۔ یہ خاصی طویل مدت ہے۔ اُس کا اندازِ سخن خاص پسند بھی تھا اور عام پسند بھی۔ اُس نے ایسے موضوعات کو بھی شاعری کا حصہ بنایا ہے جن میں ہر شخص کے لیے کشش کا سرو سامان پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُس کی متعدد نظموں میں اشعار کے اضافے ملتے ہیں، ایسی نظمیں بھی ملتی ہیں جو قطعی طور پر الحاقی ہیں [جنہیں ضمیمہ ۲ میں رکھا گیا ہے] اور ایسی نظمیں بھی ہیں جنہیں مشکوک کہا گیا ہے [بہ خیالِ غالب ہیں وہ بھی غیر معتبر]۔ اس سلسلے میں یہ بات خاص طور پر کہنے کی ہے کہ الحاقی کلام کے لیے کسی مدت کا تعین نہیں کیا جاسکتا۔ میں ایک مثال سے اُس کی وضاحت کرنا چاہوں گا۔

مثنوی سحرالبیان کا سال تکمیل ۱۱۹۹ھ ہے۔ اس کے قدیم خطی نسخوں میں

ایک نسخہ وہ بھی ہے جو کتاب خانہ خاص مولوی عبدالحق میں تھا اور اب نیشنل میوزیم کراچی میں ہے۔ ترقیے کے مطابق اس کا سال کتابت ۱۲۰۹ھ ہے، یعنی اس نسخے کی کتابت کتاب کی تصنیف کے کم و بیش دس سال کے بعد ہوئی ہے۔ اس نسخے میں کسی شخص نے [بہ خیال غالب اس نسخے کے کاتب نے، جو خود بھی شاعر تھا] بیان وصل میں سترہ اشعار کا اضافہ کر دیا جو خاصے مبتذل ہیں۔ قیاساً یہ کہا جاسکتا ہے کہ اشعار کا اضافہ کرنے والے نے دیکھا ہوگا کہ یہ کیسی عمدہ مثنوی ہے، اس میں کیسے اچھے مفصل بیانات ہیں، تصویر کشی ہے؛ مگر وصل کا بیان محض تین چار شعروں میں آیا ہے اور ان میں بھی رکھ رکھاؤ ہے۔ اس کی نظر میں یہ بڑی کمی ہوگی۔ اس کمی کو اس نے اس طرح پورا کیا کہ سترہ شعر کہ کر اپنے نسخے میں شامل کر دیے، جن میں خوب چٹک بھڑک ہے۔ یعنی موضوع (بیان وصل) کی دل چسپی نے اسے اس کے لیے آمادہ کیا ہوگا۔ جعفر کے یہاں تو ایسے ”دل چسپ“ موضوعات کی کمی نہیں، غالباً اسی لیے اس کے کلام میں ناقلین نے خوب دخل دیا ہے۔ مختصر یہ کہ تصنیف کے بعد دس سال کے نسبتاً مختصر وقفے میں ایک معروف متن میں غیر معتبر اشعار کا اضافہ ہو گیا۔ کلام جعفر کے خطی نسخوں میں، جو تقریباً اسی برس کے بعد لکھے گئے ہیں، اگر غیر معتبر اجزا اور الحاقی کلام شامل ہو جائے تو اس پر ذرا بھی تعجب نہیں ہونا چاہیے۔

جعفر کی متعدد نظموں کا احوال یہ ہے کہ مختلف نسخوں میں تعداد اشعار مختلف ہے۔ [ایسی نظموں کے حواشی میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے]۔ صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مالک نسخہ نے یا ناقل نے اپنے ذوق کے مطابق، اپنی دل چسپی کے زیر اثر متن کی تبدیلی یا اشعار کا اضافہ ضروری خیال کیا۔

یہ مناسب سمجھا گیا کہ ایسی نظموں کو، جنہیں مشکوک کلام کے ذیل میں رکھا گیا ہے، اس ضمنے میں مکمل طور پر نقل کر دیا جائے۔ ان کا متن بہ طورِ عموم آزاد اور برکن کے مطابق رکھا گیا ہے۔

جواب و سوال شیخ جی بامالزادی

سنا ہے کہ اک شیخ پھلواری کے
 گئے ایک دن مالزادی کے ہاں
 لگے کہنے اُس کی طرف کر خطاب
 کئی دن سے ہے ایک مُردہ پڑا
 کہو تو اُسے کیجیے دفن یہاں
 لگی کہنے، جی ہم سے کیا کہتے ہو
 غرض اذن عام اُس سے جب سن لیا
 پڑی ٹھسیوں اوپر جب اُس کی نگاہ
 یہ دو شخص ہیں کون اے مہرباں
 دونوں شیخ زادے یہ ہمسایے ہیں
 حکایت اگرچہ یہ مشہور ہے

مجرد تھے وہ مارے ناچاری کے
 گسل کی کہاتی تھی بستی جہاں
 کہ سنتی ہو، ہے ایک کارِ ثواب
 میٹر جسے گور ہے نہ گڑھا
 سنا جب انہوں سے یہ طرزِ بیاں
 یہ گورِ غریباں ہے، لُو گاڑ دو
 جہاں تھا خمیر اُس کا، وہاں رکھ دیا
 کہا دیکھ کر اُن کا حالِ تباہ
 کہاتب انہوں نے کہ اے میری جاں
 اِسے مائی دینے کو یہ آئے ہیں
 مجھے اِس سے اک لطف منظور ہے

در وقتِ جماع کردن سخن مولوی بامالزادی

تھے اک مولوی نوجوانِ عزیز
 از انجا کہ تھا مقتضائے شباب
 گئی عضوِ مخصوص پر جب نگاہ
 جو دنیا کے پردے پہ آیا بشر

ولیکن نہایت تھے اہل تمیز
 ہوئے ایک جا فاحشہ سے خراب
 لگے کہنے اُس سے بہ صد اشک و آہ
 اسی رہ سے اُس کا ہوا ہے گزر

۱۔ مؤرخ نسخوں کے علاوہ، یہ نظم آزاد، برلن، لندن میں موجود ہے۔ کلکتہ میں موجود نہیں۔
 ۲۔ یہ نظم آزاد میں شامل ہے۔ برلن، کلکتہ میں موجود نہیں۔ مؤرخ نسخوں (علوی، سمبلی، نعیم) میں موجود ہے۔

سوا اس کے، کیسا مزہ ہے حصول
 کہا سن کے، اے مولوی بے شعور!
 میں سمجھاؤں کیا اب تجھے اس گھڑی
 کہ اوّل لکھا ہے اسی کا بیاں
 درآمدِ نفس کی، مُمدتِ حیات
 ہر اک میں: و نعمت ہیں موجود پس
 کہا، شیخ نے بھی کیا ہے گزر؟
 لگی ہنس کے کہنے کہ سن بے خبر!

دریں درطہ کشتی فرو شد ہزار
 کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

مولوی درخانہ بازن خود

سنا ہے کہ اک مولوی نوجواں
 کہ جب مرد، عورت کا ہو اجتماع
 ہووے قتلِ کافر کا اُس کو ثواب
 گئے بھول، کہ کے بس اس بات کو
 ہوئے دن کئی: سب اُسے منقصی
 وہ کیوں کر ہے، فرمایو تو ذرا
 زن اپنی پہ جب مرد قادر ہوا
 کرے کوئی اس بات کا کیا عمل
 اگر علم ہے بے عمل، حیف ہے

لگے مسئلہ گھر میں کرنے بیاں
 کرے اپنی زن سے جو کوئی جماع
 میں دیکھی ہے اکثر فقہ کی کتاب
 کئی رات پوچھے نہ اس بات کو
 کہا اُن کی بی بی نے، سنتے ہو جی
 کہ کہتے تھے اک روز تم بر ملا
 جو کافر نہ مارے، تو کافر ہوا
 جسے علم ہو اور نہ ہووے عمل
 کہ کیفی ہے، پر سخت بے کیف ہے

۳ یہ نظم آزاد، برلن میں موجود ہے، کلکتہ میں شامل نہیں۔ لندن میں بھی ہے (ص ۶۱)۔ مؤرخ
 نسخوں (علوی، بیہی، نعیم) میں ملتی ہے۔

یہ بات اُس کی سن کر کے دم کھا گئے
 گیا دن گزر، تب ہوا وقتِ شب
 موڈب دو زانو ہو بیٹھے شتاب
 سبق تھوڑا ہی سا اُنھوں نے لیا
 وہ بیٹھی تھی ننگی بہت شوخ و شنگ
 کہ ہر بات کا اُس کے تئیں ذوق تھا
 لگی کہنے، خدمت میں اک عرض ہے
 ہووے جب کہ کافر کا غلبہ زیاد
 خبر جلد لو اس کی، بیٹھے ہو کیا
 کیا زور کافر نے پھر میری جاں
 اگر ہے مسلمان اور دین دار
 یہ سن کر کے، گھوڑے کو کرا یک تنگ
 لگے تیر تودے پہ جوں چھوٹنے
 قضارا کہیں کھائی تھی دالِ ماش
 بھری پیٹ میں آ کے از بس کہ ریح
 سنا جب کہ بی بی نے شور و شغب
 کہا، ہو چکے وار، گولی تمام (کذا)

دل اپنے میں اس رمز کو پا گئے
 ہوئے اہل خانہ سے صحبت طلب
 کرے جس طرح کوئی درس کتاب
 کہ اتنے جُودان کو تہ کیا
 جوانی کی رکھتی تھی دل میں اُمنگ
 خصوصاً پر اس بات کا شوق تھا
 یہ کافر کشی تم کو اب فرض ہے
 مسلمان کو واجب ہے کرنا جہاد
 غنیم آن پہنچا ہے گھوڑے اٹھا
 نظر آئے وہ اُس کے بان و نشاں
 تو جلدی سے اٹھ اور کافر کو مار
 کیا پھر اُنھوں نے وہیں قصدِ جنگ
 لگی گولی بندوق جوں پھوٹنے
 کہ اکثر اُسی پر تھا اُن کا معاش
 ہوئی اُن سے بادِ مخالف صریح
 لگی کہنے، اس کا میاں کیا سبب
 پس اب خالی آواز ہونے سے کام

نسبت نامہ جعفر

سُن رے بے بھائی میرے کھول کہا میں واری تیرے

۲۷
 یہ نظم برلن اور آزاد میں شامل ہے، کلکتہ میں موجود نہیں۔ لندن میں بھی ہے (ص ۳۳)۔ مؤرخ
 نسخوں (علوی، بمبئی، رضا، نعیم) میں بھی ملتی ہے۔ مجھے اس میں بہت شک ہے کہ یہ نظم جعفر

دلی آئے اب دکھ پایا لائے کارن، مول گنویا
 چہل پوری میں ڈیرا لیا ایک نپتیا بھاڑا دیا
 اُستا ہاشم آون لاگے جن کے دیکھے ایشور بھاگے
 ہاشم، قاسم اور بہاری کرنے لاگے باتیں پیاری
 نورو نے جب یکتا پھیرا ہوا کیا، گھر کھویا میرا
 ہنتے ہنتے نسبت لائی صورت، سیرت خوب بتائی
 باتوں باتوں لیا لگائے دلدل میں تب دیا پھنسائے
 سات پانچ مل ایکا کیا بھولا منوا میرا لیا
 جب میں ڈھل کر کیا قبول کوڑا کرکٹ، خاک اور دھول
 قاضی مانگے سوا نپتیا کہاں سوں لاؤں میری مٹیا
 پنچوں نے مل کیا ٹھکانا جب میں یہ دکھ نیا بکھانا
 تب جا نورو منہدی لائی تاکا حال سنورے بھائی
 بیاہ کی زات شہانہ گایا عقد پڑھا میں بی بی لایا
 گھونگھٹ کھول کیا دیکھوں پیچ دینت بیٹھا گھونگھٹ پیچ
 لاکھ نپتیا مہر بندھایا ایسا منہگا دینت پایا
 تب تو من میں یہ کر آئی جو ہو دان، تو ہوئے بھلائی
 ایدھر اودھر دیکھن لاگا دان دیج، نہ ایکو تاگا
 سچ مچ میں یہ ڈلہن پائی کوڑا کرکٹ، بھس اور چھائی
 کھوسی کھاسی، منڈی، لُنڈی منہ ایسا جوں سانپ کی گنڈی
 بنی کے کیا کروں اٹوپ جیسے بیجاپور کی توپ
 ماتھے کی کیا کہوں نشانی جیسے ہاتھی کی پیشانی
 انکھیاں دیکھیں ایسی چھوٹی گانڈ میں جوں گھس جائے لنگوٹی
 دانتوں کا کیا کروں بچار جیسے مینٹی کا آچار

بالوں کا اب کیا کہوں حال
 ہونٹوں کا کیا کروں بیان
 منہ کی اب کیا کروں بڑائی
 بات کہے، نہیں آوے بول
 بیٹھا رہوں میں حجرے بہتر
 اب میں یہ دکھ دیکھا تازہ
 چار پانچ دن بیاہ کو بیتے
 جھگڑا رگڑا آن پارا
 دے دھادم ایدھر اودھر
 دھکم دھکا، تھکم تھکا
 انجر پنجر ٹوٹن لاگے
 لڑتے آلت پکڑے ہاے!
 نورو! تجھ کو کاٹے کٹا
 نورو! تیرے پڑیو کیرے
 نورو! تیرے مریو پوت
 بجلی ہے یا آگ بگولا
 ہاتھی ہو کر مجھ کو پیلا
 نت اٹھ گھر کے باسن پھوڑے
 مگر چکر بہت بناوے
 کھاتی بہت اور کام نہ کرتی
 کام کرے تو ایسا کرے
 سارا دن جب سوتے گنوائے
 ایسا مجھ کو ناچ نچایا
 جیسے نخر کی چھوٹی ایال
 جیسے نانباتی کے نان
 جیسے بیجاپور کی کھائی
 جیسے باجے پھوٹا ڈھول
 جوں پنجرے میں اندھا تیر
 گانڈ پھاٹ ہوئی دروازہ
 بی بی نے تب راہی کیتے
 ہونے لاگی مارک مارا
 اب مولا میں جاؤں کیدھر
 دھوس دھامس، گھوسم گھاسا
 مردے زندے، سوتے جاتے
 ناحق چوٹ جلاہا کھائے
 تیں نے دیا مجھ کو بتا
 تجھ کو مکنا ہاتھی چیرے
 تجھ کو چودے کالا بھوت
 جس سے نام خدا کا بھولا
 چیل جھپٹا مجھ سے کھیلا
 آگ لگا، پانی کو دوڑے
 چوکی نیچے اونٹ چھپاوے
 سارے گھر سوں لڑتی پھرتی
 چولھے کی ہانڈی کھڈی دھرے
 نو تیرہ بائیس بتائے
 جیسا کتیا، تیسرا پایا

ایسے جوہر جس کے نال تو کہے اُس کا کون احوال
 جعفر پیارے، اب کیا کہے تن من دھن تقدیر کو دیجے
 کرم لکھا تھا، سو ہی پایا ناسخ میں یہ دُند مچایا
 دُند کیے کچھ ہاتھ نہ آوے صاحب دے، سو بندہ پاوے

جڑونت نامہ

جب دوپہر کا زور ہو، تب چودنے کاظ ہے
 بھرس جو نکلے چوت کا، پھٹ جائے مہرہ موت کا
 گجنت سا جب جا رہے، رنڈی تلے دم کھا رہے
 دھپنگا دھنگی لائڈ کی، پھٹ جائے مہری گانڈ کی
 جلدی سے شخت پھاڑیے، تن تن کے دھلے ماریے
 آسن نہ ڈھپلا دیجیے، پٹاخ چوما لیجیے
 کپڑا نہ کوئی پاس ہو اور بنت مادھو داس ہو
 خطرہ نہ ہو اغیار سے، جعفر بھرا ہو یار سے
 اور مدعی درگور ہو، تب چودنے کاظ ہے
 اور مست و چکنا چور ہو، تب چودنے کاظ ہے
 اور مدعی درگور ہو، تب چودنے کاظ ہے

بندھیج جب ایسا رہے، جعفر نمایاں یوں کہے
 رنڈی جو چھک چھک چھور ہو، تب چودنے کاظ ہے

۵ نظم کلکتہ میں موجود ہے، آزاد میں کسی نے اسے حاشیے پر درج کیا ہے۔ لیکن میں موجود نہیں۔ کئی موخر نسخوں [جیسے: علوی، نعیم] میں ملتی ہے۔

در بیان کج روی روزگار

رسید وقت بہ پایاں، نماںد شرمِ حضور
لباس و زیورِ شیراں، شغالِ کردہ بہ بر
کنم طریقِ نمایاں بہ عینِ عجز و قصور
سگاں بہ لقمہٴ سنگیں شگفتہ و سرمست
مہ جمالِ دلیراں بہ خاک شد مستور
سمند خستہ و محتاجِ بوے دانہ و گاہ
خراں بہ طعمہٴ رنگیں بہ کامِ دل مسرور
نچر ہمیشہ بہ گل گشتِ سرخوشی و سرور
پلنگ بر درِ خرگوش رفتہ حاجتمند
ہزبرِ جستہ پناہ و تو تسلِ لنگور

۴ اس نظم کو شامل متن کرنے کے سلسلے میں خاصی الجھن اور بہت تذبذب میں مبتلا رہا ہوں۔ یہ خیال بار بار ذہن میں آیا ہے کہ کیا واقعی یہ جعفر کی نظم ہے؟ دو وجہوں سے: ایک تو یہ کہ مختلف نسخوں میں اشعار کی تعداد میں بہت اختلاف ہے۔ مثلاً آزاد اور برلن میں کل ۲۲ شعر ہیں، لندن ۱ میں چالیس شعر ہیں، لندن ۲ میں ۲۳ اور ٹیم میں چھپن شعر ہیں۔ محمدی، رضا اور بمبئی میں ۲۷ شعر ہیں اور بیدار، علوی اور رضا ۲۸ میں ۲۸ شعر ہیں۔ دوسری اور ہم بات یہ ہے کہ جس نے بھی جعفر کے کلام کو توجہ کے ساتھ پڑھا ہے، وہ بہت سے اشعار کے متعلق یہ رائے قائم کرے گا کہ یہ شعر جعفر کے نہیں ہو سکتے، زبان، بیان اور بندش کے لحاظ سے۔ واضح طور پر کسی نو سکھیا کی کارگزاری ہے، مثلاً یہ شعر:

شفیق و شادنی کا بخوا گاہِ امن (کذا)
پراگداس کنھیا غنودہ بر بالیں
عمر خیامِ عرب را بہ خار زار عبور
نہال چند چتر بھج مشوش و رنجور
طباخ کنجڑہ قصائی بہ سیم و زر مغرور
نصیبِ رافض و کتہ درِ غرور و سرور
فقیہ خستہ بہ عسرت برہنہ پائے خراب
پٹھان و سید و سیدی و شیخ سرگرداں

اس نظم کا موضوع ایسا عام پسند ہے کہ جس کو بھی کچھ خُدد ہے شعر گوئی کے سلسلے میں، وہ کچھ نہ کچھ کہہ سکتا ہے۔ رائے تو میری یہ ہے کہ یہ نظم مکمل طور پر الحاقی ہے۔ چوں کہ یہ نظم تین قدیم تر خطی نسخوں: کلکتہ، برلن، آزاد میں موجود ہے، یوں میں نے بہ طور احتیاط اسے مشکوک کلام کے تحت رکھنا مناسب خیال کیا ہے، اور یہ کہ تعداد اشعار میں آزاد اور برلن کی مطابقت اختیار کی ہے۔

نہنگ بردہ اطاعت بہ پیش پتہ دوں
 نشہ بیخ مگیلاں بجائے نخلِ رطب
 نہ داشت آنکہ وقوفِ ادھوتر و کر پاس
 بہ جہتِ کتمل و لنگی فقیہ خستہ و خوار
 خبیث خفتہ بہ ناز و خیس در بند و بست
 رواجِ بھانڈ و بھنڈیلا در انجمن بسیار
 نعوذ باللہ ازیں انقلابِ دورِ فلک
 مرا عجب ز تقاضاے وقت می آید
 ہزار حیف و دریغا کہ آبِ شور و پلید
 دریں زمانہ یکے شد بہاے ہیزم و عود
 دریں زمانہ بیفزود قدرِ سپر و بصل
 نہ ماند عزت و آدابِ علم و پیر و پدر
 نہ ماند صدق و محبت نہ بوے مہر و وفاء
 نہ ماند قدرِ شبِ قدر و حرمتِ رمضاں
 دریں زمانہ بے گفتگوئے مکر و فریب
 بہ خاص و عام بگویند عتمہ و خواہر
 بہ شرمِ خلق بگویند مادر و دختر
 بہ حیرتم بہ کہ گویم، کجا روم، چہ کنم
 خموش جعفر! ازیں گفتگو و لب بر بند
 کہ ہست ایں ہمہ آثارِ دورِ روزِ نشور

در بیانِ نوکری

بشنو بیانِ نوکری، جب گانٹھ ہووے کھوکری
 مردم پریشاں یک دگر، گشتہ سپاہی در بدر
 اُمر اوسب ہیں بے خبر، اُحدی بچارے بے وُقر
 صاحبِ عجب بیداد ہے، محنت ہمہ برباد ہے
 دربار دیکھا خان کا، بیڑا نہ پایا پان کا
 صد پارہ دستارِ کہن، تاپشت ماندہ پیرہن
 بس خستہ و بے حال ہے، ٹوٹی پرانی ڈھال ہے
 کیسے رہیں ایمان سے، عاجز ہمیشہ نان سے
 ہر روز مجرا اُٹھ کریں درکار یکسو گر پڑیں
 دھنیا جلاہا طاق ہے کنجرا قصائی چاق ہے
 ہر صبح ڈھونڈے چاکری کوئی نہ پوچھے بات ری
 چوکی لگیں اور حاضری کھانے پناویں باجری
 دس بیس مجرے میں گئے دس بیس بخششی نے لیے
 راکھیں سپاہی گھاٹ کو چوکی دلاویں رات کو

تب بھول جاوے چوکڑی، یہ نوکری کا حظ ہے
 خوردہ بے خونِ جگر، یہ نوکری کا حظ ہے
 اُسوار پاجی سے بتر، یہ نوکری کا حظ ہے
 اے دوستاں فریاد ہے، یہ نوکری کا حظ ہے
 ٹکڑا نہ پایا نان کا، یہ نوکری کا حظ ہے
 تا آنکہ خستہ شد بدن، یہ نوکری کا حظ ہے
 جامہ مُشک جال ہے، یہ نوکری کا حظ ہے
 بیزار ہیں مہمان سے، یہ نوکری کا حظ ہے
 بے شرم ایسے لڑ مریں، یہ نوکری کا حظ ہے
 دیوٹ قرمساق ہے، یہ نوکری کا حظ ہے
 سب قوم ڈھونڈن لاگ ری یہ نوکری کا حظ ہے
 تس پر چلاویں ناجری یہ نوکری کا حظ ہے
 دس بیس جھگڑے میں گئے یہ نوکری کا حظ ہے
 کوئی نہ پوچھے بات کو یہ نوکری کا حظ ہے

۲۷۹

یہ نظم کلکتہ، برلن، آزاد میں موجود نہیں۔ اس کے اکثر اشعار میں اس قدر نمایاں سطحی پن ہے کہ اسے جعفر سے منسوب کرنا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے۔ نعیم میں اس کے ۲۵ شعر ہیں۔ میں اسے نعیم سے نقل کرتا ہوں اسی طرح جس طرح وہ اس میں چھپی ہوئی ہے۔ کسی نے جعفر کے انداز میں یہ شعر کہے ہیں اور بلحاظ شاعری اس کی سطح خاصی پست ہے۔ رائے تو میری یہ ہے کہ یہ نظم قطعی طور پر جعفر کی نہیں؛ اس کے باوجود ازراہ احتیاط پسندی میں نے اسے مشکوک کلام کے ذیل میں رکھا ہے۔

شش ماہہ حق مردماں برگردن دولتوراں
 روز یکہ آں ماہینہ شد صد داغ اندر سینہ شد
 جب دوڑکوں سب اوٹھ چلے اسوار بیٹھے یوں کلمے
 ہم نام کو اسوار ہیں روزگار سے بیزار ہیں
 نوکر فدائی خان کے محتاج آدمی بان کے
 دیکھو مہاجن کاہیا جن سود کا لالچ کیا
 دم خیز ہو گھوڑا رہا یہ دکھ بچارا سہہ رہا
 گھوڑا رہا بھوکا سدا اور فاقہ شد میاں گد
 یہ نوکری شد پیکھنا بازی گری کا دیکھنا
 تر سے ہمیشہ گیہو کو سمجھا رکھیں اب جیو کو
 جعفر خدا کو یاد کر غمگین دل کو شاد کر

تسپر سواری ناگہاں یہ نوکری کا حظ ہے
 یک پاؤلہ روزینہ شد یہ نوکری کا حظ ہے
 ٹو بچارا نا ہلے یہ نوکری کا حظ ہے
 پارو ہمیشہ خوار ہیں یہ نوکری کا حظ ہے
 تعین بے ایمان کے یہ نوکری کا حظ ہے
 مے قرض پھرنا ہی دیا یہ نوکری کا حظ ہے
 پیشاب کر کے سو رہا یہ نوکری کا حظ ہے
 پیہی کہے میرا خدا یہ نوکری کا حظ ہے
 تاسے بھلا ہے پیسا یہ نوکری کا حظ ہے
 جیسا پیپا پیو کو یہ نوکری کا حظ ہے
 یہ گفتگو برباد کر یہ نوکری کا حظ ہے

قطعے اور رباعیاں

یہ ضمیمہ (۱) جو ایسے کلام پر مشتمل ہے جو کلام جعفر کے تین قدیم خطی نسخوں میں
 یا ان میں سے کسی ایک نسخے یا دو نسخوں میں موجود ہے؛ مگر مختلف وجوہ سے اس کی
 حیثیت مشکوک کلام کی ہے۔ اسی ذیل میں ایک رباعی اور دو قطعے بھی آتے ہیں، جو
 محولہ بالا تین قدیم نسخوں میں موجود نہیں، صرف لندن میں ہیں [جس میں غیر معتبر
 کلام سب سے زیادہ پایا جاتا ہے]۔ مرتب کی رائے میں اندازِ سخن کی بنا پر انہیں
 الحاقی کلام کے ساتھ رکھنے کے بجائے مشکوک کلام کے ساتھ رکھا جانا چاہیے۔ ضمیمہ (۲)
 میں الحاقی کلام شامل کیا گیا ہے، یوں مناسب یہی خیال کیا گیا کہ رباعی اور قطعوں کو
 اس ضمیمے کا حصہ بنا لیا جائے۔

لندن میں ص ۱۸ پر مندرجہ ذیل دو قطعے ملتے ہیں:

بلفتم بچہ را کائے سہی سرو زکوں دادن ترا ہم انفعال است

بگفتا، بر نہ گردم من ازیں فعل کہ آب از تہ خورد، ہر جانہاں است

بر سرین صاف دلبر خایہ را محرم مساز تربیت نا اہل را چوں گردگاں برگنبد است
 کلبہ تاریک کوں روشن نہ شد از شمع کپر پر تو نیکاں نہ گیرد، ہر کہ بنیادش بد است
 یہ قطعے کسی اور نسخے میں نہیں۔ جعفر نے بہت سے قطعوں میں چوتھے مصرعے کے طور
 پر فارسی امثال یا فارسی کے معروف مصرعوں کو شامل کیا ہے، اس لحاظ سے دیکھا جائے
 تو یہ دونوں قطعے اسی انداز کے معلوم ہوتے ہیں۔ مشکل یہ ہے کہ اعتماد کے ساتھ
 ان کو جعفر سے منسوب نہیں کیا جاسکتا، یوں کہ یہ صرف لندن آ میں ہیں، جو غیر معتبر
 کلام کا گویا مخزن ہے اور اس کے وہ اندراجات جو کسی قدیم اور معتبر نسخے میں نہیں
 ملتے، اس وقت تک قابل قبول نہیں ہو سکتے جب تک وہ کسی معتبر ماخذ میں نہ ملیں؛
 اس بنا پر بہتر صورت یہی ہے کہ انھیں مشکوک کلام کے ساتھ رکھا جائے۔ اسی ذیل
 میں یہ رباعی آتی ہے جو صرف لندن آ میں ہے (ص ۱۹ پر):

باسادہ رُنے نشینی، انگشتش کن ورناز کند، دو تنگہ در مشتش کن
 آں گاہ بغلطان و سر کشفش گیر انگشت شکم [ششم؟] دردہن پشتش کن

جمیل جالبی صاحب نے تاریخ ادبِ اردو جلد دوم، حصہ اول میں جعفر
 کے احوال کے تحت لکھا ہے: ”کلیات میں جو بہادر شاہ کے نام سے بھی ایک قطعہ
 ملتا ہے“ [ص ۹۳] اس کے بعد یہ ”قطعہ“ لکھا ہے:

اے شاہِ زناں تاجِ شہاں بر سر تو یا جوج و ماجوج بود لشکر تو (کذا)

آثارِ قیامت ز جہنم آشکار (کذا) دجال توئی و خانِ خاناں خر تو

جالبی صاحب نے حوالہ نہیں دیا، مگر یہ ”قطعہ“ لندن آ سے ماخوذ ہے۔ یہ کسی دوسرے
 نسخے میں موجود نہیں۔ صرف لندن آ کی سند پر اسے قبول نہیں کیا جاسکتا۔ ایک بات
 اور: یہ رباعی ہے، قطعہ نہیں۔ جالبی صاحب نے اسی تاریخ میں یہ قطعہ بھی جعفر سے

منسوب کیا ہے [ص ۹۷]:

جعفر زبلی! از لب تو چوت بہتر است در آبداری از سخت موت بہتر است
در حق بندگان خدا انچہ گفتہ لاجول می کنم، کہ ز تو بھوت بہتر است
یہاں بھی انھوں نے اپنے ماخذ کا حوالہ نہیں دیا۔ ادبیات (ص ۱۰) اور جمہوری
(ص ۲۰) میں یہ قطعہ ملتا ہے:

اے جعفر! از تو طائفہ بھانڈ بہتر است و ز موسل تو او کھلی رائڈ بہتر است
از ہر دہان خویش (کذا) کہ یادش نمی بری ہقا کہ ہاں (از؟) دہان بدت گانڈ بہتر است
یہ دونوں قطعے کسی اور نسخے میں نہیں ملتے۔ صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا قطعہ،
پہلے قطعے کو سامنے رکھ کر گڑھا گیا ہے۔ قیاساً یہ کہا جاسکتا ہے کہ پہلا قطعہ کسی نے
جعفر کی ہجو کے طور پر کہا ہوگا [انداز بیان یہی بتاتا ہے] اور دوسرا قطعہ اُس کی نقل
ہے یا اضافی ہجو۔ بہ ہر طور، موجودہ صورت میں یہ دونوں قطعے کلام جعفر میں شامل
نہیں کیے جاسکتے۔ [دوسرا قطعہ: اے جعفر از تو..... قاعدے کے مطابق تو ضمیر ۲ کے
تحت لکھا جانا چاہیے تھا، کیوں کہ یہ واضح طور پر الحاقی ہے؛ مگر پہلے قطعے جعفر زبلی
..... سے تقابل کی ضرورت سے اسے یہاں لکھا گیا ہے۔ ویسے یہ دونوں قطعے غیر
معتبر کلام ہی کا حصہ ہیں]۔

لندن ۱ میں ص ۱۹ پر یہ قطعہ لکھا ہوا ہے جس کے پہلے اور دوسرے مصرعے کے کئی لفظ
پڑھے نہیں جاتے]:

دالِ ماش توئی مثال..... در از ہمہ بیش
گر ترا می خورد و می گوزند شکرِ نعمت کنند از پس و پیش
یہ کسی اور نسخے میں موجود نہیں۔ تصدیق کے بغیر اسے کلام جعفر میں شامل نہیں کیا
جاسکتا، لندن ۱ کی سند کافی نہیں۔

لندن ۱ میں ص ۳۹ پر ”درہجو قاضی گوید“ کے عنوان سے چار شعر ہیں۔ یہ شعر
 جمہوری میں بھی ہیں، کسی اور نسخے میں یہ نہیں ملے۔ جب تک کوئی معتبر ماخذ نہ ملے،
 اُس وقت تک اعتماد کے ساتھ ان کو کلامِ جعفر میں شامل کرنا غیر مناسب ہوگا۔ اشعار
 نقل کیے جاتے ہیں:

زنِ قاضی کہ پارساے زماں ست دل سرا پردہٴ محبتِ اوست
 دخترِ او کہ زرِ نئی گیرد گردنم زیرِ بارِ منتِ اوست
 پسرِ او کہ نورِ دیدہٴ ماست دیدہ آئینہٴ دارِ طلعتِ اوست
 پانزدہ روز ہر سہ را گایم ہر کرا پنج روزہ نوبتِ اوست

~~~~~

## ضمیمہ (۲)

### [الحاقی کلام]

کلیاتِ جعفر کے مختلف خطی اور مطبوعہ نسخوں میں نثر اور نظم کے ایسے اجزا بھی ہیں جن کو معتبر کلام کے طور پر قبول نہیں کیا جاسکتا۔ کچھ نظمیں ایسی ہیں جن کی زبان اور بیان میں ایسی روانی، ایسی صفائی ہے جو کلامِ جعفر اور عہدِ جعفر سے قریب کی نسبت نہیں رکھتی [ایسی نظمیں مشکوک کلام کے تحت ضمیمہ (۱) میں رکھی گئی ہیں]۔ انہی کے ساتھ ایسی نظمیں بھی ہیں جو واضح طور پر کسی نو آموز اور کم استعداد شخص کی تخلیقات معلوم ہوتی ہیں۔ جعفر کی زبان اور بیان میں جو پختگی، مشاقی اور درست بیانی ہے، وہ ایسی نظموں میں مفقود ہے۔ جعفر با استعداد شخص تھا، جو عربی سے نا آشنا نہیں تھا، فارسی سے خوب واقف تھا اور ریختے کا مزاج شناس تھا۔ اُس نے ملواں زبان لکھی ہے، لیکن ہر سطر اُس کی علمی استعداد اور شاعرانہ مہارت کی شہادت دیتی ہے۔ جب ایسی نظمیں اُس کے نام سے سامنے آتی ہیں جن میں معمولی لفظوں کو بھی درستی کے ساتھ اور سلیقے کے ساتھ استعمال نہیں کیا جاسکا ہے، بیان اُکھڑا اُکھڑا سا ہے اور زبان اُس خوبی سے یک سر خالی ہے جسے جعفر کا حصہ کہنا چاہیے اور جو اُس کی پہچان بھی ہے؛ تب یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ بعض دوسرے لوگوں کی کم استعدادی سے گراں بار نا پختہ مشقِ سخن کو جعفر کے کلام میں ملا دیا گیا ہے۔ کئی الحاقی نظموں کے آخری شعر میں جعفر بہ طورِ تخلص آیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مجہول الاحوال جعفر کے کلام کو جعفر زئی کے کلام میں ملا دیا گیا ہے۔ یہ مجہول الاحوال جعفر

خاصاً کم سواد اور کم مشق معلوم ہوتا ہے۔

لندن ایسا مجموعہ ہے جس میں الحاقی اجزا سب سے زیادہ ہیں۔ وہ ساری نظمیں اور نثری اجزا جو اس نسخے میں تو ہیں، مگر کسی دوسرے قدیم نسخے [کلکتہ، آزاد، برکن] میں موجود نہیں، ایسے اجزا کو کسی سند کے بغیر کلامِ جعفر کے طور پر قبول نہیں کیا جاسکتا۔

اس ضمیمے میں ایسے کلام کو یک جا کر دیا گیا ہے، یا اُس کی نشان دہی کر دی گئی ہے جو مختلف نسخوں میں [خاص کر لندن میں] ہے مگر تدوین کے اصول اور طریقہ کار کے مطابق وہ اعتبار کے اُس درجے میں نہیں کہ اُسے شامل کتاب کیا جاسکے۔ ایسے کلام کی تفصیل درج کی جاتی ہے؛ پہلے نثری حصہ، پھر منظومات۔

نثر:

”اخباراتِ سیاہہ دربارِ معلیٰ“ کلیاتِ جعفر کے نثری حصے کا پہلا جُز ہے، متن کا آغاز اسی سے ہوتا ہے۔ اُس کی تمہید میں یہ وضاحت کی جا چکی ہے کہ نسخہ لندن میں اس ”سیاہہ“ کے تحت ایسے بہت سے اندراجات ہیں جو معتبر نہیں۔ کسی شخص نے بعد کے زمانے میں اُن کا اضافہ کیا ہے۔ یہ بھی لکھا جا چکا ہے کہ لندن کے ایسے کسی اندراج کو اس کتاب میں شامل نہیں کیا گیا۔

بہمنی میں ص ۲۰ پر ”درو عظ و تنبیہ“ کے عنوان سے ایک عبارت ہے۔ یہ وعظ ادبیات میں بھی ہے [اور بہ خیالِ غالب بہمنی سے منقول ہے]۔ ان دو موخر نسخوں کے سوا، یہ وعظ پیش نظر کسی اور نسخے میں نہیں۔ واضح طور پر یہ الحاقی عبارت ہے۔ اس میں دو قطعے بھی ہیں، اور وہ بھی الحاقی ہیں۔ [ضمیمہ ۱ کے آخری حصے میں بھی ان میں سے ایک قطعے پر گفتگو کی گئی ہے]۔ بہمنی میں ص ۲۲ پر ایک رقعہ ہے، اس کو پڑھ کر صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص نے جعفر کے رقعات کو سامنے رکھ کر مشق کم



سوادی کی ہے۔ عبارت میں اس حد تک اناڑی پن شامل ہے کہ وہ ہر سطر سے چھلکا پڑتا ہے۔ یہ قطعی طور پر الحاقی ہے۔ یہ رقعہ ادبیات میں ص ۱۳ پر ملتا ہے۔ وہ وعظ اور یہ رقعہ، یہ دونوں نثری اجزا ان دو موثر نسخوں کے سوا اور کسی نسخے میں نہیں ملتے، یوں یہ کسی ایسے ماخذ کا حصہ نہیں جس کو کلامِ جعفر کے سلسلے میں معتبر ماخذ کا درجہ دیا جاسکے۔ پہلے جہمی سے رقعہ نقل کیا جاتا ہے:

”دریں ایام کھڑا کھڑا انجام کہ آشناے روزگار و ساہوکار بے وقار دست از لیوا دیوی کھینچے داں کہ دریں وقت مبلغ یک صد ہن، ہن بلا کھن پھن مایہ چپ چاپ و کٹھن ولتہ زیر کھتہ مایہ سود و لٹھ رسانیدہ آید۔ زیادہ چوں پوں نہ کند۔“

نثرِ جعفر کی نقالی گھٹیا پن اور کم سوادی کے ساتھ ایک ایک لفظ سے ظاہر ہے۔ اس کے بعد جہمی ہی سے ”وعظ“ بلفظہ نقل کیا جاتا ہے، کم سوادی آمیز نقالی اس کے بھی ہر جملے سے نمایاں ہے:

”اے عزیز! ایں چند کلمہ سے وعظ را در سمجھ بوجھ آر کہ مُردن بر حق است بہ حکم کل نفس ذائقۃ الموت۔ و ایں مداں کہ جب سستے، تب پیڑے۔ یہ خوب جان لے کہ چار دن زندگانی را عشق است، باقی پر پوں اور چہ چون است۔ سوا اللہ بارک اللہ چہ جان است کٹھن مشکل پیش تو می چکد و دفتر آگے بو رامی اکدو اٹکل پچکل می خورد۔ پیچھے ناک گھسنی می بری۔ پس ہماں بہ کہ ایں جال جنجال را در اینچ کھینچ می بری و بہ سراسر پکڑے بہ مراد دل بری۔ دندنا باش۔“

جب پلاس پھولن پر آوے پات پات کر آپ لٹاوے  
کالا منہ کر جگ دکھلاوے تب تو لالین کی لالی پاوے  
ایں تانا ریری خوب نیست و ہنسی کھیل نباشد کہ گنوار کی بیٹی بو بو

جی نانوں۔ خود را جھاڑ پچھاڑ کر دیکھ۔ تو کہ در کوچہ لالچ و حرص و ہوا  
 اُفتی، مگر ہموں کہاوت است: لکھو بندریا چاہے پان ❖ اُڑ گئی  
 چٹیا، رہ گئے کان۔ تو زروانی راہ لے، والا نہ کل دھوبی کا کتا گھر کا  
 نہ گھاٹ کا۔ حق و ناحق در غم و الم چوں زیں پیش شوی و در اندوہ و  
 غم چرامی دوی، مگر کہ یفعلن اللہ ما یشاء و تکلم ما یرید۔ انچہ شدنی  
 بود شد، اے زٹل ہشیار شو کہ وقت از دست برفت۔ رباعی  
 (کذا):

اے جعفر! از تو طائفہ بھانڈا است وز موسلِ تو او کھلی رانڈ بہتر است  
 از ہر دہانِ خویش کہ یادش نمی بری ہقا کہ ہاں (از؟) دہانِ بدت گانڈ بہتر است“

ادبیات میں ص ۱۳ پر دو رقعے ہیں جو قطعی طور پر الحاقی ہیں۔ صاف طور پر  
 معلوم ہوتا ہے کہ جعفر کے بعض رقعوں کے کچھ جملوں کو جوڑ جاڑ کر عبارت بنائی گئی  
 ہے۔ پہلا رقعہ:

”میر صاحب قدر شناس، گھر چور، سراپا ستیاناس سلامت۔  
 امروز گھر گھڑا ہٹ البرق فی البہرام و گر پڑت العمارات فی  
 الہدام از بوندا باندی و برسا برسی از کیچڑ و الچھاڑ (کذا)  
 بر سر است۔ و کیچڑ ریڑی در ریری گشتہ (کذا)۔ انشاء اللہ تعالیٰ  
 اگر رو بہ خشکی آرد، کو د پھاند در خانہ اللمہر بان دھس پنت می نماید۔  
 بیت:

کشتی جعفر زٹلی در بھنور افتادہ است  
 ڈبکوں ڈبکوں می کند از توجہ پار کن

زیادہ چہ بیزار کاری نماید (کذا)۔“

جعفر کا رقعہ ”بہ نام شیخ الاسلام“ سامنے رکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ جعفر کے عمدہ

جملوں کو لے کر گھٹیا سی عبارت بنالی گئی ہے۔ اس خط کو میں نے خاص کر اسی لیے نقل کیا ہے کہ یہ واضح ہو سکے کہ کس طرح جعفر کے انداز کی عبارتیں تیار کی گئی ہیں۔ دوسرا رقعہ جو ادبیات میں ہے، اُس کا عنوان ہے: ”رقعہ شوہر“:

”برخوردار من سلامت۔ مدتے شد کہ از بوسا بوسی و چوما چائی  
دور شدہ۔ خاطر نگراں می باشد۔ باید کہ بہ مجرد ورود ہذا از قیمہ این  
جا شوند، والا از ہمسایگان غچا غش کنانیدہ خواہش شد۔“

اس کا بھی وہی احوال ہے جو اوپر والے رقعے کا ہے۔ [لندن، بمبئی اور ادبیات؛  
ان تینوں نسخوں کے جو اندراجات دوسرے نسخوں میں نہ ملیں، انھیں مشکوک یا غیر  
معتبر اجزا کے ذیل میں رکھا جانا چاہیے۔ اُن کو کلام جعفر مان کر نقل نہیں کیا جانا  
چاہیے۔ میں نے اس کتاب میں ایسے کسی اندراج کو شامل نہیں کیا۔]

## آل نامہ

کلیات جعفر کے کئی موخر نسخوں میں ایک معروف تحریر ”آل نامہ“ مختلف  
عنوانات کے ساتھ ملتی ہے: بمبئی، ادبیات: شرح بعضے احوالات زمانہ۔ نعیم: شرح  
بعضے اصطلاح زمانہ۔ رضا: روزمرہ۔ علوی، بیدار، محمدی: شرح بعضے اصطلاح  
احوالات زمانہ۔ یہ تحریر جعفر کی نہیں، ملا دو پیازہ کی ہے۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ  
لندن، جس میں غیر معتبر اندراجات اچھی خاصی تعداد میں ہیں، اُس میں اسے ملا  
دو پیازہ کے نام سے دزج کیا گیا ہے؛ اس نسخے میں ترقیے کے بعد بسم اللہ الرحمن  
الرحیم کے ساتھ نئے صفحے سے اس کو شروع کیا گیا ہے، عنوان ہے: ”من کلام ملا  
دو پیازہ رحمۃ اللہ“۔ اس کا قلم کاتب نسخہ کے قلم سے مختلف ہے، یہ کسی اور شخص کے قلم  
کا لکھا ہوا ہے۔ شیرانی صاحب نے ایک مضمون لکھا تھا ملا دو پیازہ سے متعلق، جو  
مقالات شیرانی جلد نہم میں شامل ہے، اُس میں انھوں نے لکھا ہے:

”محمد صادق، شاہ جہاں کے عہد کا ایک نہایت ممتاز مصنف

اور مورخ ہے، اُس کی تاریخ صحیح صادق اور طبقاتِ شاہ  
 جہانی..... نہایت مشہور ہیں۔ یہی مصنف ایک اور ضخیم کتاب  
 شاہدِ صادق نامی کا بھی مصنف ہے۔ شاہدِ صادق میں متعدد  
 موقعوں پر ملا دوپیاڑہ کے ”النامہ“ کے حوالے اور اقوال ملتے  
 ہیں۔ میرے پاس جے مل تھار کی ایک بیاض ہے جو ۱۰۶۲ھ و  
 ۱۰۶۷ھ میں نقل ہوئی ہے۔ اس بیاض میں دوپیاڑہ کا ’النامہ‘  
 موجود ہے جو خود جے مل کا نقل کردہ ہے“ [ص ۲۹۵]۔

شیرانی صاحب نے ایک حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ ”النامہ“ کا نام ’مرآتِ المضحکین‘  
 ہے“ [ایضاً ص ۲۹۶]۔ ظاہر ہے کہ اسے کلیاتِ جعفر میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔  
 ہاں، کلکتہ، آزاد اور برلن میں یہ ”النامہ“ شامل نہیں ہے۔

نظم

رضا ۲ میں ص ۹۰ پر ایک تمس ہے، جس میں اکیس بند ہیں [یہ تمس کلامِ جعفر  
 کے کسی دوسرے نسخے میں شامل نہیں]۔ پہلا بند:  
 جب میں سنا کہ بیاہ رچاتے ہیں شیخ جیو      نسبت کو اپنی آپ ڈھنڈھاتے ہیں شیخ جیو  
 مشاطوں کو گھر سے بلاتے ہیں شیخ جیو      سن شریف اُن سے چھپاتے ہیں شیخ جیو  
 جانا کہ مسخرے ہیں، کہاتے ہیں شیخ جیو

۱۔ یہ ال نامہ بہت دل چسپ ہے، تعلیم سے اس کے بعض الفاظ نقل کیے جاتے ہیں:  
 الخدا: خوانِ یغما۔ الفرشتہ: چغلِ مخفی۔ الخوش دامن: جاسوسِ نزدیکی۔ المحتسب: آلتِ قاضی۔  
 انجران: قبہ بے خریدار۔ المتقدی: کون پرست۔ المسجد: گوزگاہِ مسافراں۔ الوکیل: مجتہدِ درویش۔  
 گو۔ الزویہ: قاضی الحاجات۔ الخخال: پاسبانِ کس۔ القاتم الدہر: کس بیوہ زاناں۔ القائم  
 اللیل: کپیر مجزداں۔ القانون گو: چغلِ موروثی۔ الطالب علم: نقارہ خدا۔ الزویہ: کس کہنہ۔  
 الضوئی: گردابِ فریب۔ المنلس: کانِ تصوف۔ الافغان: تودہ جہالت۔ المجاور: کس بے حیا۔  
 البمشیر: عیب دانِ موروثی۔

تحمس جعفر کا نہیں، سودا کا ہے اور ان کے نول کشوری کلیات میں موجود ہے۔ ڈاکٹر  
 تحمس الدین صدیقی کے مرتب کیے ہوئے کلیات سودا [ناشر: مجلس ترقی ادب،  
 لاہور] میں بھی یہ تحمس شامل ہے، اس پر یہ حاشیہ لکھا گیا ہے: ”سب نسخوں میں  
 شامل۔ ۱۱۷۴ھ سے پہلے کی تصنیف۔ نسخہ حبیب میں موجود ہے۔“ [نسخہ حبیب سے  
 مراد ہے نسخہ مخزونہ شروانی کلکشن، آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ]۔  
 اس نسخے میں اٹیس بند ہیں، مرتب نے حاشیے میں مزید کئی بندوں کا حوالہ دیا ہے۔  
 مختصر یہ کہ اس تحمس سے جعفر کا کچھ تعلق نہیں، بلاشبہ یہ سودا کا ہے۔ [ہاں، نول  
 کشوری نسخہ کلیات سودا اور کلیات سودا مرتبہ تحمس الدین میں ردیف ”شیخ جی“  
 ہے۔]

”بھوت پڑا نامہ“ کے عنوان سے ایک تحمس کلام جعفر کے کچھ موخر نسخوں [مثلاً  
 علوی، بمبئی، نعیم] میں ملتا ہے۔ [نعیم میں ”بھوت پڑا نامہ“ ہے]۔ اس میں  
 سترہ بند ہیں۔ پہلا بند:

ورد پڑھ ناد علی، راکس و پتال کو باندھ      ورد پڑھ ناد علی، جن و گرو لال کو باندھ  
 ورد پڑھ ناد علی، بھیروں و گھڑیاں کو باندھ      ورد پڑھ ناد علی، پھولوں کے سر بال کو باندھ  
 ورد پڑھ ناد علی، لے خرد جال کو باندھ

درمیان کا ایک بند:

شیر مرداں سے ڈریں بیر، ملی و ہنوت      دوزباں تیغ علی شہ سے پلنگا ہے ڈرنت  
 نامِ دلدل سے ہووے قلعہ لنگا تھرنت      خاک ہو دیو، جو ہو صورت ہاتھی کے مہنت  
 ورد پڑھ ناد علی، بھونیاں بھوپال کو باندھ

آخری بند:

کیوں نہ جعفر ہو شاخوان شہ حیدر کا      صدق باطن سے ہو خاک در حیر کا  
 ہے نہ سواس اسے بھوت وسیہ اثر در کا      روز و شب یاد رکھے نام علی حیدر کا

ورد پڑھنا و علی، مصدر و جال کو باندھ

یہ تمس کسی قدیم نسخے میں نہیں، انتہا یہ ہے کہ لندن آ میں بھی نہیں۔ اس کی زبان صاف طور پر بتاتی ہے کہ یہ نہ جعفر کی تصنیف ہے اور نہ عہد جعفر کی۔ بعد کے زمانے کی چیز ہے۔ یہ خالصتاً الحاقی نظم ہے۔ غالباً یہ تمس اسی جعفر کا ہے جس کا مندرجہ ذیل مسدس ہے۔

اسی عنوان ”بھوت بڈارنامہ“ کے تحت اس تمس کے بعد ایک مسدس ملتا ہے۔ یہ بھی کسی قدیم نسخے میں نہیں، صرف کچھ موخر نسخوں (علوی، بمبئی، نعیم) میں ملتا ہے۔ اس میں بارہ بند ہیں۔ پہلا بند:

ہو بید سے باہر، تو اسے چھوڑ کے چل جا      باندھوں گا عبث بھاگ، مرے آگے سے نکل جا  
کر اور کسی آدم و حیواں پہ عمل، جا      اب آ تو کہا مان، شتابی سے نکل جا  
بسم اللہ الحمد کی برکت سے نکل جا  
یا شیشے میں ہو بند، نہیں آگ میں جل جا

آخری دو بند:

گھیرا ہے تجھے میں نے، لے آئے خرملعوں      شد آدو یزید و شمر و بخت سیہ دوں (کذا)  
مجھ ورد کا اب غلبہ ہوا ہے دل محزوں      کیوں کا نپتا ہے آؤ نکل مفسد بدگوں  
بسم اللہ الحمد کی برکت سے نکل جا

سرپانو سے گر آگ میں، چل خاک ہو، جل جا  
ہے جعفر مسکین کو ثنا خوانی حیدر      بس صدق و صفا سیتی ہے مداح قلندر  
ہوتا نہ وہم مجھ کو طفیل شہ خیر      اے عالم جئات بحق آل پیمبر (کذا)  
بسم اللہ الحمد کی برکت سے نکل جا

بیمار کے رخ رنگ کو صحت سے بدل جا  
اس مسدس کا بھی وہی احوال ہے جو اس تمس کا ہے۔ یہ دونوں نظمیں جعفر تخلص کے کسی دوسرے شاعر کی مشق سخن کا نتیجہ ہیں۔ کلام جعفر زبلی سے ان کا کچھ تعلق، کچھ

واسطہ نہیں۔ یہ قطعی طور پر الحاقی نظمیں ہیں۔

کچھ موخر نسخوں (مثلاً علوی، بمبئی، نعیم) میں ”کچھوانامہ“ کے عنوان سے ایک تحمس ہے جس میں ۳۳ بند ہیں۔ یہ کسی بھی قدیم نسخے میں موجود نہیں۔ اس کی زبان اور بیان کا وہی احوال ہے جو محولہ بالا تحمس اور مسدس کا ہے۔ یہ قطعی طور پر الحاقی کلام ہے۔ یہ تحمس بھی اسی ”جعفر“ کا ہے جس نے مندرجہ بالا تحمس اور مسدس کہا ہے۔ آخری بند ہے:

جعفر بچارا سید مجروح پائے لنگ      اخلاص مند سید کیا شیخ ہے بتنگ (کذا)  
ہوتا ہے مارے فکر کے کرکوں بے درنگ (کذا)      سب کی خوشی کو کھودا ہے یا قوتِ دل زسنگ  
امید وارِ گل ہے علی کے چمن ستی

یہی ایک بند یہ واضح کرنے کے لیے کافی ہے کہ اس کی زبان اور بیان کا جعفر سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ یہ بعد کے زمانے کے کوئی ”سید مجروح پائے لنگ“ جعفر ہیں۔ تخلص کے اشتراک سے دھوکا کھاگر، ایک کا کلام دوسرے کے نامہ اعمال میں لکھ دیا گیا۔ اس تحمس کا پہلا بند ہے:

کہتا ہوں کچھوے نامے کو نادر سخن ستی      سن مر جا کہو گے مجھے اس بچن ستی  
مشہور ہے یہ بات کفوے زمن ستی      کچھوے کو شیخ جی نے دعا دی تھی فن ستی  
تس کا کروں بیان، سنو جان وتن ستی

لندن ۱ میں ص ۹۳ پر ایک نظم عنوان کے بغیر ہے۔ یہی نظم بمبئی میں ص ۱۲ پر ہے اس عنوان کے ساتھ: ”در بیان زین خود گوید“۔ اس میں سولہ شعر ہیں۔ پہلا شعر:

پیر محمد صالح سائیں      جھوٹے بولوں ڈھول بجائیں  
درمیان کے چند شعر:

ہاتھی ہو کر پلین لاگی      چھینا جھپٹن کھیلن لاگی

گاری دے کر مارن کودی ایسی جو رو گدھوں چودی  
 کہ کر میرا پکڑا آگا تب تو میں جب تڑپھن لاگا  
 ہے ہے بی بی چھوڑ، میں بولا تب اُن چھوڑا میرا لولا

آخری شعر:

سوچ نہ کر اب جعفر پیارے بگڑی بات خدا ہی سنوارے

میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ وہی جعفر ”سید مجروح پائے لنگ“ ہیں جن کا ذکر اوپر آیا ہے، یا کوئی اور ہیں۔ زبان و بیان سے خیال ہوتا ہے کہ وہی ہوں گے۔ زبان و بیان کے لحاظ سے جیسی وہ نظمیں ہیں، ویسی ہی یہ بھی ہے۔ لندن اور بمبئی کے سوا یہ مجھے کسی اور نسخے میں نہیں ملی۔ جعفر زٹلی سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔

لندن ۱ میں ص ۸۷ پر ایک نظم ہے جس کا عنوان ہے: ”تعریف میر صاحب  
 گفتہ اند“۔ بمبئی میں یہ نظم ص ۱۲۳ پر ہے، وہاں اس کا عنوان ہے: ”قصیدہ در  
 تعریف غلام محی الدین صاحب“۔ پہلا شعر:

میر صاحب غلام محی الدین نام تو در جہان فیض و یقیں  
 آخری شعر:

ہر کہ بر دولت تو آہ کند روے او را خدا سیاہ کند  
 در میان کے دو شعر:

لولہ و لنگڑہ را توئی غم خوار ٹوٹ و پھوٹ را توئی دلدار

اونٹ در چشم ہمتت مکڑی فیل چوں بھیڑ و اسپ چو بکری

لندن میں پندرہ شعر ہیں، بمبئی میں بارہ شعر ہیں۔ یہ نظم کسی اور نسخے میں نہیں۔ یہ واضح طور پر الحاقی ہے۔ اسے شامل کتاب نہیں کیا گیا۔



لندن ۱ میں ص ۶۴ پر ایک تضمین ہے جس میں کریمہ کے چند مصرعوں پر  
مصرعے لگائے گئے ہیں۔ پہلا شعر:

کہا خانِ دوراں نے بے سنگھ سے جا کریمہ بخشا لے برحالِ ماں  
لندن ۱ میں کوئی عنوان نہیں۔ یہ نظم لندن ۲ میں بھی ہے اور وہاں اس کا عنوان ہے:  
”سوال جوابِ خانِ دوراں باراجہ بے سنگھ در مصالحتِ مرہٹہ گفتہ“۔ موخر نسخوں میں  
سے یہ بمبئی اور نعیم میں ہے۔ بمبئی میں تو یہ شاید لندن ۱ سے منقول ہوئی ہوگی  
اور نعیم میں صراحت کر دی گئی ہے کہ یہ لندن ۲ سے منقول ہے۔ اس طرح اصل  
ماخذ ایک ہی قرار پاتا ہے، یعنی لندن ۱۔ اس میں لفظوں کو جس کم سواد کی ساتھ  
استعمال کیا گیا ہے، وہ یہ واضح کرنے کے لیے کافی ہے کہ یہ نظم جعفر کی نہیں۔ مثلاً  
چند شعر نقل کیے جاتے ہیں:

صلحِ مرہٹہ سے کرے نابکار      مباحِ ایمن از بازی روزگار  
کیا میں نہ کچھ فوج کا بندوبست      چہل سال عمرِ عزیزت گذشت  
دینا چوتھ کا تم کرو اختیار      کہ مرد از سخاوت شود بختیار  
جو اُن سے لڑائی ادا می کنی      خطا می کنی و خطا می کنی  
ہر آنکس کند مرہٹے سے فساد      دہد خرمین زندگانی بہ باد  
نذر کرد شمشیر تا میر باش      بہ لطف و سخاوت جہاں گیر باش  
اس نظم میں بیس شعر ہیں۔ یہ واضح طور پر الحاقی ہے۔

نعیم میں ص ۱۷۳ پر ایک نظم بہ عنوان ”لشکر گہی نامہ“ ہے۔ مرتب نے یہ نہیں  
بتایا کہ یہ نظم اُن کو کہاں ملی۔ میرے سامنے جتنے نسخے ہیں، یہ اُن میں سے کسی میں  
نہیں۔ صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص نے، جو خاصاً کم استعداد ہے، جعفر کی  
نظم ”در بیانِ نوکری“ کو سامنے رکھ کر کچھ شعر بنا لیے ہیں۔ اس میں اُنہیں شعر ہیں۔  
چند شعر نقل کیے جاتے ہیں لفظ بہ لفظ اسی طرح جس طرح وہ نعیم میں ہیں: [

اوپر جھڑی تل کچھ ہے، خرجی نگاہوں بیچ ہے  
 آنا جو پایا بیر کا، سو بھی نیپا سیر کا  
 روٹی پکائی کھاٹ کی، تلوار باندھی کاٹھ کی  
 سب لوگ ٹھاڈھے عرض کوں گھر گھر پھرس پے عرض کوں  
 جب دوڑ کر سب اٹھ چلے، اسوار بیٹھے ہی گلے  
 دبلا ٹوچہلے دھنسنے، جوں ہی گرا بازاری ہنسنے  
 نفر ترسیں ہمیشہ نان کو، میاں گئے کمان کو  
 مجھے بہت تعجب ہے اس پر کہ مرتب نے اس نظم کو کلیاتِ جعفر میں کس طرح شامل  
 کر لیا۔ انہوں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ ”لشکر گہی کا ذوق“ کے معنی کیا ہوئے۔

بہمنی میں ص ۲۹ پر اور ادبیات میں ص ۱۴ پر ”درخواستِ شادی“ کے عنوان  
 سے گیارہ اشعار ہیں۔ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کسی نو سکھی نے یہ شعر گڑھے  
 ہیں۔ جعفر کی شاعری سے ان کا دور کا بھی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ ان دو نسخوں کے سوا  
 یہ کسی اور نسخے میں نہیں۔ چار شعر نقل کیے جاتے ہیں:

شہنشاہ نوشہ کی ہے اک عرض  
 مردے دل میں آیا کہ شادا کروں  
 ہو بی بی بیچی یا کہ باندی بیچی  
 ہو چوڑی پیشانی، بڑھے سر کے بال  
 عروسوں کی خدمت میں یہ بے غرض  
 مذکر ہوں میں، ایک مادا کروں  
 پہ شکل و شمائل میں ہووے اچھی  
 بھویں دونوں ہوں ماہِ نو کی مثال

لندن میں ص ۱۷ پر ایک نظم ہے جس کا عنوان ہے ”دور نامہ گوید“۔ اس کے  
 پہلے دو شعر یہ ہیں:

گیا اخلاص عالم سے، عجب یہ دور آیا ہے  
 نہ یاروں میں رہی یاری، نہ بھائیوں میں وفاداری  
 ڈرے سب خلق ظالم سے، عجب یہ دور آیا ہے  
 محبت اٹھ گئی ساری، عجب یہ دور آیا ہے  
 اس میں کل چودہ شعر ہیں۔ یہ رضا، ۲، ادبیات، علوی، بیدار، بہمنی اور نعیم میں

شامل ہے، ان نسخوں میں اس کا عنوان ہے: ”دستور العمل در اختلاف زمانہ  
 ناہجاز“۔ اس نظم کو پڑھ کر صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کسی کم استعداد شخص نے جعفر  
 کی نظم ”دستور العمل“ اور دوسری نظم ”در بیان کج روی روزگار“ کے انداز پر اشعار  
 موزوں کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کی زبان اور بیان میں ایسا کچاپن ہے کہ اسے  
 جعفر کا کلام نہیں کہا جاسکتا۔ چند اشعار:

نہ بولے راستی کوئی، عمر سب جھوٹ میں کھوئی  
 اُتاری شرم کی لوئی، عجب یہ دور آیا ہے  
 دغل کرتے پھریں دغلی، چغل کرتے پھریں پغلی  
 بھکل کرتے پھریں بھکلی، عجب یہ دور آیا ہے  
 سپاہی حق نہیں پادیں، نت اٹھ اٹھ چوکیاں جاویں  
 پھریں لوٹے بہت کوئی، جو ملی ڈھونڈتے سونی  
 دیا کرتی رہو جانا، بھلائی سنگ لے جانا  
 کہے جعفر پر کھسیان، عجب یہ دور آیا ہے  
 یہ اشعار گواہی دے رہے ہیں کہ یہ جعفر کا کلام نہیں۔ اسے الحاقی کلام کے تحت رکھا  
 جانا چاہیے۔ اس نظم کا اصل ماخذ لندن ہے، جو بہت سے غیر معتبر اجزا کا مخزن  
 ہے۔ کلکتہ، برلن، آزاد میں یہ موجود نہیں۔

لندن ۱ میں ص ۹۴ پر ایک نظم ہے جس کی ردیف ہے: کہ آخر خاک ہو جانا۔  
 اس پر کوئی عنوان نہیں۔ اس میں تیس شعر ہیں کسی کم استعداد شخص نے یا یوں کہیے کہ  
 عوامی شاعر نے اسے بنایا ہے۔ بعض شعر:

مقرر ایک دن مرنا، قبر میں سخت دکھ بھرنا  
 الہی کرم توں کرنا کہ آخر خاک ہو جانا  
 ہزاروں شہر کے راجا، جنو کھ چاند ہے لاجا  
 نقارہ موت کا باجا کہ آخر خاک ہو جانا  
 محمد پاک پیغمبر، خلق میں چاند سیں انور  
 انھوں پر جان بھی بل بل کہ آخر خاک ہو جانا  
 علی حق راہ کم عالم (کذا) کیا ان زیر سب ظالم  
 رہے نہیں موت میں سالم کہ آخر خاک ہو جانا  
 رسم سے پہلو اسائے کہ وہ سب موت سے ہائے  
 لذت کا کھاوتے کھانا پھرتے ریشمی بانا  
 جنھوں گھر جھولتے ہاتھی، ہزاروں رین دن ساتھی  
 تنوں کوں خاک اب کھاتی کہ آخر خاک ہو جانا

یہ چند شعر ہی یہ واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ یہ عوامی انداز کی ایک نظم ہے۔ یہ قطعی طور پر جعفر کا کلام نہیں۔ یہ بات خاص طور پر کہنے کی ہے کہ کلام جعفر کے جس قدر نسخے میرے سامنے ہیں، بہ استثناء لندن، کسی بھی نسخے میں یہ نظم موجود نہیں۔ انتہا یہ ہے کہ نعیم میں بھی نہیں۔ لندن اور احد نسخہ ہے جس میں [بہت سے دوسرے غیر معتبر اجزا کی طرح] یہ نظم ملتی ہے۔ مجھے اس پر بہت تعجب ہے کہ شیرانی صاحب نے جعفر کے نمونہ کلام کے طور پر ایسی نظم کے نو شعر لکھے ہیں [پنجاب میں اردو، ص ۲۰۱]۔ اسی طرح جمیل جالبی صاحب نے بھی اس نظم کے نو شعر اپنی تاریخ ادبِ اردو میں جعفر کے احوال کے ذیل میں نقل کیے ہیں، ان الفاظ کے ساتھ کہ جعفر نے ”معاشرے کی جیتی جاگتی تصویر اتاری ہے“ [جلد دوم، حصہ اول، ص ۱۰۳]۔ جعفر سے اس جیتی جاگتی تصویر کا کچھ تعلق نہیں، دور کا بھی واسطہ نہیں۔

نعیم میں ”ہجو مادھو داس چوکی نو لیس“ کے عنوان کے تحت (ص ۱۸۸ پر) آٹھ شعر ہیں۔ پہلا شعر یہ ہے:

سنو مادھو الحال پھوڑ کے بین چباوے چنے اور مٹکاوے نین  
 اس شعر کو چھوڑ کر، باقی جو سات شعر ہیں وہ ہجو ”ذوالفقار بیگ کوتوال دہلی“ میں شامل ہیں۔ مرتب نے خود بھی حاشیے میں لکھا ہے کہ ”دا، و ۲ میں ہجو ذوالفقار خاں میں شامل ہیں“۔ اس کے باوجود انھوں نے اسے ایک مختلف اور مستقل ہجو کے طور پر شامل کتاب کیا۔ بہر طور، اس ہجو میں جو آٹھ شعر ہیں، ان میں سے سات شعر تو جعفر کے ہیں [جو ہجو ذوالفقار خاں کا حصہ ہیں] ایک شعر، جو اس مفروضہ ہجو کا پہلا شعر ہے، معلوم نہیں کس کا ہے۔ ہاں، یہ ہجو علوی میں بھی ہے (ص ۲۷) اور اس کی نقل بیدار میں بھی ہے (۵۷)۔ اور کسی نسخے میں یہ نہیں ملی۔

لندن ۱ میں ص ۷۲ پر ”ہجو دیوان یار خاں گفتہ شد“ ہے۔ پرانے نسخوں میں

سے یہ صرف کلکتہ میں ہے (ص ۶۹) اور موخر نسخوں میں سے نعیم میں۔ نعیم میں اس کا عنوان: ”ہجو دیوان محمد یار خاں“ اور کلکتہ میں ”در بیان ہجو دیوان نواب محمد یار خاں“ ہے۔ لندن میں اس کے آٹھ شعر ہیں، یہی باقی دونوں نسخوں میں ہیں۔ پہلا شعر لندن سے نقل کیا جاتا ہے:

دیوانی سے تھیل ہم جادی لگا مائی (کذا) لوٹے اوپر چڑھ بیٹھی تیری گاڈ تلے سے پھائی  
سبھی اشعار کا متن اس قدر سقیم ہے کہ صحیح طور پر پڑھنے میں نہیں آتے؛ بس بعض مصرعے خوانا ہیں، جیسے یہ دو مصرعے:

(۱) جگ میں تم نے اک پیسے میں دن تھوک جو گاڈ مرانی

(۲) بیٹی تیری بارہ دواری، کون کہے وہ کنواری ہے

چوں کہ اس کا متن پوری طرح خوانا نہیں، اس لیے اس کے متعلق کوئی رائے قائم نہیں کی جاسکتی؛ اسی بنا پر میں نے اسے شامل کتاب نہیں کیا۔

لندن میں ”ہجو دائم خاں گوید“ کے عنوان سے ایک ہجو ہے، اس میں سات شعر ہیں۔ شروع کے دو شعر:

بشنو اے زشت روے دائم خاں عت دائم وقائم باد (کذا)

در محل و مکاں کہ می باشی جاے شاشیدن بہائم باد

یہ ہجو کسی اور نسخے میں نہیں ملی؛ اس بنا پر اسے کلام جعفر میں اعتماد کے ساتھ شامل نہیں کیا جاسکتا۔

لندن کے اسی ورق میں شاکر خاں کی ہجو ہے بہ عنوان: ”ہجو شاکر خاں فوجدار ظالم گوید“۔ ابتدائی دو شعر:

بعد توحید (و) ثنائے ذات پاک کردگار واجب آمد ہجو شاکر خاں ظالم فوجدار

بند و بست فوجداری ناید آرے از طمع پیش دست و پیش کارانش ہمہ در گیر و دار

درمیان کے دو شعر:

خوفِ دزداں آں چناں در حدّ ہوڈل پلول است  
تھانہ داراں در میانِ راہ تا حیران چند  
چار شعر اور:

صوبہ خود مفعول و نام او محمد یار خاں  
پس بہ شاکر خاں چہ گویم تھک داڑھی پھٹ منہ  
مطلعِ جور و جفا و منبعِ ظلم و ستم  
قابلِ جوتی و کھلا، لائقِ مکی ولات

اس میں اُن تیس شعر ہیں۔ یہ جو مجھے کسی اور نسخے میں نہیں ملی۔ اس کی زبان اور بیان میں ایسا کچا پن ہے کہ اسے جعفر سے منسوب کرنا درست نہیں ہوگا، معلوم نہیں کس کی بنائی ہوئی ہے!

لندن آ میں ص ۸۲ پر ”ہجو دھرم داس“ ہے۔ یہ کسی اور نسخے میں نہیں ملی [تعمیر میں بھی نہیں]۔ اس میں بارہ شعر ہیں۔

شنوائے قلتباں (و) مردِ چندال  
دھرم داس از چہ رہ گویند نامت  
ادھرمی را اگر گویم دھرم داس  
مبارک باداے کٹن، مچھندر

زن و دختر فروشی در پے مال  
کہ ہستی بتلا در چشم .....  
معاذ اللہ زبانیہم گردد آماں  
کہ در کون تو پیدا شد بھگندر

۱۔ یہ دل چسپ بات ہے کہ اس ہجو کا آغاز جس شعر سے ہوتا ہے [جسے اوپر نقل کیا گیا ہے] اسی شعر سے اُس نظم کا آغاز ہوتا ہے جو در تعریف ”سیدی ابوالقاسم خاں کوتوال دہلی“ ہے۔ اس کا حوالہ ذرا آگے چل کر آئے گا۔

شاکر خاں سے متعلق جمیل جالبی صاحب نے تاریخ ادبِ اردو، جلد دوم، حصہ اول، ص ۹۳ کے حاشیے میں چند سطر لکھی ہیں۔

کسی شخص نے جعفر کی نظم ”ہجو فتح علی خاں“ سے ایک مکمل شعر اور ”قال نامہ“ سے چار مصرعے لے کر اس ہجو کے بقیہ اشعار بنائے ہیں:

نہیں تجھ سا کہیں اوندھا منڈا سا حرامی موت بہرا چوت کا سا  
یہ اس ہجو کا دسواں شعر ہے، مگر یہ دراصل جعفر کی لکھی ہوئی ہجو ”ہجو فتح علی خاں“  
سے بہ لفظ لے لیا گیا ہے۔ اس ہجو کا یہ مصرع: بود در دور بیٹی چود نامت۔ قال نامے  
میں اس شکل میں ہے: بود در شہر بیٹی چود نامت۔ اسی طرح اس ہجو کے یہ دو  
مصرعے: بکونت خشک کیر خردر آمد، مچھند رناتھ بھگندن تو ہستی؛ بہ لفظ فالنامے سے  
ماخوذ ہیں۔

یہ ہجو کسی ایسے شخص کی بنائی ہوئی ہے جو جعفر کی شاعری سے خوب واقف  
ہے۔ اسے کلام جعفر میں شامل کرنا سراسر غلط ہوگا۔

لندن امیں ص ۸۱ پر ”ہجو رائے رایاں“ کے چھ شعر ہیں:

گر بہ عالم نمود شیطان است <sup>۶</sup> ذات ملعون راے رایان است  
کس نہ برداشت بہرہ زیں بے فیض شیطنت بر رخس نمایان است  
نیست از آدمیتش اثرے نطفہ جن و نسل شیطان است  
ہچ کس را نمی دید جاگیر یارب این درد را چہ درمان است  
پاے باقی (کذا) نہفتہ در گس زن جاے تنخواہ مردماں آن است  
روے سگ، موے خرس، خوک نما اے خدا این چہ قسم حیوان است  
یہ ہجو بمبئی میں بھی ہے (ص ۱۲۵)، بہ خیال غالب یہ لندن اسے منقول ہوگی۔ کسی  
اور نسخے میں یہ نہیں ملی۔ ”راے رایاں“ خطاب تھا، مآثر الامرا میں کئی راے رایاں  
کا حوالہ ملتا ہے؛ مگر ان میں سے ایسا کوئی نہیں جو کسی کو ”جاگیر“ دے سکے۔ ”ایں چہ  
قسم حیوان است“ بھی جعفر کی زبان نہیں معلوم ہوتی۔ اس کی عبارتوں میں ایسے  
”ان گھر“ ٹکڑے نہیں ملتے۔ جب تک لندن اس کے سوا (جو اصل ماخذ ہے) کوئی

معتبر ماخذ نہ ملے، اُس وقت تک اسے کلامِ جعفر میں شامل کرنا احتیاط کے خلاف ہوگا۔

لندن ۱ میں ”ہجو رحمت بانو“ کے عنوان سے ایک ہجو ہے جس میں بائیس شعر ہیں۔ یہ کسی قدیم معتبر نسخے میں موجود نہیں۔ موخر نسخوں میں سے بمبئی (ص ۳۹) اور نعیم (ص ۲۰۵) میں ہے۔ اس کی زبان میں ایسا پھوہڑ پن ہے جسے جعفر کے اندازِ بیان سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اوسط درجے کے کسی موزوں طبع نے بازاری انداز سے گالیاں دینے کے لیے نظم کا پیرایہ اختیار کیا ہے۔ شروع کے تین شعر:

سُن ری رحمت بانو پھوہڑ تجھ کو چودے مرزا چوہڑ  
 باپ اور بھائی، مٹا جایا (کذا) تیں نہیں چھوڑا چچا، تایا  
 ان سب سیتی سی چدائی رلیاں ملیاں نئی منائی  
 درمیان ہجو کے چار شعر:

جھانٹوں کی تیں کی زنجیر جس میں جکڑا موٹا پیر  
 دھن یہ مرشد بے تدبیر بیٹی چوکر کھاوے کھیر  
 رحمت بانو کیا لکھوں تو ہے ایسا پیر تجھی کو سو ہے  
 ان گھڑ موسل کھانی تو دھگڑوں کی دیوانی تو

زبان اور بیان کے لحاظ سے یہ قطعی طور پر جعفر کی لکھی ہوئی ہجو نہیں معلوم ہوتی۔ یہ کسی قدیم معتبر نسخے میں موجود نہیں۔ جیسا کہ لکھا جا چکا ہے، لندن ۱ میں اس میں بائیس شعر ہیں، بمبئی میں اٹھارہ شعر ہیں اور نعیم میں انیس شعر ہیں۔

لندن ۱ میں ص ۹۰ پر آٹھ شعر کی ایک نظم ہے: ہر حال مولیٰ شکر ہے۔ یہ اس نسخے کے سوا کسی اور نسخے میں نہیں ملی۔ کسی نو سکھیے شاعر نے جعفر کی نظم ”نو کری کا حظ“



ہے“ کے انداز پر یہ شعر گڑھے ہیں۔ زبان میں کچا پن بہت ہے۔ یہ اشعار مستزاد کے انداز میں ہیں۔ شروع کے دو شعر:

صاحب سوں اتنی عرض ہے... قرض ہے لشکر میں ایسی طرز ہے، یہ داد دینی فرض ہے

ہر حال مولیٰ شکر ہے

گھوڑے نہ بھوکھوں مل سکیں، بے مال کیسے چل سکیں لشکر سوں کیسے مل سکیں، ضامن کے ڈر سے مل سکیں

ہر حال مولیٰ شکر ہے

یہ اشعار بالیقین جعفر کے نہیں۔

لندن میں ص ۶۸ پر ”گانڈو نامہ“ کے عنوان سے ایک نظم ہے، جس میں کل دس شعر ہیں۔ یہ کلکتہ، آزاد، برلن میں موجود نہیں۔ اس نظم کی زبان اور بیان کا احوال وہی ہے جو ”جرنٹ نامہ“ یا ”ہجو رحمت بانو“ کا ہے۔ میری قطعی طور پر یہ رائے ہے کہ یہ جعفر کی نہیں۔ کئی موخر نسخوں مثلاً علوی میں (اور نعیم میں بھی) موجود ہے۔ اس میں دس شعر ہیں۔ چھ شعر نقل کیے جاتے ہیں:

گانڈو جو ہے اس دور میں، سو ہی بلند اقبال ہے

اوڑھے دو شالے، شال ہا، پانوں سے مکھڑا لال ہے

سوندھا لگاوے گات میں، نخر کرے ہر بات میں

اوندھا پڑے ہر رات میں، چھمی اسی کا مال ہے

جیسا مزہ ہے گانڈ میں، ایسا نہیں ہے کھانڈ میں

جو ہو مٹاپا لانڈ میں، جب گانڈ بے پر بال ہے

چسکا جسے ہو گانڈ کا، پھیپھا رکھے سر لانڈ کا

جوں سنگ اینڈل سانڈ کا، یہ گنڈ مروں کا حال ہے

لونڈے ہوئے ہیں گھر بہ گھر، کھاویں نوالے تر بہ تر

بھوکے پھریں چاکر، نفر، بی بی برے احوال ہے

جعفر نہیں گنڈ مار جی، مت ڈر کہ تو ہے یار جی  
رکھتا ہے تجھ سے پیار جی، یہ پیار بھی جنجال ہے

لندن آ میں (ص ۸۴) ”بھوسڑی نامہ“ کے عنوان سے ایک نظم ہے۔ یہ آزاد، کلکتہ، برلن میں موجود نہیں۔ موثر نسخوں میں (جیسے: رضا، علوی، سمبلی، نعیم) موجود ہے۔ اس میں کل اکیس شعر ہیں۔ شروع کے چند شعر نقل کیے جاتے ہیں:

|                                            |                                        |
|--------------------------------------------|----------------------------------------|
| سارا جگت حیران ہے اس بھوسڑی کے کارنی       | جو ہے سوسر گردان ہے اس بھوسڑی کے کارنی |
| مشرق سنی مغرب تلک ہر ہر گھڑی ہر ہر پلک     | در ہر طرف جولان ہے اس                  |
| ہائیل نے قائل کو سوچا جو عزرائیل کو        | اُس بھیم پر یہ دھیان ہے اس             |
| ہنوت بلیر آیا، لنکا کو لوکا لگایا (کذا)    | گنگا جلی ویران ہے اس                   |
| نل نے تجا چودیس کو، راون نے بدلا بھیس کو   | دیوان اور دیوتھان ہے اس                |
| ہاروت ماروت آئے کر، لٹکے کنویں میں جائے کر | یہ بات سب کے کان ہے اس                 |
| کب ہو خدا کی بندگی، یہ تو بڑی شرمندگی      | غفلت سے دن گزاران ہے اس                |

ایک تو یہ کہ قدیم نسخوں میں سے یہ صرف لندن آ میں ہے (جس میں الحاقی کلام بہت ہے) اور دوسرے اس میں زبان اور بیان کا جو کم شاعرانہ انداز ہے، اس کی بنا پر یہ بات اعتماد کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اس کا جعفر سے کچھ تعلق نہیں، یہ الحاقی کلام کا جو ہے۔

نعیم میں ص ۱۹۸ پر غزل نما بارہ اشعار لکھے ہوئے ہیں عنوان کے بغیر۔ پہلا شعر یہ ہے:

من ترا دل دادہ ام، ہشیار باش شوی را بگذار، بامن یار باش  
یہ اشعار علوی میں بھی ہیں ص ۳۰ پر، وہاں عنوان ہے ”زنا کار نامہ گفتہ شد“۔ سمبلی

میں بھی یہی عنوان ہے۔ یہ اشعار کسی بھی قدیم نسخے میں موجود نہیں، لندن آ میں بھی نہیں، بس موخر نسخوں میں ملتے ہیں۔ یہ واضح طور پر الحاقی کلام کے ذیل میں آتے ہیں۔ چند شعر نقل کیے جاتے ہیں، نوشقی اور زبان اور بیان کا ڈھیلا ڈھالا انداز انھی سے بہ خوبی معلوم ہو سکتا ہے:

پشم از گس دور کن وز کیر من      ایں گل و آں کیلہ گو بے خار باش  
 سر بہ بالیں، پائے بر دوش رقیب      گو جہاں در چشم یاراں تار باش  
 من درے خواہم زدن در نیم شب      امشب آحر بہر من بیدار باش  
 خیز و دروازہ کشا تا در روم      بر زمیں غلطیدہ بہر کار باش  
 پائے بر دوشم بکن، کیرم بکس      تا قیامت زیر من ہموار باش

### چٹی نامہ

یہ نظم آزاد اور برکن میں موجود ہے۔ کلکتہ، لندن اور علوی میں موجود نہیں، نعیم اور سمبہٹی میں شامل ہے۔ آزاد میں کل ۶۷ شعر ہیں۔ ان سب نسخوں میں اشعار کا اور متن کا اختلاف بہت ہے۔ نظم کے آخر میں نو اشعار کا ٹکڑا دوسری بحر میں ہے۔ اس نظم کی زبان میں اور بیان میں کچھ پین بہت ہے۔ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کسی نوشقی نے مشق سخن کی ہے یا کسی معمولی درجے کے شاعر نے اشعار بنائے ہیں۔ اس کی زبان اور بیان کو دیکھ کر میری یہ قطعی رائے ہے کہ یہ الحاقی ہے۔ جعفر کا احوال تو یہ ہے کہ کوئی موضوع ہو، وہ کیسا ہی ہو، اس کے ہر شعر سے پختہ بیانی، قدرت کلام اور مشاقی نمایاں ہوتی ہے۔ بندشیں پختہ ہوتی ہیں، ڈھیلا ڈھالا پین نام کو نہیں ہوتا؛ جب کہ اس نظم میں یہ ساری خرابیاں موجود ہیں۔ میں نے آزاد سے شروع کے انیس شعر نقل کر دیے ہیں، انھی سے بہ خوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

چٹی نامے کی بات سن پیاری      میں کہوں بات عشق کی ساری

عشق بازی کا میل چھٹی ہے      دن سبورے کا کھیل، چھٹی ہے  
 سن دوگانا، مری دوگانا جان      چھٹی تیری کا جی رکھے ارمان  
 عشق تیرے نے جی کھپایا ہے      جان کو اپنی میں جلایا ہے  
 وقت بے وقت کی سکھاتی ہے      کیا دوگانا مجھے رجھاتی ہے  
 سوویں ہم تم جو تیج پر پیاری      ڈال کر ہاتھ رات سب ساری  
 تو رگڑ میری، میں تری اے جان      میں مسوسوں تجھے، یہ ہے ارمان  
 رین اندھری، کوٹھری خالی      کیا بنے ایسے وقت میں پیاری  
 شوقِ چھٹی رچا ہے مجھ تن میں      شوق مردوں کا مجھ نہیں من میں  
 کھلیں چھٹی دوگانا، پردوں میں      ایسی لذت کہاں ہے مردوں میں  
 کیا کروں مرد کو، قصائی ہے      بست پر کپڑ کی ڈہائی ہے  
 مرد کے نام سے میں ڈرتی ہوں      صورتِ کپڑ دیکھ مرنی ہوں  
 مرد کھیلے، تو ناف گر جاوے      جب نکالے، تو بست کھوجاؤے (کذا)  
 پھول پان اس کو شوق میں بھیجوں      لال جوڑا پہن کے میں رتجھوں  
 دیکھ بدلی میں مکھ ترا چندا      تارے ہیں چھٹکے، چاندنی پیدا  
 بس اندھیرے میں بجلی چمکی      کیا تری اب ازار میں پھڑکی  
 جب کہ پیالہ شراب کا پیوے      دن دوگانا میں کیسی کر جیوے  
 اے دوگانا تو رحم کر مجھ پر      بست میری کو تیں کیا اتر

رضا، ۲، بمبئی اور علوی میں ایک نظم کا عنوان ہے ”در صفتِ جلوسِ اعظمِ شاہ  
 بعدِ عالم گیر“۔ اس میں اُن تیس شعر ہیں۔ یہ نظم کسی بھی قدیم نسخے میں نہیں، یہاں تک  
 کہ لندن آ میں بھی نہیں۔ موخر نسخوں میں سے نعیم میں بھی نہیں۔ رضا، ۲، بمبئی اور  
 علوی میں ہے۔ اس نظم کی زبان اور بیان کو جعفر کے اندازِ سخن سے دور کی بھی نسبت  
 نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی ”عوامی شاعر“ نے تک بندی کی ہے جس کو یہ بھی  
 نہیں معلوم کہ عالم گیر کے بعد کون بادشاہ ہوا تھا۔ اس میں دراصل سکھوں کو بہت

بُرا کہا گیا ہے نہایت درجہ مبتذل اور خیف لفظوں میں۔ محض بہ طورِ نمونہ علوی سے چند شعر نقل کیے جاتے ہیں [اُسی طرح جس طرح وہ لکھے ہوئے ہیں]:

گذشتہ عہدِ عالم گیر، اعظم شاہ آیا ہے  
 بہادر شاہ غازی نے پلک میں بل مٹایا ہے  
 دکن پر دھوم سے دھایا دکن پر ہاتھ مفت آیا  
 غصہ رچیوت پر کھایا پلٹ اجمیر آیا ہے  
 بھلاے بھیک کے ٹکڑے سپاہی ہو بہت اکڑے  
 جنگل میں جوں چلیں بکرے اگن دوزخ جلایا ہے  
 چپے نس دن بہت مالا کبھی بوڑھا کبھی بالا  
 عجب شیطان کا سالا نیا مذہب بنایا ہے

”نیا مذہب بنایا ہے“ کے تعلق سے باقی اشعار اس قدر مبتذل ہیں کہ ان کا نقل کرنا مناسب نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس نظم کا جعفر زٹلی سے کچھ تعلق نہیں۔ اس کے آخری شعر میں ”جعفر“ بہ طورِ تخلص آیا ہے۔ عین ممکن ہے یہ وہی جعفر ہو جس کی کئی نظمیں اس ضمیمے کے شروع کے حصے میں زیرِ گفتگو آئی ہیں؛ مگر یہ لازم نہیں، کوئی اور شخص بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جان بوجھ کر ایسی نظموں کے آخری شعر میں ”جعفر“ لکھ دیا گیا ہو۔ بہر طور، یہ نظم قطعی طور پر جعفر زٹلی کی نہیں۔

کئی نسخوں میں ایک نظم بہ عنوان ”جنگِ نامہ بہ وقتِ مردنِ عالم گیر“ ملتی ہے۔ یہ نسخے ہیں: لندن ۱، لندن ۲، آزاد، برلن، علوی، نعیم۔ ادبیات میں اس نظم کے صرف چار شعر ہیں۔ پہلا شعر ہے:

اورنگِ زیب جب مر گئے، نیکی جگت میں کر گئے  
 تخت اور چھپر کھٹ دھر گئے، آخر فنا، آخر فنا

اس نظم میں اتکیاؤں شعر ہیں۔ اس کی زبان اور انداز بیان دیکھ کر میرے دل میں اس بارے میں ذرا سا بھی شبہ نہیں رہتا کہ یہ نظم اسی شخص (جعفر) کی لکھی ہوئی ہے جس کی لکھی ہوئی نظم ”در صفت جلوس اعظم شاہ بعد عالم گیر“ ہے۔ ویسی ہی زبان اور ویسا ہی بیان اور وہی انداز و آہنگ جو ”عوامی شاعری“ کا ہو سکتا ہے۔ اس کے شروع کے کچھ شعر آزاد اور نعیم سے نقل کیے جاتے ہیں؛ انھی شعروں سے زبان اور بیان کا انداز بہ خوبی معلوم کیا جاسکتا ہے:

موا خدا کی یاد میں، رگھا اورنگ آباد میں  
 خبریں گئیں بغداد میں، آخر فنا آخر فنا  
 اعظم جو آیا دھائے کر، امراؤ ان کے آئے کر  
 روئے کھڑے سب ہائے کر، آخر فنا آخر فنا  
 اعظم کہے سب خان کو چلتے جو ہندستان کو  
 مجھ شوق ہے گھمسان کو، آخر فنا آخر فنا  
 آگے دھرا بنگاہ کو کہتا ہے والا جاہ کو  
 ماروں معظم شاہ کو، آخر فنا آخر فنا  
 مختار خاں بندی کیا، گھر بار لوٹ اُس کا لیا  
 صد حیف ہے اُس کا جیا، آخر فنا آخر فنا  
 کہتا جو باقی خان ہے گرچہ عظیم الشان ہے  
 قلعہ نہ دیں تاجان ہے، آخر فنا آخر فنا

آخر کے پانچ شعر:

احمد علی قنوجیا اپنا جو منہ کالا کیا  
 اُن نیل کا ٹیکا دیا، آخر فنا آخر فنا  
 اعظم عجب پیارا گیا، کام بخش بھی مارا گیا  
 جیسے شجاع، دارا گیا، آخر فنا آخر فنا

یہ کام بخش کم بخت تھا، امرالکشی کو سخت تھا  
 وہ بھی عجائب رخت تھا، آخر فنا آخر فنا  
 تقدیر سے چارہ نہیں، تدبیر سے ہوتا نہیں  
 بن موت کوئی مرتا نہیں، آخر فنا آخر فنا  
 اے جعفر! تو باخدا می باش باصدق و صفا  
 جان و دل خود گن فنا، آخر فنا آخر فنا

لندن ۱ (ص ۵۹) اور لندن ۲ (ص ۳۲) میں ایک نظم ہے جس کا عنوان ہے:  
 ”در تعریف سیدی قاسم کوتوالِ دہلی“ (لندن ۱)۔ موخر نسخوں میں سے یہ نعیم میں ہے  
 [ص ۲۸۳]۔ اس میں ستائیس شعر ہیں۔ پہلا شعر:

بعد تو حید و ثنائے ذاتِ پاکِ کردگار لازم آمد وصفِ عدلِ کوتوالِ شہریار (کذا)  
 یہ دل چسپ بات ہے کہ دو تین لفظوں کے اختلاف کے ساتھ یہ وہی مطلع ہے جو  
 ”ہجوشا کرخان فوجدار“ میں ہے:

بعد تو حید و ثنائے ذاتِ پاکِ کردگار واجب آمد ہجوشا کرخانِ ظالم فوجدار  
 ان دونوں شعروں کی یکسانی اور ان شعروں سے متعلق دونوں نظموں کی زبان اور  
 بیان کی نوعیت یہ واضح کرنے کے لیے کافی ہے کہ یہ دونوں نظمیں ایک ہی شخص کی  
 لکھی ہوئی ہیں۔ مطلع کو چھوڑ کر شروع کے چار شعر لندن ۱ سے نقل کیے جاتے ہیں:

زانکہ اسمِ باسمنی ہست مستثنائے وقت پاک نیت، پُر شہامت، قدر قدرت، کامگار  
 نام فیضِ انجامِ تو سیدی محمد قاسم است فارسِ میدانِ ہمت، حارثِ ملک و دیار  
 حاتم اندر بذلِ بزمِ رستم اندر ظفر و رزم (کذا) کام یاب و نیک نیت، نامور، عالی وقار  
 چوں دریں دار الخلافہ مقدم خیرش رسید فتنہ در کتمِ عدم شد، عدل و دیں شد آشکار  
 ان کے بعد کے یہ دو شعر توجہ طلب ہیں:

بود شہرِ بادشاہِ عدل گستر، دیں پناہ در خرابی از تغافل ہائے مرزا ذوالفقار

مدتے از علتِ سُستی آں ناقصِ عمل در میانِ شہر ہر سو ڈاکا بود و مار دھاڑ  
 اس سلسلے میں یہ بات ذہن میں رکھنے کی ہے کہ جعفر نے کوتوالِ دہلی مرزا ذوالفقار  
 کی ہجو لکھی تھی جو اُس کے کلام میں شامل ہے۔ ان صاحب نے (اور یہ جو بھی  
 ہوں) نئے کوتوالِ شہر کی مدح کی، اس امید پر:

کن مرا خوشنود بالفعل از کرامتِ ترت پھرت تا دہم فیضِ ترا در ہفت کشور اشتہار  
 یہ اس مدح کا آخری شعر ہے جس سے وجہ مدح معلوم ہو جاتی ہے۔ بہ ہر طور، جو  
 شاکر خاں اور یہ مدح سیدی قاسم ایک ہی شخص کی نگارشات ہیں۔ یہ دونوں نظمیں  
 الحاقی کلام کے تحت آتی ہیں، جعفر زبلی سے ان کا کچھ تعلق نہیں۔

لندن اص ۱۵ پر یہ قطعہ ہے، یہ بمبئی میں ص ۱۲۱ پر ہے:  
 اک نازک تن .... وہ دور کھڑی جھانکے ٹک پیش بیا (گفتم) اب دور کھڑی تاکے  
 دو چار دناں یوں ہی میں نے کیا جا جا کے یک روز بہ دست آمد وہ یار ....  
 یہ کسی اور قدیم نسخے میں نہیں۔ جب تک کسی معتبر ماخذ میں نہ ملے، اسے کلامِ جعفر  
 میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔

بمبئی میں ص ۲۰ پر (در وعظ و تنبیہ کے تحت) یہ قطعہ ہے۔ یہ ادبیات میں  
 ص ۱۰ پر ہے:

جب پلاس پھولن پر آوے پات پات کر آپ لٹاوے  
 کالا منہ کر جگ دکھلاوے تب لالن کی لالی پاوے  
 یہ قطعہ کسی اور نسخے میں موجود نہیں۔ اسے موجودہ صورت میں شامل کلامِ جعفر نہیں کیا  
 جاسکتا۔

کئی موخر نسخوں مثلاً علوی، نعیم میں ایک قطعہ اس طرح لکھا ہوا ملتا ہے:



مرد علی قلی جتماع یارتہ دھر کمرش کھینچ پچھاڑ آرتہ  
 بند ازارات تو کھولارتہ نیفہ من الچوتڑ کھسکارتہ  
 میں نے اس قطعے کو شامل کتاب نہیں کیا، اس وجہ سے کہ اس کے متن کی تصحیح میں نہیں  
 کرسکا، اور دوسری اہم بات یہ ہے کہ یہ قطعہ کسی قدیم نسخے میں موجود نہیں۔

بہمنی میں ص ۱۲۲ پر یہ دو شعر ”چیتان“ کے طور پر لکھے ہوئے ہیں:  
 چھاڑ پر مرغا پکایا دیکھے سارا گانو قسم خدا کی جھوٹ نہیں، سر پر تھے دو پانو

جالی تھی سو جل گئی، پر نہ جلا اک تاگا گھر دھنی کو پکڑ لیا تو گھر کھڑکی سے بھاگا  
 یہ شعر واضح طور پر بعد کے زمانے کے کسی کے کہے ہوئے ہیں۔ جعفر سے ان کا کچھ  
 واسطہ نہیں۔ ہاں، ادبیات میں بھی ص ۱۳ پر یہ دونوں شعر لکھے ہوئے ہیں۔

نسخہ: علوی، بہمنی، ادبیات کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:  
 پہلے نام اسی کا جانو جس نے بل اور لنڈ بکھانو  
 یہ شعر کسی قدیم نسخے میں نہیں، ظاہر الحاقی ہے۔

بہمنی میں ”رباعی“ کے عنوان سے یہ دو شعر لکھے ہوئے ہیں:  
 لالہ بر سینہ داغ چوں دارد عمر کوتاہ و غم فزوں دارد  
 رنگ خوب است و بوزبوں دارد یک مصا سبز زیر کویں دارد  
 یہ اشعار جعفر کے نہیں۔ محمد حسین آزاد نے آپ حیات میں احوال سودا کے تحت لکھا  
 ہے کہ جعفر نے پہلے مصرعے پر سودا سے مصرع لگانے کو کہا تھا، سودا نے تین مصرعے  
 لگائے؛ مگر یہ حکایت آزاد کی بنائی ہوئی ہے۔ انھوں نے اپنے معمول کے مطابق  
 افسانہ تراشا ہے۔ قاضی عبدالودود نے سب سے پہلے اس کی طرف توجہ دلائی تھی

تذکرہ میر حسن کے حوالے سے۔ میر حسن نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے کہ ایک دن جعفر زٹلی، بیدل کے یہاں گئے۔ وہ ایک مصرعے کی فکر میں ”مصروف“ تھے۔ جعفر کے پوچھنے پر بیدل نے یہ مصرعہ پڑھا: لالہ بر سینہ داغ چوں دارد۔ جعفر نے کہا کہ اس میں سوچنے کی بات کیا ہے: چوبکے سبز زیر کوں دارد۔ تذکرہ میر حسن کی اس روایت کے مطابق بمبئی کے منقولہ بالا مصرعوں میں سے پہلا مصرع بیدل کا ہے، اور چوتھا مصرع جعفر کا ہے۔ آب حیات کے مطابق دوسرا مصرع محمد حسین آزاد کا لڑھا ہوا ہے۔ تیسرا مصرع کس کا ہے، معلوم نہیں۔

علوی، بمبئی، نعیم کے آخر میں کئی اشعار جعفر کے نام سے لکھے ہوئے ہیں، ان میں یہ شعر بھی ہے:

جعفر بہ کوے یار اگر بھیڑ بھاڑ ہے تو بھی گھسر پسر کے جلدی گھسار چشم  
یہ شعر کسی قدیم نسخے میں نہیں۔ لندن میں بھی نہیں۔ البتہ قائم چاند پوری نے اپنے تذکرے مخزن نکات میں خواجہ عطا عطا کے نمونہ کلام میں جو دو شعر لکھے ہیں، یہ شعر ان میں شامل ہے اور اس صورت میں:

امشب بہ کوے دوست عطا پھر بہار ہے تو بھی گھسر پسر کنیں در پر گھسار چشم

جعفر کی نظم ”بڑھا پانامہ“ کا آغاز بمبئی اور ادبیات میں اس شعر سے ہوتا ہے:  
بہ نام مالک کل الملوک اب رقم کرتا ہوں اسباب سلوک اب  
یہ شعر کسی بھی قدیم نسخے میں نہیں، بعد والوں کا اضافہ ہے۔ اسی نظم کے آخری حصے میں بمبئی میں [اور ادبیات میں] دو شعر ایسے ہیں جو زیر بحث شعر کی طرح بعد والوں کا اضافہ ہے۔ ان دونوں شعروں کی نشان دہی متعلقہ نظم کے حواشی میں کی گئی ہے۔

محوٰلہ بالا مجموعوں (علوی، بمبئی، نعیم) میں مندرجہ ذیل اشعار بھی لکھے ہوئے ہیں:

ہمتِ پستِ تو از قامتِ پستت پیدا ست      ربع کیر مگسِ خفتہ بہ دستِ تو عصا ست

بے خایہ را ببین چہ عجب پایہ دادہ اند      مارا بجائے پایہ ہمیں خایہ دادہ اند

الہی اعطنی فی کلِّ لیلٍ      فروجاً ضیقاً لا فخر فیہا

اس شعر پر بہ طورِ عنوان یہ عبارت ملتی ہے: ”ہر کہ ہر شب اس شعر را خواندہ بر خود دم کند، فراخی کس بروز آند شود“۔

ان تینوں شعروں میں سے کوئی ایک شعر بھی کلامِ جعفر کے کسی قدیم نسخے میں نہیں پایا جاتا۔ بہ ہر طور کسی قابلِ اعتماد سند کے بغیر انھیں جعفر سے منسوب نہیں کیا جاسکتا۔

سکہ زد در جہاں چو بدرِ منیر، شاہ اورنگ زیب عالم گیر  
کسی نے یہ حوالہ نہیں دیا کہ کس بنیاد پر اسے جعفر کا کہا ہو اسکا مانا جائے۔ کوئی معتبر  
ماخذ جب تک نہ ملے، یہ شعر کلامِ جعفر میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔

سکہ زد از فصلِ حق بر سیمِ وزر بادشاہِ بحر و بر فرخ سیر  
اس کی سند تو موجود ہے کہ جعفر نے فرخ سیر کا وہ سکہ کہا تھا جس پر بادشاہ نے اس  
کو قتل کرادیا [سکہ زد بر گندم و موٹھ و مٹر و بادشاہ تسمہ کش فرخ سیر] لیکن ایسی کوئی  
قابلِ قبول سند موجود نہیں جس کی بنیاد پر یہ مان لیا جائے کہ منقولہ بالا سکہ بھی جعفر کا  
کہا ہوا ہے۔ زیادہ امکان اس کا ہے کہ جعفر نے مندرجہ بالا سکہ کی پیروڈی کی ہو،  
اظہارِ غم کے طور پر، جو اس کو بہ خیالِ غالب نواب ذوالفقار خاں کے قتل سے ہوا  
ہوگا۔



# لفظیات

## (الف) نام

- یوٹھس پور، ص ۲۲۲  
 بصارت خاں، ص ۲۲۱  
 بغارہ بانو، ص ۱۰۱  
 بغارہ خانم، ص ۷۲  
 بلبیر، ص ۲۲۱  
 بلغار خاں، ص ۷۷  
 بوزینہ بیگ چیلہ، ص ۶۱  
 بولا زتار دار، ص  
 بھٹ بیچا، ص ۷۲  
 بھڑکول مرزا، ص ۶۹  
 بھگت دن داس ابن پھٹکار چند، ص ۱۱۱  
 بھوبھل قلی خاں، ص ۶۹  
 بھوکر قلی ولد بھڑکول مرزا، ص ۶۹  
 بھینسا سوڑ خاں، ص ۶۸  
 بھیکن خاں قراول، ص ۷۱  
 مسماۃ بی بی بیٹھار خاتون بنت شلیتہ و پلیتہ،  
 ص ۱۰۸  
 بی بی چستی، ص ۲۲۲  
 بیچائل منڈل، ص ۷۸  
 بیٹکن ناتھ قانوگلو، ص ۸۰  
 بے ہنر ولد نامعقول، ص ۱۱۳  
 شیخ پائے رخ تھوہ، ص ۶۶  
 پانڈے بلغوری، ص ۷۸  
 پشت انداز خاں، ص ۷۵  
 پلنگ پوش خاں، ص ۶۲  
 مہسل قلی آغا، ص ۶۹  
 آغا بھرت، ص ۲۲۱  
 آغا لہسن قلی خاں (ہمشیر زادہ پیاز)، ص ۸۰  
 آغامدرکہ، ص ۲۲۲  
 آلت پرست خاں، ص ۷۲  
 بھتیا آلت رام، ص ۷۸  
 بی بی اتھل اتھل، ص ۷۶  
 قصبہ اجاڑنگر، ص ۱۱۲  
 احمق ولد بے وقوف، ص ۱۱۳  
 مرزا ادراک بیگ (کوٹوال)، ص ۸۰  
 مرزا اکڑدج بیگ، ص ۶۹  
 امرت پھل، ص ۸۰  
 انار بیگ، ص ۸۰  
 انجیر بیگ، ص ۸۰  
 اندھاؤ ہند خاں، ص ۶۸  
 مرزا اندھلاہٹ بیگ، ص ۷۸  
 اندھیرنگری، ص ۱۱۳  
 مرزا ایندھن جنگلی، ص ۶۸  
 موضع باد رنگ، ص ۷۹  
 بالم خاں فوجدار، ص ۸۰  
 مرزا اچھو بیگ گرز بردار، ص ۶۸  
 بدخو ولد بد کردار، ص ۱۱۳  
 بدن شیر بیگ چیلہ، ص ۷۲  
 بدنیت ولد بدخواہ، ص ۱۱۳

بی بی حرمت خانم، ص ۶۶  
 خدمت خاں، ص ۶۴  
 مرزا خربزہ بیگ جاگیردار کھیراپور، ص ۸۹  
 خرم خاں، ص ۸۰  
 خوار خاتون بنت حلوا خاتون چنگلی من چلی،  
 ص ۱۰۹  
 مرزا خندق بیگ، ص ۷۳  
 داعی چندال، ص ۷۵  
 دُمداد خاں، ص ۷۲  
 دتو، ص ۸۵  
 بی بی دہپٹ خاتون، ص ۷۸  
 دہلیز خاں، ص ۷۶  
 دھول راجہ، ص ۲۲۰  
 دھوم النساء بیگم، ص ۶۵  
 بانی دھونکل بندو، ص ۷۱  
 رائے ذقو داس، ص ۷۸  
 ڈھینڈس بیگ ابن چچینڈا، برادر کندرو خاں،  
 ص ۸۱  
 روپ کھیرا، ص ۲۲۱  
 ذائقہ خاں، ص ۲۲۲  
 روزن چندو کیل عرفہ خانم، ص ۶۴  
 روزن قلی خاں، ص ۶۷  
 روزینہ النساء بیگم، ص ۶۵  
 زردک مل، ص ۸۰  
 زمین قند، ص ۸۰  
 ستھاور سنگھ راٹھور، ص ۷۴

مٹھسکی خاں بہادر فوجدار، ص ۶۹  
 راجہ پیر پتال، ص ۶۸  
 تر پھلا بیگ، ص ۶۵  
 ثرت بانی، ص ۲۲۱  
 ترنج قلی خاں، ص ۸۰  
 توری ابن زردک، ص ۸۱  
 توری پنڈت، ص ۷۹  
 لالائہمت رام، ص ۱۱۲  
 ٹھک ٹھکا بیگ، ص ۶۸  
 ٹھگ مل ولد پون پائی، ص ۱۱۳  
 بختہ بانو، ص ۷۲  
 جو بن نگر، ص ۲۲۱  
 جھانٹ نکار خاں، ص ۷۵  
 چچینڈا ناتھ، ص ۷۹  
 راجہ راجہ ہامہاراج پٹ چلو، ص ۱۱۳  
 مہتر چہ پوزا لچرخی، ص ۷۸  
 عصمت پناہ بی بی چہ خاچوتی، ص ۷۷  
 چہ غینہ بیگ، ص ۷۸  
 چڑمست خانم، ص ۷۰  
 چکو ترہ بیگ محتسب، ص ۸۱  
 بھیتا چوڑ پھاڑ سنگھ، ص ۷۸  
 موضع چوما چائی، ص ۶۸  
 چھجامل پرنا لاسنگھ ابن منڈیری داس، ص ۱۱۱  
 چھوچھن خاں، ص ۱۱۲  
 تعلقہ چھینٹ گڑھ، ص ۱۱۱  
 حافظہ بانو، ص ۲۲۲

- خواجہ غنچک چند، ص ۷۸  
 مرزا غنچ غنچ بیک ولد ٹھک ٹھکا بیک، ص ۶۸  
 غرہ خانم، ص ۶۴  
 عنتو، ص ۸۵  
 ضلع غیب پور، ص ۱۱۲  
 مرزا قاسم بیک داماد شیخ جامن، ص ۸۰  
 بی بی فرج الخ، ص ۷۵  
 فیصل بھور خاں، ص ۶۹  
 قاضی چقدر، ص ۸۱  
 مرزا قضیب الخفہ، ص ۷۶  
 حافظ کام مراد، ص ۶۰  
 رائے کپور داس، ص ۷۸  
 کچا لو سنگھ راجپوت، ص ۷۹  
 لالہ کچ لند، ص ۷۸  
 کچا کچا ہٹ خاں، ص ۶۴  
 کدو پنڈت، ص ۷۹  
 کریلا پنڈت، ص ۷۹  
 بی بی کس تر، ص ۷۸  
 کسیر داس کروری، ص ۸۰  
 کشمش بیگم، ص ۸۰  
 کمرکھ بیک تغائی زادہ آلو بالو و خواہر زادہ  
 شفتالو، ص ۸۰  
 کندوری داس، ص ۷۹  
 مرزا کوکر بلی، ص ۷۷  
 کون شگوفہ بیک، ص ۷۶  
 کھٹ پتھر خاتون، ص ۶۶
- سدا پھل بیوتات نویس، ص ۸۰  
 سرسوں داس، ص ۸۱  
 سرکار چوہٹ آباد، ص ۱۱۳  
 سرکہ بیگم، ص ۷۰  
 سرگرداں بیک سوداگر، ص ۷۲  
 بی بی سکڑ چوت، ص ۷۸  
 سمندر بانو، ص ۷۴  
 سنڈاس پور، ص ۱۱۱  
 سہو پور، ص ۲۲۲  
 مرزا سیب قلی سمرقدی، ص ۸۰  
 شامہ خانم، ص ۲۲۲  
 شحہ خانم، ص ۷۴  
 شکر قد، ص ۸۰  
 شلغم بیگم امین، ص ۸۰  
 شہ سوار خاں، ص ۷۷  
 شیا مٹھا کر، ص ۲۲۰  
 شیخ تربوز، ص ۷۹  
 شیخ سنگھاڑا، ص ۸۱  
 شیخ شلغم مفتی عدالت احساب، ص ۸۱  
 شیخ کسیر درویش، ص ۸۱  
 ناظر صفا صفا، ص ۷۳، ۷۸  
 طرح سنگ خاں، ص ۶۹  
 ظالم ولد بے انصاف، ص ۱۱۳  
 مرزا عرق چونچ، ص ۷۵  
 غارت غول خاں، ص ۶۹  
 مرزا غنچ تپ بیگم، ص ۷۶

- کھجور قلی بیگ محتسب، ص ۸۱  
 کھرنی واقعہ نویس، ص ۸۰  
 کھڑکی کھول خاں، ص ۷۰  
 کپر پسند خاں، ص ۵۹  
 بھتیا کبر چند، ص ۶۳  
 کیلا دیوان، ص ۸۰  
 گپ چپ خاں، ص ۷۳  
 راجہ گنڈ ساگر، ص ۷۷  
 مرزا گو بر قلی، ص ۷۷  
 گونڈ خاں پسرزادہ کھرنی بانو، ص ۸۰  
 گھس پھس رائے ہرکارہ، ص ۶۸  
 لاسہ جان، ص ۲۲۱  
 لٹو پتو ولد ایندھن جنگلی، ص ۱۱۳  
 مرزا النکور بیگ، ص ۷۷  
 گولہ انداز لیمو ولد گلگل، ابن جھڑ بیری، ص ۸۰  
 لالہ مچھندر ناتھ، ص ۷۲  
 مرچ سنگھ پیادہ، ص ۸۰  
 مرد چودند خاں، ص ۷۴  
 مرلنڈ خاں بہادر، ص ۶۵  
 مکرند رائے چندال، ص ۱۱۱  
 مرزا موسل کپر، ص ۷۳  
 مہاجو بن نگر، ص ۲۲۱  
 میر ترنج قاضی القضاة، ص ۸۰  
 میر سستی، ص ۲۲۱  
 مرزا نابود بیگ، ص ۷۶  
 نارنگی بیگم، ص ۸۰
- ناریل خاں، ص ۸۰  
 ناشپاتی بیگم، ص ۸۰  
 نسیاں پور، ص ۲۲۲  
 نعمت خاں بکاؤل، ص ۶۱  
 نفس پرور خاں، ص ۵۹  
 بی بی نفس ٹٹکا، ص ۷۸  
 نفیر یا بیگ ولد گنج شہیداں، ص ۶۳  
 نمک سنگھ راجپوت، ص ۸۰  
 نے شکر خاں، ص ۸۱  
 مرزا ہاضمہ، ص ۲۲۱  
 ہکن ہٹی، ص ۱۰۵  
 شیخ ہل چل مشو، ص ۷۵  
 بیچ پونج ولد نابود، ص ۱۱۳

## (ب) امثال اور اقوال

- آپھی میاں مانگتے اور باہر کھڑے درویش،  
 ص ۷۰  
 آٹا نیرا، بوچا سٹکا، ص ۶۵  
 آگ لگنتی جھو پڑی جو نکسے سوا بھ، ص ۶۰،  
 ۱۱۴، ۸۵  
 آگے دوڑ، پیچھے چھوڑ، ص ۷۵، ۹۵، ۱۱۴  
 آں قدح بشکست و آں ساقی نہ ماند، ص ۲۴۹  
 اپنے نین مجھے دے اور تو بہلاتی پھر، ص ۸۴



اُدھلی بہو پلینڈے سانپ دکھائے، ص ۷۴

اناڑی کے آگے ٹیل کی خواری، ص ۶۹

اندھا بگلا کھائے کچھ، ص ۹۲

اندھلا مُلا پھوٹی مسپت، ص ۹۲

اندھے کی جو رو کا خدا رکھوالا، ص ۶۸

ان نینوں کا یہی بسیکھ؛ کچھ دیکھا، کچھ اور بھی

دیکھ، ص ۶۵

اوسر چوکی ڈومنی گاوے تال بے تال، ص ۹۲

اوکھلی میں سردیا تو دھمکوں سے کیا ڈر، ص ۶۱

اونٹ رے اونٹ تیری کون سی جاگہ سیدھی

ہے، ص ۹۲

اونٹ کے مُنہ میں زیرہ، ص ۷۰

ایک غریب کے مارے نو من جربی نکلی تھی،

ص ۸۴

بخت اُڑ گئے، بلندی رہ گئی، ص ۸۳

برات عاشقاں برشاخ آہو، ص ۲۵۶

بگلا ماریں پنکھ ہاتھ، ص ۸۴

بوسہ بعد انزال، ص ۲۲۵

بھس از کالج تو برآرند، ص ۸۵

بھوکھ گئے بھوجن ملے اور جاڑا گئے قبائے؛

جو بن گئے تریا ملے، تینوں دیو بہائے،

ص ۶۸

بھولے بسرے پی کہاں، ص ۹۳

بے خرچی میں آنا گیلا، ص ۸۷

بے درد قصائی کیا جانے چہر پرانی، ص ۸۴

پاپی کا مال پراپت جائے، باسی رہے نہ ملتا

کھائے، ص ۷۶

پانسا پڑے تو داو، راجا کرے سو نیا، ص ۶۵

پشم از خایہ رنداں کم، ص ۶۹

تانبا دیکھے چیتنا، مکھ دیکھے بیوہار، ص ۷۳

تجھے پرانی کیا پڑی، تو اپنی نیڑ، ص ۶۸

ثرت دان مہا بن، ص ۶۳

تریا چرتز جانے نہیں کوئے، خصم مار کے ستی

ہوئے، ص ۶۶

تلف المال خلف العمر، ص ۶۶

تواضع زگردن فرازاں نکوست، ص ۲۳۶

تھگلی داڑھی، پھٹے مُنہ، ص ۶۷

تیرا سو میرا، میرا، سو ہیں ہیں، ص ۸۴

تیلی ہو کر سو کھانا کھائے، ص ۶۲

ٹھالا بنیا پیلڑ ٹولے، ص ۶۹

۴ جب توں دیکھوں اپنے نین، تب توں پسجوں

کر کے بین، ص ۷۰

جس گھر میں سمبت نہیں، تاسوں بھلا بدیس،

ص ۷۱

جس گھر نیل نچالیتی، اُس کا ڈوبانا نو، ص ۱۰۱

جسے پیو چاہے سہاگن وہی، ص ۲۶۶

جو تیرا، سو میرا،۔ جو میرا، سو ہیں ہیں، ص ۱۱۴

جوں جوں مرغی موٹی ہوئے، توں توں گانڈ

سکوڑتی جائے، ص ۶۹

جیسا بووے، تیسرا پاوے، ص ۶۷

چار دن کا چاندنا، آخر اندھیرا پاکھ، ص ۷۵

چرا کارے کند عاقل کہ باز آرد پشیمانی،

ص ۲۴۷

چڑیوں مزن گنواروں ہانسی، ص ۸۷

چوہا بیل میں سادے نہیں اور کانوں باندھے

چھاج، ص ۶۱، ۸۵

حاجتِ مشاطہ نیست روے دل آرام را،

ص ۲۵۳

خارشی کتا اور مخمل کی جھول، ص ۷۴

خاک از تودہ کلاں بردار، ص ۲۴۷

خطاے بزرگاں گرفتن خطاست، ص ۲۴۷

داتا دے، بھنڈاری کا پیٹ پھٹے، ص ۷۱

داتا کی ناو پہاڑ چڑھے، ص ۶۰

دائی کے آگے پیٹ کیا چھپا دے، ص ۸۳

دائی کے سر پان پھول، ص ۸۴

درکار خیر حاجت ہیج استخارہ نیست، ص ۲۴۸

دل بہ دست آروہر چہ خواہی کن، ص ۲۴۶

دور کا سگا، حضور کا کتا برابر ہے، ص ۶۱

دہن سگ بہ لقمہ دوختہ یہ، ص ۷۰

دھنوتی کے کانٹا لگا، دوڑے لوگ ہزار؛

زردھن گرا پہاڑ سے، کوئی نہ پوچھے بات،

ص ۷۲

دیوے کی گانڈ تلے اندھیرا، ص ۷۶

ڈوبا بنس کبیر کا، جو اُتکے پوت کمال،

ص ۶۵، ۲۶۰

ڈوم، پیادہ، پستی؛ تینوں بے ایمان، ص ۶۳

راجہ چھوڑے ناگری، جو بھاوے، سولیوے،

ص ۱۱۵

راجا چھوڑی ناگری، جس بھائے تس لے۔

ص ۶۴

زر بر سر فولاد نہی، نرم شود، ص ۷۳

سارا دن پپسا اور چھنی بھرا اٹھایا، ص ۸۵

سبزہ برسنگ زروید، چہ گنہ باراں را، ص ۲۴۸

سپاہی کا مال، جھانٹ کا بال، ص ۷۵

سخن مرداں جاں دارد، ص ۷۳

عاشقی اور خالہ جی کا ڈر، ص ۷۳

عصمت بی بی از بے چادری، ص ۲۵۷

قلت اللوات و کثرت الحوت من آثار

القیامت، ص ۶۳

کتا ٹیڑھی پونچھ ہے، کبھی نہ سیدھی ہو، ص ۸۵

کتا مرے گانڈ کی پیڑ اور میاں مانگے شکار،

ص ۶۳

کتھ نہ پوچھے بات ری، میرا دھن سہاگن

نانو، ص ۶۷

کندہم جنس باہم جنس پرواز، ص ۵۳

کوڑھ میں کھاج، ص ۸۶

کھاتے پیتے جگ ملے اور اُدس ملے نہ کوئے،

ص ۷۲

کھانا پینا گانڈھ کا، نری سلام علیک، ص ۱۱۴

کھاویں پیویں محمود کے، انڈے دیں مسعود

کے، ص ۶۴

گانڈ سے دوستی، دُم سے بیر، ص ۵۹

گدھوں کھایا کھیت نہ پاپ نہ ہن، ص ۶۰

گوشت خر، دندان سگ، ص ۶۶

## (ج) افعال۔ الفاظ

### افعال

آئے کر (آکر)، ص ۱۲۸، انگلائے کر،  
 ص ۱۲۷، پائے کر، ص ۱۲۸، پھیلائے  
 کر، ص ۱۲۵، پھٹائے کر، ص ۱۲۵،  
 جائے کر، ص ۱۶۶، ۱۲۷  
 اڈپاڑی، ص ۳۴  
 بچاری (بچارنا): یہ تئیں من میں کیا ہے  
 بچاری، ص ۳۴  
 بھیا ہے: گھنیرا سوچ یہ من میں بھیا ہے،  
 ص ۲۳۱  
 برتن بھیا ہے جھو جھرا، ص ۲۲۲  
 پہر (پہن کر)، ص ۲۰۷  
 پڑھ سنائی  
 نگھی اور جائے کر میں پڑھ سنائی، ص ۱۶۶  
 کیا اچھر پڑھی تو، ص ۲۳۰  
 پھاٹ جاگی (پھٹ جائے گی)، ص ۶۴  
 پھائی، ص ۲۵۹  
 پھروائی، ص ۲۳۷  
 پٹھالے (نکالے اور پیٹھالے)، ص ۱۶۲  
 جائے (خاک میں جائے): خاک میں جا کر،  
 ص ۲۳۰

گھر چھوڑ حظیرہ قائم، ص ۹۵  
 گھر میں نہیں تاگا، البیلانگے باگا، ص ۶۰  
 لعنتُ اللہ علی الکاذبین، ص ۶۸  
 لکھو بندریا چاہے پان، اڑگئی چلیا رہ گئے  
 کان، ص ۸۳  
 مار امنہ طباق کا آگے دھرانہ کھائے، ص ۶۱  
 مار پیچھے سنوار ہے، ص ۸۵  
 مردہ دوزخ جائے یا بہشت، مجھے حلوے  
 مانڈے سے غرض، ص ۸۴  
 معشوق من است، آنکہ بہ نزدیک تو زشت  
 است، ص ۲۵۳  
 مولا ہاتھ بڑائیاں جس بھاوے، تس دیہ،  
 ص ۷۶  
 موئے پرسوڈڑے، ص ۸۶  
 ناچ نہ جانوں آنگن ٹیڑھا، ص ۷۰  
 ناحق چوٹ جلاہا کھائے، کرگھا چھوڑ تماشے  
 جائے، ص ۷۵  
 ندی کنارے رُوکھرا، نت اٹھ ہوئے بناس،  
 ص ۶۳  
 نرم چوب را کرم می خورد، ص ۸۵  
 نکوئی کن و در آب انداز، ص ۲۲۶  
 ننگی بھلی کہ بل میں بانس، ص ۸۷  
 یا تو بھینسا بھینسوں میں یا قصائی کے کھونٹے،  
 ص ۶۵  
 یک گزدو فاختہ، ص ۲۲۶  
 یکے نقصان مایہ، دوم شامت بمسایہ، ص ۸۷

لاگا (رہ مار لاگا گھات میں)، ص ۲۲۵  
 لاگا (جو کچھ ہاتھ لاگا)، ص ۲۰۷  
 لاگنے (تڑا تڑا تڑا تڑا لگی لاگنے)، ص ۱۷۰  
 لاگے، ص ۲۶۰  
 لاگیے (جو چاکری کو لاگیے)، ص ۱۹۲  
 لٹکن لگے پاگ، ص ۲۲۳  
 لوٹ شد

چناں لوٹ شد بستی بھگ نگر، ص ۱۳۴  
 لیہوں (لیہوں بلیاں)، ص ۱۸۷  
 مارا پچھاڑ (کہ مرزا خدا یار مارا پچھاڑ)، ص ۱۷۰  
 مچائی (دھما چوکڑی مچائی)، ص ۱۲۵  
 نکلنے لاگا، ص ۲۲۳  
 نہ تھاماتھے، ص ۲۱۷  
 نہ را کھا رکھے، ص ۲۱۷  
 ہونے لاگا، ص ۲۲۳

### الفاظ

آبادانی طرق و سبل، ص ۶۷  
 آباد گس، ص ۲۳۹  
 آبا پیک (اخ تھونی گانڈ آبا پیک)، ص ۶۰  
 آب جمنا و گنگ راعشق است، ص ۲۰۱  
 آبروے میرو خاں رفت، ص ۱۳۸  
 آبشورا، ص ۲۲۷  
 آب و دانہ، ص ۲۳۰  
 آٹھ پہر، ص ۲۳۳

جھنکو گے، ص ۲۲۵  
 چلا جائے رے، ص ۱۷۷  
 چلیا (جو بن چلیا)، ص ۲۶۰  
 چھانڈ (چھوڑ کر)، ص ۲۶۰  
 چیتا کرے (جو تجھ کو بُرا من میں چیتا کرے)،  
 ص ۱۴۲

دسنے لکھیں، ص ۲۲۳  
 دھکتا ہوں شب و روز چو انگار، ص ۱۸۸  
 دین (دیا):  
 بہ بیجا پور آمد دھڑلا دین، ص ۱۲۵  
 دے نقارا (اب آیا دھول راجہ، دے نقارا)  
 دیہ (دے)، ص ۷۶  
 رلے گی، ص ۲۳۰  
 روؤتا ہے، ص ۱۳۸  
 روؤتے (گنوانا دن تجھے دکھ روؤتے ہی)،  
 ص ۲۳۱

رہنی:

نہ تو رہنی، نہ یہ پنجرہ رہے گا، ص ۲۲۹  
 سوؤتا ہے، ص ۱۳۸  
 سوؤتے (بتانی رات تجھ کو سوؤتے ہی)،  
 ص ۲۳۱  
 کٹاوے، لڑاوے، ص ۱۲۶  
 کری (اب دھول راجہ نے چڑھائی)،  
 ص ۲۲۰  
 کین (کیا):  
 برافواج اعدا جھڑلا کین، ص ۱۲۵

اچھی بھانت می دانی، ص ۱۱۶  
 احتلام خانہ، ص ۶۸  
 اخبارات سیاہہ دربارِ معلیٰ، ص ۵۹  
 آخ تھو، آخ تھو، ص ۶۷  
 اُداتی، ص ۹۹  
 ادھر او دھر، ص ۲۲۱  
 ادھوڑی، ص ۱۰۸  
 ادھی رات، ص ۱۸۳  
 ادھیڑ، ص ۷۲  
 اربابِ لبھڑک و انجھانجھ، ص ۹۳  
 اربابِ الجدال و لبھکور، ص ۹۵  
 ارے من باورے، ص ۲۲۳  
 اڑن ہار [یہ رنگ پتنگے سا اڑن ہار]،  
 ص ۱۸۶  
 اڑوسی پڑوسی، ص ۹۸  
 ازبرائے خدا، ص ۲۵۴  
 اسپ جلد، ص ۲۱۵  
 اسپ سہ لندا، ص ۲۰۵  
 استری (جو استری تیل تیل بنے)، ص ۱۹۱  
 اسکند کی جڑ، ص ۱۱۷  
 اسم و رسم جہاں، ص ۲۱۰  
 اصحابِ البھاڑ و التھور، ص ۹۵  
 اصحابِ الفخر و لبھڑک، ص ۹۳  
 اصیل، ص ۹۲  
 اکل بے کل [ہوا سنسار سارا]، ص ۱۳۸  
 اکلوا (بہ تعنیف اکلوا)، ص ۱۹۷

آٹھوں گانٹھ اصیل، ص ۱۰۰  
 آٹھوں گانٹھ جو ہر پاک، ص ۹۲  
 آدر (وہ مان، وہ آدر)، ص ۱۳۸  
 آدر و منو ہارِ بسیار، ص ۹۲  
 آدھار و استقلال (بخشد)، ص ۹۴  
 آنکھ او جھل، ص ۷۱  
 آنکھ چھپولا، ص ۱۱۶  
 آوازہ پھنس، پوں، پٹاخ، ص ۱۳۳  
 آہ او ہی، ص ۲۳۳  
 آہٹ و کھٹکھاہٹ سُم سُمند، ص ۹۶  
 ابرو غچ بچے، ص ۹۸  
 ابن المینڈک، ص ۹۲  
 آپ کاج (مہا کاج آپ کاج)، ص ۱۲۶  
 اپنے دوارے (پکڑ جھونٹے لے جا اپنے  
 دوارے)، ص ۱۰۹  
 ات بُری، ص ۱۹۲  
 اُتال، ص ۶۲  
 اُتو، ص ۲۲۳  
 اٹکھیل باندی، ص ۱۹۲  
 اٹکھیل بن، ص ۲۱۸  
 اٹل (چوالبرز قائم، چوپربت اٹل)، ص ۱۲۶  
 اٹلم (دھوکڑم، ہالک)، ص ۶۲  
 اٹنگن، ص ۲۳۴  
 اٹھ بیٹھ خدمت و گھس پٹھ مجرا، ص ۱۱۴  
 اٹھ مرغی کے!، ص ۱۰۹  
 اٹھل چال، ص ۱۳۹

- اکہرا (جامہ اکہرا)، ص ۲۰۹  
 اکیلا جوں الف، ص ۲۰۷  
 اگاڑو (چل بے)، ص ۲۳۱  
 اللہم پُکپُک و جھک جھک، ص ۱۰۸  
 اربیل پن، ص ۲۱۸  
 اربھلیل، گل اُبٹن و التیل، ص ۱۰۳  
 اُجھوآ، ص ۱۹۶  
 اُجھیر امدان قضا و قدر، ص ۹۳  
 اُجھیرۂ میاں جی، ص ۱۱۶  
 اَلسائیں سائیں و الفائیں فائیں عن الآثار  
 والاشرار، ص ۱۰۹  
 اَللے تللے کا گھر، ص ۲۱۶  
 الوپ، ص ۱۴۳  
 اَلو کا پتا، ص ۱۱۷  
 اَلول کلول، ص ۲۰۹  
 اَلول و ترنگ، ص ۲۱۸  
 امساک نیم پاس، ص ۲۱۴  
 امیر بے تدبیر ہندوستان، ص ۱۱۴  
 انا کانی، ص ۱۸۸  
 اَن بھاونی، ص ۹۸  
 اَن بیدھ، ص ۱۰۰  
 اَنٹی می زند، ص ۱۱۵  
 اَنچھر، ص ۲۳۰، ۱۶۰  
 اَنگار [وہکتا ہوں چو اَنگار]، ص ۱۸۸  
 اَن منی، ص ۲۴۰  
 اوٹ (قلعے کی فصیل)، ص ۱۲۷  
 اوڈماتی، ص ۱۶۱  
 او سر، ص ۲۶۰  
 اوقاتِ خودضائع نمودی، ص ۲۲۹  
 اوکل گنڈ، ص ۲۵۴  
 اونٹ کی پھڑیری، ص ۱۱۷  
 اونچ نیچ نمودم، ص ۸۵  
 اوندھامنڈاسا، ص ۱۶۰  
 اوندھی رائنڈ، ص ۲۲۸  
 اہل الدو پھڑو کی، ص ۷۶  
 اہل سلف، ص ۲۴۶  
 ایٹا (اتنا)، ص ۱۶۷، ۲۲۳  
 ایکلا، ص ۲۱۹  
 اینچ کھینچ، ص ۵۹  
 ایہا اُپوں پوں، ص ۶۲  
 ایہا الکپہر، ص ۶۴  
 بائی (اندھیری گور میں دیتا نہ بائی)، ص ۲۳۱  
 باٹ، ص ۲۲۵  
 باٹ بوٹی، ص ۱۵۳  
 باٹ بھی باریک ہے، ص ۲۲۵  
 بارچہ، ص ۱۰۲  
 بارہ صدی، ص ۱۹۹  
 بازی کنکوآ، ص ۱۹۵  
 بازی کنکوآ و آنکھ چھپولا و چیل جھپٹا، ص ۱۱۶  
 باسچہ، ص ۱۰۲  
 باش دن چار اور، ص ۲۱۸  
 بافتا، ص ۲۰۷

برگ سبز (پان)، ص ۸۳  
 بُرے وقت کا بیج کس یا رنیت، ص ۲۱۸  
 بُدھا پانا، ص ۲۲۰  
 بُدھا پے کے ہاتھوں سے، ص ۲۱۷  
 بڑے بازار (کو)، ص ۲۲۵  
 بساری [تیری سُدھ بدھ کن نے بساری]،  
 ص ۱۵۴  
 بستوؤں (بہ معنی چیزوں)، ص ۱۱۷  
 بستہ بھگ نگر، ص ۱۳۴  
 بُغارہ - بُغار، ص ۷۶، ۹۱، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۶۳،  
 ۲۳۵  
 بغارہ فرج، ص ۲۴۲  
 بیکاکا ہٹ، ص ۲۱۹  
 بک بک جھک جھک، ص ۹۴  
 بکرنگ چپچہ، ص ۲۱۴  
 بکرچو، ص ۱۳۶  
 بکھیڑا پڑا، ص ۱۷۰  
 بگلا و پیپہا پیش من چہ چشم است، ص ۸۴  
 بیل بُغار، ص ۱۵۸  
 بیل پُر خیل، ص ۱۰۲  
 بیل چودی، ص ۲۳۸  
 بیل مراونی، ص ۲۳۹  
 بلوکاراج، ص ۱۳۴  
 بللے (زٹلے، ہلے)، ص ۱۳۵  
 بلٹی، ص ۹۸  
 بلہار (برپاے تو قربانم و بلہار)، ص ۱۸۷

باگا، ص ۲۲۵  
 باگڑلی، ص ۹۸  
 بال باندھے دھینگ میرے، ص ۷۱  
 بالک کی چھی چھی، ص ۱۱۷  
 بالم کھیرا، ص ۲۳۷  
 بال و پر پھٹ پھٹا کے، ص ۱۰۹  
 بانک، ص ۲۱۰  
 بانہ بل (مددگار)، ص ۸۹  
 باوری (پاوی)، ص ۹۴  
 بتا [ایں بتی تو بتا شود]، ص ۲۳۳  
 بتا نخورند، ص ۹۹  
 بتاسا، ص ۲۰۳  
 بت کہا، ص ۸۴  
 بتی تو بتا شود، ص ۲۳۳  
 بٹ مار، ص ۱۸۸  
 بجرؤا، ص ۱۹۶  
 بکھرا، ص ۲۱۰  
 بچن، ص ۱۲۸  
 بچہ باز، ص ۲۵۲  
 بچہ درگود، سرکھٹیا دھری ہے، ص ۱۳۹  
 بدرگ، ص ۲۵۸  
 بدکارہ (مکارہ و بدکارہ و عیارہ)، ص ۹۰  
 بدی خصلت، ص ۱۶۸  
 بدیس، ص ۲۶۰  
 برتھی تغافل، ص ۱۸۸  
 برسات کی کچھ، ص ۱۱۷

|               |                                                 |
|---------------|-------------------------------------------------|
| ۱۱۴           | پہلی، نوکر شدہ بودم، ص ۱۱۴                      |
| ۱۱۴           | بہ شرط دوڑادوڑ بجا آوردم، ص ۱۱۴                 |
| ۱۲۵           | بہ صد دھوم دھام، ص ۱۲۵                          |
| ۱۱۲           | بہ طریقِ نالمِ نالا، ص ۱۱۲                      |
| ۷             | بہ علتِ خرخشہ زنِ ناموافق، ص ۷                  |
| ۲۰۹           | بہلبان، ص ۲۰۹                                   |
| ۲۲۵           | بہیمہ، ص ۲۲۵                                    |
| ۱۳۹           | بھاگڑ [ہر طرف بھاگڑ پڑی ہے]، ص ۱۳۹              |
| ۳۶            | بھاگ، سہاگ، ص ۳۶                                |
| ۱۳۵           | بھالا، ص ۱۳۵                                    |
| ۱۵۴           | بھٹاری (بھٹیاری)، ص ۱۵۴                         |
| ۲۱۴           | بھجیہ شلغم، ص ۲۱۴                               |
| ۲۳۳           | بھچمپا، ص ۲۳۳                                   |
| ۸۲            | بھدر و نکھدر، ص ۸۲                              |
| ۱۹۱           | بھدرک، ص ۱۹۱                                    |
| ۲۲۵           | بھروسا پاؤگے، ص ۲۲۵                             |
| ۸۶            | بھڑاسِ دل نہ برآید، ص ۸۶                        |
| ۲۰۱           | بھڑنگ [مفلسانِ بھڑنگ]، ص ۲۰۱                    |
| ۲۲۲           | بھس، ص ۲۲۲                                      |
| ۱۳۴           | بھگ نگر، ص ۱۳۴                                  |
| ۱۸۹           | بھلی بول، ص ۱۸۹                                 |
|               | بھنڈ                                            |
| ۱۳۳           | بھمہ کار و بارِ پدر بھنڈ کرد، ص ۱۳۳             |
| ۲۴۱           | بھنڈ امراونی، ص ۲۴۱                             |
| ۱۳۴           | بھنڈ تال، ص ۱۳۴                                 |
| ۸۹            | بھنور، ص ۸۹                                     |
| ۱۲۹           | بلی، ص ۱۲۹                                      |
| ۱۲۶، ۱۲۵      | بلی، ص ۱۲۶، ۱۲۵                                 |
| ۱۲۸           | بلبیر، ص ۱۲۸                                    |
| ۱۷۱           | بلیا کے پنچے سے چوہا چھٹا، ص ۱۷۱                |
| ۱۸۷           | بلیاں لیہوں، ص ۱۸۷                              |
| ۱۳۳           | بلینڈا، ص ۱۳۳                                   |
|               | بلینڈا [چلاؤں گاؤں میں اُس کی بلینڈا]،          |
| ۱۶۷           | ص ۱۶۷                                           |
| ۲۲۵           | دن بوجھ کو اب کیا خطر، ص ۲۲۵                    |
| ۱۰۱           | ہنت الحرام، ص ۱۰۱                               |
| ۱۱۷           | بندریا کی گھر کی، ص ۱۱۷                         |
| ۱۳۳           | بندش، ص ۱۳۳                                     |
| ۲۲۳           | بندھوا کریں گے، ص ۲۲۳                           |
| ۲۱۰           | بنگلا اونچا، ص ۲۱۰                              |
| ۱۵۴           | بؤبک، ص ۱۵۴                                     |
| ۹۲            | بوچے (لنڈے بوچے)، ص ۹۲                          |
| ۸۹            | بوچھار، ص ۸۹                                    |
| ۲۲۴           | بودے ہوئے ہیں، ص ۲۲۴                            |
| ۱۵۵           | بوڑھے پن میں ایسی خواری، ص ۱۵۵                  |
| ۱۸۷           | بوزہ، ص ۱۸۷                                     |
| ۱۷۱           | بومڑی، ص ۱۷۱                                    |
| ۲۵۶           | بہ آخر شد [خردہ روپیہ بہ آخر شد]، ص ۲۵۶         |
| ۱۱۵، ۱۰۸، ۱۰۲ | بہ حرمت الگوز و الپاد، ص ۱۱۵، ۱۰۸، ۱۰۲          |
| ۱۱۴           | بہ دیکھا دیکھی یاراں، ص ۱۱۴                     |
| ۹۶            | بہ رہ نمونی بھاگ و سہاگ، ص ۹۶                   |
|               | بہ شرحِ مچلکا: جو تیرا سو میرا، جو میرا سو تیرا |



|                                                         |                               |
|---------------------------------------------------------|-------------------------------|
| بھوم، ص ۱۲۷                                             | بہتر و جوہر ہلاکت، ص ۹۶       |
| بھونک بھانک، کلاب، ص ۹۵                                 | بے ہنگم، ص ۲۱۴                |
| بھیرا، ص ۱۶۶                                            | پاپڑ، ص ۲۰۳                   |
| بھیڑ بھاڑ، ص ۱۵۰                                        | پانی پانی، ص ۲۵۹              |
| بھیم وار جن کا اکھاڑا، ص ۱۶۰                            | پاجلمہ چوڑیوں دار، ص ۱۷۰      |
| بھینسا سر [کہ ہر بدمذبح او مثل بھینسا سراسر است]، ص ۱۲۷ | پادروگی، ص ۱۱۴                |
| بے اٹک [لوڑا ہمہ شب چاق و بے اٹک]، ص ۶۶                 | پار (از یک توجہ پارگن)، ص ۸۹  |
| بے ادراک، ص ۹۲                                          | پار اتارن ہار، ص ۱۲۱          |
| بی بی بچے کھانی، ص ۲۳۶                                  | پاکھر، ص ۲۰۹                  |
| بی بی دل سوز، ص ۲۰۶                                     | پاگ (لٹکن لگے پاگ)، ص ۲۲۳     |
| بی بی را بے بخت نخواہی گذاشت، ص ۱۰۹                     | پاکی، ص ۲۰۱                   |
| بی بی، گنواری، ص ۱۵۶                                    | پان، ص ۸۲                     |
| بی بی ولونڈی، ص ۲۱۱                                     | پان پھول، ص ۱۳۴               |
| بیٹھورہ القصر مفتاح الفرج، ص ۹۳                         | پاندان نقرہ، ص ۲۲۷            |
| بے بخت، ص ۲۴۸                                           | پان سپاری، ص ۱۵۵              |
| بے بخت (نخواہد ماند)، ص ۱۰۸                             | پانصد کنکری، ص ۱۰۹            |
| بچا، ص ۲۳۷                                              | پانصد گوز دماغ سوز، ص ۱۰۹     |
| بے خایہ، ص ۱۷۲                                          | پت، ص ۱۹۲، ۱۷۲                |
| بے بدل، ص ۱۲۶                                           | پتنگا                         |
| بیر [بابادشاہ، تیس بیر کی]، ص ۱۴۸                       | ولے نام تیرا پتنگا شدہ، ص ۱۴۲ |
| بیڑہ پان، ص ۸۳                                          | پٹا بازاں، ص ۱۳۵              |
| بیگم و خانم، ص ۲۱۴                                      | پٹاخ، ص ۶۶                    |
| بے لگاؤ [قلعہ بے لگاؤ]، ص ۱۲۷                           | پٹاخ لٹھند، ص ۶۴              |
| بے نکاح زادے (کے گھر آئی)، ص ۱۰۹                        | پٹاخہ بارہ بانی، ص ۱۰۰        |
|                                                         | پٹاری، ص ۱۵۷                  |
|                                                         | پٹھلو، ص ۱۹۶                  |

پیل پار برسد، ص ۱۱۰  
 پیل پار (بندہ کو د پھاند پیل پار گرد)، ص ۸۳  
 پلک دو چار کے دم کو وفا کیا، ص ۲۳۱  
 پن بھتہ و شرنی، ص ۱۴۷  
 پنج چمکہ نیم غمزہ روز برآمدہ، ص ۷۵  
 پنجرہ جتن کا، ص ۲۳۰  
 پنجرہ جسمانی، ص ۲۲۹  
 پنجرہ دار، ص ۹۳  
 پنج گھونسا تر ت گالی، ص ۷۸  
 پنڈت پر کھنڈت، ص ۱۸۷  
 پو، ص ۱۹۷  
 پو پٹی، ص ۱۸۱  
 پوت گھنیری، ص ۲۳۷  
 پوٹلی کسپس چوت سکیٹر، ص ۷۸  
 پوست چھرمی کشم، ص ۸۴  
 پوکھر فلاکت، ص ۹۶  
 پون، ص ۲۳۱  
 پھانک، ص ۱۳۰  
 پھانک کھیرہ بالم، ص ۲۱۴  
 پھٹا پھٹ پھٹ است بر چال او، ص ۱۶۹  
 پھٹل، ص ۷۲، ۱۶۱  
 پھرت کن وزر بیار، ص ۸۵  
 پھر کے نہ آوے، ص ۲۱۷  
 پھر بازی، ص ۱۸۶  
 پھس پناخ مور چال، ص ۱۴۱  
 پھسلو، ص ۱۹۶

پختی، ص ۱۴۴  
 پختش، ص ۱۴۴  
 پد گرد، ص ۶۷، ۹۱  
 پُرانی جوتی کی ایڑی، ص ۱۱۷  
 پُرانی کھوپڑی کی چھانو، ص ۱۱۷  
 پُر بت (چو پر بت اٹل)، ص ۱۲۶  
 پُر خس و خاشاک ٹوکری، ص ۱۴۳  
 پُر خوف و ڈر آں گھر بود، ص ۱۹۱  
 پرستار زادی، ص ۹۹  
 پُر فنی، ص ۹۸  
 پُر کٹھن (حال زمانہ چہ پُر کٹھن)، ص ۹۲  
 پُر کھ کی لینڈی، ص ۱۱۷  
 پر کھنڈ، ص ۱۳۳  
 پُر کھوں کی گت چھانڈ کر، ص ۲۶۰  
 پروار (صحیح الکٹمپ واپروار)، ص ۹۲  
 پُر ہموار، ص ۱۷۲  
 پر یکھا (نہ نمایند)، ص ۹۴  
 پریم کٹاری، ص ۱۸۸  
 پتو کا لنڈا، ص ۱۷۷  
 پتوے لنگ، ص ۲۰۳  
 پشت گوز، ص ۸۲  
 پشم (بگلا و پیہا پیش من چہ پشم است)، ص ۸۴  
 پکھال، ص ۲۱۰  
 پنگ (پھٹی پگ باندھ کر)، ص ۲۰۷  
 پنگن بیڑی، ص ۲۲۳

پھش [جعفر چہ پھشے باشد و کس باغ کی  
 مولیٰ]، ص ۱۸۷  
 پھلکھڑی ناتواں، ص ۲۳۳  
 پھند، ص ۹۱  
 پھو [چہ پتو کہ با اثر دہا پھوزند]، ص ۱۲۹  
 پھوٹی پھائی، ص ۲۳۷  
 پھوں پھوں کیا، ص ۱۲۷  
 پھوسو، ص ۱۸۱  
 پھونک  
 بہ یک پھونک اڑتا پھرے آس پاس، ص ۱۳۲  
 پھیر (پھر)، ص ۲۱۷  
 پتیاں پڑوں، ص ۱۸۷  
 پیپ خوردہ آلت عریاں، ص ۸۵  
 پیر سالی، ص ۱۲۵  
 پیر قد کمان، ص ۲۳۳  
 پیش گاہ پنی، ص ۱۱۱  
 پیزار، ص ۱۸۹، ۱۷۰  
 پیل دیا، ص ۱۳۵  
 پیو (سمن پیوکی)، ص ۲۶۰  
 تاپ [اس سے بھلا ڈکھ تاپ کا]، ص ۱۹۳  
 تاسوں (اس سے)، ص ۲۶۰  
 تنمبر، ص ۲۱۰  
 تجھ سار  
 نہ دیکھا دیا و نت تجھ سار کا، ص ۱۳۶  
 تخم نصیبین، ص ۷۸  
 تربوز و خربزہ، ص ۲۱۴

تضمیع اوقات خود، ص ۱۱۵  
 تکھنڈا، ص ۲۰۵  
 تکیہ زربفت، ص ۲۲۷  
 تلاوری کر بت و جنجال، ص ۹۴  
 تیل تیل ہنسی، ص ۱۹۱  
 تلے چھید بُغارا، ص ۹۱  
 تمناے دیکھا دکھائی، ص ۹۷  
 تنادِ حسن، تنادِ حسینکنا، ص ۱۳۵  
 تناریری، ص ۸۳، ۱۸۷  
 تنبوراء، ص ۱۱۱  
 تن پنج، ص ۱۸۳  
 تنگ و تو بڑا، ص ۲۱۱  
 تن من لفا، ص ۲۲۵  
 تن و توش، ص ۱۴۲  
 تَوَا (تَوَا)، ص ۱۹۶  
 تواتر الجھڑ و البو چھار، ص ۸۹  
 توبہ پھلو، ص ۱۹۷  
 توتا چشم، ص ۱۱۱  
 توشہ راہ کا، ص ۲۳۱  
 تولیت مقبرہ شیخ چلی، ص ۶۸  
 تھوکار، ص ۱۸۹، ۱۹۲، ۱۹۳  
 تھوکاری، ص ۱۵۲  
 تھکا تھکت تھکت است بر حال او، ص ۱۶۹  
 تھکم تھکا شدن، ص ۸۵  
 تھوکار تھکائی و ریچھ رچھائی، ص ۱۱۵  
 تھکی داڑھی، پھٹے منہ، ص ۱۵۲

|                                           |                                     |
|-------------------------------------------|-------------------------------------|
| تھیاتا تھیاتیا، ص ۱۹۶                     | تھلم ٹھال، ص ۹۸                     |
| تیرتھ اور دوارکا، ص ۱۳۶                   | ٹھور وٹھانوں ہم گانہ، اگذاشتہ، ص ۸۹ |
| تیور برگشتہ دید، ص ۸۵                     | ٹھیل پیل، ص ۲۳۳                     |
| ٹانکے بھر (بہت کم)، ص ۱۱۶                 | ٹیپ ٹاپ، ص ۹۲                       |
| ٹووں ٹوں [خستہ حال وٹووں ٹوں]، ص ۸۹       | ٹینا، ص ۱۸۱                         |
| ٹخ ٹخ کناں، ص ۹۵                          | ٹیٹی، ص ۱۸۱                         |
| ٹڑپوں، ص ۹۲                               | ٹانی الحال، ص ۱۱۳                   |
| ٹڑبھس و چرچوں و غرش، ص ۸۵                 | جانم، ص ۲۱۳                         |
| ٹکاو [کہ انگشت را نیست بروے ٹکاو]، ص ۱۲۷  | جاسوس، ص ۲۲۵                        |
| ٹکر زند، ص ۱۳۰                            | جامہ، ص ۲۰۷                         |
| ٹلد [نہ پلد، نہ ٹلد، نہ جُبد ز جا]، ص ۱۲۵ | جان بابا (بیٹا)، ص ۱۷۱              |
| ٹلدہ (ٹلا): ص ۱۳۲، ۱۳۵، ۱۵۸، ۲۰۵، ۲۱۳     | جائے گریز گاہ، ص ۱۱۳                |
| ۲۳۵                                       | جرگہ، ص ۲۱۹                         |
| ٹانہ حریفانہ و ملنگانہ، ص ۱۰۹             | جسی (جس)، ص ۱۲۷                     |
| ٹلدہ ڈقو، ص ۹۱                            | جگت بیچ، ص ۱۷۲                      |
| ٹلدہ سمرقندی، ص ۷۷، ۷۸                    | جگ سوہن، ص ۱۸۸                      |
| ٹلدہ الدقو شاکا، ص ۷۶                     | جلد گھوڑا، ص ۲۲۷                    |
| ٹلدہ ہفت رنگ، ص ۱۳۶، ۲۰۰                  | جمدھر، ص ۲۰۹                        |
| ٹنڈک وٹنڈا، ص ۲۰۵                         | جمن جتی، ص ۱۸۶                      |
| ٹنگلہ الوسیع سزاوارا بیچ کھینچ، ص ۶۶      | جُبدک جُبنناں، ص ۱۵۳                |
| ٹوپ العمل، ص ۹۳                           | جنتی کا آنول نال، ص ۱۱۷             |
| ٹوکری                                     | جو اں مارتے مارتے، ص ۱۸۳            |
| پرخس و خاشاک بہ سر ٹوکری، ص ۱۳۴           | جوانی و جوہن پڑو بھاڑ میں، ص ۲۱۹    |
| ٹھکانا (برٹھکانا نارساند)، ص ۹۴           | جو بنا، ص ۲۱۶                       |
| ٹھکت ٹھور، ص ۲۳۳                          | جو بن بے تمثیل، ص ۱۰۰               |
|                                           | جو بن چلا روس کر، ص ۲۱۶             |

- جو بھر آٹا نائے بھر شکر، ص ۱۱۵  
جو تم جاتا، ص ۱۱۲  
جو دھا، ص ۱۲۶  
جو روڑا کا، ص ۱۹۱  
جو نرا بھونرا، ص ۱۵۳  
جو تک کا انڈا، ص ۱۱۷  
جو ہر بے چھید، ص ۱۰۰  
جوے (جو رو)، ص ۱۲۶، ۱۹۱  
جہاری (ڈینگ، جہاری)، ص ۱۵۵  
جھاڑ جھنکار [بڑے جھاڑ جھنکار اور نگ شاہ]،  
ص ۱۲۷  
جھانٹ (چہ جھانٹ است)، ص ۱۳۱  
جھانٹ اُپا دنی، ص ۲۳۱  
جھانٹ کھسوٹی، ص ۲۳۸  
جھٹا جھٹ و پھٹا پھٹ [است ہر سو]،  
ص ۱۳۹  
جھڑا جھڑا و ڈھڑا ڈھڑ (ہر دو باہم)، ص ۱۳۹  
جھڑا لآ [برافواج اعدا جھڑا کین]، ص ۱۲۷  
جھڑ، ص ۲۱۰  
جھک (می زنی)، ص ۲۳۸  
جھکڑ (گہ لکڑ، گہ جھکڑ)، ص ۶۲  
جھل، ص ۲۳۸  
جھلنگ [چارپائی جھلنگ]، ص ۲۰۲  
جھلنگا  
تن من ازیں غم جھلنگا شدہ، ص ۱۳۲  
جھنڈا کرے [جسی بھوم پر جائے جھنڈا
- کرے]، ص ۱۲۷  
جھو جرا، ص ۲۲۳  
جھولی (کہ در جھولی تو اندازم)، ص ۸۴  
جھونک جھانٹا، ص ۹۳  
جھونٹے [پکڑ جھونٹے لے جا اپنے دوارے]،  
ص ۱۰۹  
جھینگا، ص ۱۲۹  
جھینگر  
چہ جھینگر کہ بر کوہ چکر زند، ص ۱۳۰  
جیو، ص ۲۶۰  
جیو (چھپایا)، ص ۱۵۴  
جیو (فتح خاں جیو)، ص ۱۶۷  
چاپلوسی، ص ۱۱۳  
چارپائی [اگر باشد چارپائی و گر چٹائی، وہیں  
دھر لگائی]، ص ۱۰۹، ۱۳۰  
چارپائی جھلنگ، ص ۲۰۲  
چاری [نیچے تیرے دستے چاری]، ص ۱۵۵  
چاق و بے انگ، ص ۶۶  
چاہ گہرا، ص ۲۰۹  
چیل، چنیل و اچیل، ص ۹۰  
چپاتی، ص ۲۰۳  
چپاٹ (چپٹی باز)، ص ۱۵۸، ۲۳۰، ۲۳۳  
چپ باش چپ، ص ۱۶۹  
چپٹی، ص ۲۵۹  
چپٹی باز، ص ۲۳۷  
چپ چپا کر، ص ۲۰۷

- چپ کردہ (بنشینم) ص ۸۵  
 پتر چیتی، ص ۱۶۵  
 پت لگا کر گند مروا کھیلے، ص ۱۵۱  
 پت لگن، ص ۲۱۸  
 پٹاخہ شادمانی و پٹاخہ بارہ بانی، ص ۱۰۰  
 پٹائی [اگر باشد چار پائی و گر چٹائی]، ص ۱۰۹  
 پیٹ پٹ کند، ص ۱۳۲  
 پیٹک، ص ۲۱۸  
 پیٹک چھنال، ص ۲۳۱  
 پیٹکی کی اوقات!، ص ۸۵  
 پیٹوری جوے، ص ۱۹۱  
 پیٹھی مٹھلی، ص ۱۱۰  
 پیٹھی لولی، ص ۱۶۰  
 پیڈاسی، ص ۱۶۱، ۲۳۷  
 پیڈگرو، ۱۵۸، ۶۷، ۹۱  
 پیغ نفی و اثبات، ص ۱۳۱  
 پیڑ پوزے، ص ۸۲  
 پیڑ چوں، ص ۶۶  
 پیڑ چوں [غپ غپک الاؤہ من الچر چوں]،  
 ص ۷۵  
 پیڑ چون و غر فیش، ص ۸۵  
 پیڑ خا کیا، ص ۱۷۱  
 پیڑ خ چوں [میر جعفر جڑخ چوں]، ص ۸۹  
 پیڑ غینہ، ص ۸۶، یاران چڑغینہ، ص ۹۱  
 پیڑ غینی، ص ۹۸  
 پیڑ گن گاہ، ص ۶۹  
 چہ مینہ، ص ۱۰۸  
 چڑوہڑ، ص ۹۲  
 چڑو، ص ۱۸۱  
 چڑیا کی جفتی، ص ۱۱۷  
 چڑھاو [عمر در چڑھاو و دولت در گھٹا و باد]،  
 ص ۱۱۵  
 چڑیچہ، ص ۱۰۲  
 چغل خور، ص ۱۸۹  
 چغل سگ، ص ۲۵۸  
 چھا چق، ص ۶۶  
 چھر، ص ۲۰۴  
 چکا دہی، ص ۱۷۲  
 چکن، ص ۲۰۷  
 چکنیا (ملا چکنیا)، ص ۱۹۲  
 چکی، چولھا (ندارم چکی و ندارم چولھا)، ص ۱۱۲  
 چلقد، ص ۲۰۹  
 چلن جہاں چہ پر محن است، ص ۹۲  
 چمڑ غچھی، ص ۶۶  
 چمڑکھ، ص ۱۸۲، ۶۵  
 چمگادڑ کی چربی، ص ۱۱۷  
 چنچل و اچیل، ص ۹۰  
 چنداپورا، ص ۱۱۱  
 چند پیسہ، ص ۲۵۶  
 چندال، ص ۲۳۴  
 چندول ڈانوا ڈول عناصر السھول، ص ۸۸  
 چوب ز اغنول، ص ۶۶

- چوہٹ و دہپٹ ساختہ، ص ۶۲  
چوہڑی، ص ۱۵۵  
چوچیاں لچ لچ، ص ۹۸  
چو دا چدی، ص ۱۹۹  
چودھری، ص ۲۱۱  
چوز، ص ۲۰۶  
چوکھٹ نردھن نواز، ص ۹۰  
چوکی پہرا، ص ۲۰۹، ۱۱۵  
چونی بھوسی  
(من از ضعف چوں چونی و بھوسیم)، ص ۱۳۲  
چو ہڑا، ص ۱۷۲  
چویا چندن، ص ۱۹۱  
چویہ و چندن، ص ۱۹۸  
چہار کر وہ و پنج بسوہ روز برآبدہ، ص ۷۱  
چھان بودے ہوئے ہیں، ص ۲۲۲  
چھان [خداوند کھریل و چھان]، ص ۸۲  
چھپر کھٹ، ص ۲۰۲  
چھپرہ ارض، ص ۹۵  
چھتر پت، ص ۵۵  
چھتر پتی، ص ۱۸۶  
چھنجو بچارا، ص ۱۵۹  
چھلک و دستار مع طرہ نقرہ پزار، ص ۷۷  
چھلنگ زدہ، ص ۹۶  
چھلی سپاری کا پھول، ص ۱۱۷  
چھنال کی چٹکی، ص ۱۱۷  
چھند، ص ۹۱  
چھنلیا، ص ۷۲، ۱۶۰  
چھی چھی آگیں، ص ۸۸  
چھیری، ص ۱۳۵  
چھنا چھنی، ص ۱۶۸  
چھینٹ چھانٹ مضیق السوق، ص ۸۸  
چھتا [تخی کے نام سے تولا و چھتا]، ص ۱۶۷  
چھٹک، ص ۲۱۸  
چھپا بھراونی، ص ۲۳۹  
چھپے خشک و تنگ، ص ۲۰۰  
چھپا گیلا، ص ۹۸  
چھپے طمر پچے، ص ۱۰۲  
چھرا، ص ۲۰۷  
چھرا، چھری، ص ۲۶۰  
چھیل چھپتا، ص ۱۱۶  
حاضر ضامنی، ص ۱۱۳  
حاضر و مقتید و سرگرم باشد، ص ۱۱۳  
حرام زادے کی جائی بے نکاح زادے کے  
گھر آئی، ص ۱۰۳  
حرامی بچگاں، ص ۸۵  
حرامی مؤت، ص ۱۶۶  
حریص جمار، ص ۱۷۲  
حفظ مراتب، ص ۱۲۱  
خلد کفن کا، ص ۲۳۰  
خاک دھول کیا، ص ۱۳۲  
خاگینہ، ص ۲۳۵  
خال پھکار و تھتھکار، ص ۱۱۱

|                                  |                                            |
|----------------------------------|--------------------------------------------|
| خندہ و گفتار، ص ۱۸۶              | خام پارا، ص ۱۵۹                            |
| خوشدامن، ص ۶۱                    | خان گھر گھڑا ہٹ نشان، ص ۱۱۳                |
| خوشی ہو (خوش ہو)، ص ۲۰۷          | خٹک، شیطان، ص ۲۳۰                          |
| خون پتومی چشم، ص ۸۳              | خٹک، وکونڈی، ص ۲۱۰                         |
| خوے چود، ص ۱۷۳                   | خدا پچان (ملہیان خدا پچان)، ص ۸۲           |
| داروغہ احتلام خانہ، ص ۶۸         | خدا رس، ص ۱۳۷                              |
| داغ پھٹ پھٹ، ص ۱۱۱               | خداوند کھسیرل و چھان، ص ۸۲                 |
| داغ نصیحہ، ص ۱۱۱                 | خر بچگاں، ص ۱۰۸                            |
| داغ نلہ کیر خر، ص ۱۱۱            | خر بچہ، ص ۱۰۹                              |
| دال بھات، ص ۲۰۳                  | خر بے سم، ص ۱۰۹                            |
| دال خٹک، ص ۱۱۷                   | خردہ روپیہ، ص ۲۵۶                          |
| دال روٹی، ص ۲۱۳                  | خروج و دخول، ص ۲۵۱                         |
| دال روٹی سواد کی، ص ۲۰۶          | خشتک، ص ۲۳۷                                |
| دال ماش، ص ۲۰۳                   | خشتک پھڑاونی، ص ۲۳۹                        |
| داماد، ص ۱۲۶                     | خشت، ص ۱۷۱                                 |
| دامن ملاپ فراہم کشیدہ، ص ۹۵      | خٹک (پلا و خٹک)، ص ۸۱                      |
| داو (دانو)، ص ۶۵                 | خصمین، ص ۶۲                                |
| داہ (لونڈی)، ص ۷۰، ۱۰۸، ۲۰۰، ۲۰۶ | خلاص (خود را خلاص نموده)، ص ۱۱۳            |
| دُیر گاہ، ص ۱۳۸                  | خلاص [می شدی از دھکے ہائے دوسہ چار]، ص ۱۷۲ |
| درب اندھیر کا، ص ۱۶۳             | خلال (بزکا)، ص ۱۵۹                         |
| درب، دھن، ص ۲۶۰                  | خلعت پاجامہ بر سرش نہند، ص ۶۹              |
| دربارِ معلیٰ، ص ۵۹               | خمش، ص ۱۷۹، ۱۹۹                            |
| دربدوں، ص ۲۱۷                    | خندہ و زنبہ، ص ۱۷۲                         |
| درماہہ، ص ۱۱۵                    | خنجر سنہرا، ص ۲۱۰                          |
| دُرِ یتیم، ص ۲۱۳                 | خندوں میں نہ مل بیٹھ، ص ۱۸۷                |
| دستارِ بل دار، ص ۱۷۰             |                                            |



- دستخط نہ نمایند، ص ۱۱۵  
دستک (عکم نامہ)، ص ۸۸  
دعوی تہوری، ص ۷۲  
دغریچہ، ص ۱۰۲  
دغل، ص ۱۷۲  
دفع الوقتی می نمودم، ص ۱۱۴  
دکھڑا، ص ۹۴  
دگلا، ص ۲۰۷  
دل اداس، ص ۲۴۱  
دلالت محتملہ، ص ۹۹  
دل دبوچن، ص ۱۰۰  
دلدر، ص ۸۳  
دمائے کی دھمک، ص ۱۱۷  
دمدمہ، ص ۱۴۳  
دنادس بیس، ص ۲۲۳  
دنادو چار، ص ۲۲۵  
دنادوے چار، ص ۲۱۹  
دند [بڑی دند ڈالی دھن بیچ آئے]، ص ۱۲۸  
دنگل میں، ص ۱۶۰  
دوادو دواڈو، ص ۱۷۱  
دوادو [ہر طرف بھاگڑ پڑی ہے]، ص ۱۳۹  
دو پھڑکی، ص ۱۵۷  
دو پھڑکی [کھڑکی دو پھڑکی]، ص ۲۴۱  
دو پیازہ و کباب، ص ۲۱۴  
دوتھی، ص ۲۰۹  
دو جی، ص ۱۹۲  
دو خسیہ اسپ باد خایہ، ص ۷۷  
دودھ پر کی ملائی، ص ۱۰۹  
دوس، ص ۲۲۴  
دوسیر دودھ ہرنی کا، ص ۱۱۷  
دو عدد خایہ بیدانہ، ص ۷۸  
دو گز سایہ منک چال، ص ۷۸  
دو گنڈا، ص ۲۰۵  
دو گھڑی و چہار پہر روز برآمدہ، ص ۷۶  
دولتہ حیض، ص ۷۸  
دومیل چرمینہ، ص ۷۸  
دو نیم پاؤ، ص ۲۳۵  
دو نیم پشم خایہ، ص ۷۷  
دہائی مٹی، ص ۲۲۰  
دہپٹ (چوپٹ و دہپٹ ساختہ)، ص ۶۹  
دہار پیشاب، ص ۱۳۲  
دھاک  
زہے دھاک اورنگ شاہ بلی، ص ۱۲۵  
دھر لگائی، ص ۱۰۹  
دھرم نیم، ص ۱۹۸  
دھڑلا [بہ بیجا پور آمد دھڑلا دین]، ص ۱۲۷  
دھلہ پیہم، ص ۲۱۴  
دھلہ متھرا باشی، ص ۷۸  
دھلہ ہائے دوسہ چار، ص ۱۷۲  
دھگ بھنگ، ص ۱۳۴  
دھگو (دھینگ والدھگو)، ص ۶۵  
دھگر باز [ولنگ ساز و طناز]، ص ۹۰

دھکڑے، ص ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۴۰

دھانچو کڑی مچائی، ص ۱۲۵

دھما دھم گنا، ص ۱۷۱

دھن گنگ [پتھانچو ودھن کنگ]، ص ۶۶

دھنگ [انی عبدک دھنگ]، ص ۶۲

دھنگیز (یا ایہا اللہ دھنگیز)، ص ۶۵

دھوپ، ص ۱۳۵

دھوپ و برچھی و گپتی، ص ۲۱۰

دھوپ زبان، ص ۸۲

دھوگر، ص ۶۲

دھوگر م (اٹلم، دھوگر م)، ص ۶۲

دھولن، ص ۱۸۸

دھولی کھال، ص ۷۶ ڈ ۲۳۸

دھولی گھٹا، ص ۲۲۵

دھولے ہو گئے کیس، ص ۲۶۰

دھوم دھام ملک و دولت، ص ۲۲۷

دھومس مچائی، ص ۲۲۱

دھوں دھوں [نقاروں، داموں سے دھوں

دھوں کیا]، ص ۱۲۷

دھونسا دیا، ص ۱۲۸

دھی، ص ۲۶۰

دھی چود، ص ۷۴، ۲۲۲

دھینگ، ص ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۶۵

دھینگ (والدہ ہو کر)، ص ۶۲

دھینگ [والدہ ہگڑ]، ص ۶۵

دھینگا مشتتی، ص ۱۱۲

دیا [دیا: چراغ]، ص ۲۳۱

دیا و میا، ص ۱۳۶

دیا و نت، ص ۱۳۶

دیبہ، ص ۲۱۱

ذوق شمشیر [کونیاں را ذوق شمشیر از کجا

ست]، ص ۷۳

ذوی الثراک، ص ۹۲

ڈاکا، ص ۶۳، ۷۶

ڈانوا ڈول [مثل غول ڈانوا ڈول]، ص ۹۵

ڈبکوں ڈبکوں می کند، ص ۸۹

ڈبکی بزن، ص ۱۱۶

ڈقو، ص ۶۳، ۶۷، ۱۵۸

ڈگتے رہو، ص ۱۶۳

ڈگر چل، ص ۱۸۰، ۲۲۱

ڈگر چلو، ص ۲۶۰

ڈنڈا، ص ۶۳، ۲۰۵

ڈنڈ کر [خوشی ہو، ڈنڈ کر]، ص ۲۰۷

ڈنڈیا، ساری، ص ۱۵۶

ڈنڈا کرو

کچہری میں ڈنڈا کرو سانچ کا، ص ۱۶۷

ڈنگورو ڈھنڈور نمودہ، ص ۸۳

ڈنگر ڈھور، ص ۲۳۰

ڈوباک الشرہ، ص ۹۳

ڈول، ص ۲۱۰

ڈولہ (ڈولہ کچر کھ دختر خود)، ص ۶۸

ڈولی، ص ۲۰۹

رنگیلی بیج پر کلیاں بچھالے، ص ۲۳۱  
 رنگیں پنجرہ تن، ص ۲۲۹  
 رنگین خانہ، ص ۲۳۰  
 روزگارِ نال مثل، ص ۱۱۵  
 روزگارِ قحط جو نژی و جو ار، ص ۱۱۴  
 روز و شب گسں دہ و کیر طلب، ص ۹۰  
 روس کر (روٹھ کر)، ص ۲۱۶  
 رہی، ص ۱۶۲  
 رہ مارا گا گھات میں، ص ۲۲۵  
 رہ موتی، مینگنی، ص ۱۳۶  
 رتجھ بوجھ بے حاصل، ص ۹۲  
 رتچھ رچھائی، ص ۱۱۵  
 ریم الارحام، ص ۱۰۱  
 زادہ حیض، ص ۲۴۴  
 زاکیات [طبیات و زاکیات]، ص ۶۷  
 زانیان گسں تلاش، ص ۲۲۸  
 زٹلے، ہلے، ص ۱۳۵  
 زدو کوب، ص ۱۱۲  
 زرد چوب و پتنگ، ص ۲۰۱  
 زری پیچ، ص ۱۷۱  
 زریں کٹورا، ص ۲۲۷  
 زنانے کانخرا، ص ۱۱۷  
 زیب و زاب، ص ۹۲  
 زین رو پہرا، ص ۲۱۱  
 ساتھی سنگاتی، ص ۲۳۱، ۲۲۵  
 سادھو (نہایت سادھو باشد)، ص ۹۲

ڈھل (ڈھول)، ص ۱۴۹  
 ڈھپو، ص ۱۴۵  
 ڈھنڈورا پھرا، ص ۲۲۲  
 ڈھیلا ریش، ص ۱۱۱  
 ڈھینگ، ص ۱۶۴، ۲۳۸  
 ڈھینگ ڈھونڈھتی، ص ۲۴۰  
 ڈھینگ غنک لنڈوسیہ بھنڈ، ص ۹۱  
 ڈیرا، ص ۱۲۸، ۲۱۱، ۲۲۱  
 ڈینگ، جہاری، ص ۱۵۵  
 ڈیوڑھی، ص ۲۱۰  
 راگ و پھاگ، ص ۸۳  
 رام مالا، ص ۱۶۵  
 رائنڈ سانڈ، ص ۲۳۹  
 رائنڈ شد بانوے کیتی، ص ۱۳۸  
 رائی ڈبائی پھری، ص ۲۲۲  
 رخت ڈھیلا، ص ۹۸  
 رقا ص بازی، ص ۱۳۹  
 رکت، ص ۱۸۳  
 رکت کے آنسوؤں جگ روڈتا ہے، ص ۱۳۸  
 رگ ٹرٹوں پتے پوں، ص ۱۳۵  
 رمنہ قبا و ازار، ص ۱۸۳  
 رنڈی نگنڈی، ص ۷۱  
 رنگ رلیاں منالے، ص ۲۳۱  
 رنگ سرخ و گورا، ص ۲۲۷  
 رنگ گلابی، ص ۱۸۶  
 رنگ نیلا رخت ڈھیلا، ص ۹۸

- ساری (ڈنڈیا، ساری) ص ۱۵۶  
ساگِ خام و بھجیہ شلغم، ص ۲۱۴  
سانچ، ص ۱۷۱، ۱۶۵  
سانگ، ص ۱۳۵  
سانگ مانگِ حلوا خاتون، ص ۹۳  
سبزی فروش، ص ۱۰۸، ۱۰۲  
سب سے اکڑ رہ، ص ۲۰۷  
سپارا، ص ۲۰۵، ۱۶۱، ۱۶۰، ۹۰  
سنتنی، ستھنی، ص ۲۳۸، ۹۵  
سٹا کا (ڈقو شاکا)، ص ۱۵۸، ۷۶  
سجن، ص ۲۱۸  
سخن ہائے زمل، پھٹک لپھکوڑا، ص ۲۲۸  
سُدھ بُدھ، ص ۱۵۴  
سِدھ سستی، ص ۱۸۶  
سر پر خدانے خیر کی (زندگی بچ گئی، قتل سے بچ گئے)، ص ۱۴۸  
سریچ سرگین گاؤ، ص ۷۷  
سرخ مسینہ و پشمینہ، ص ۱۰۸  
سرخ وزر و جہاں، ص ۲۵۰  
سرکارِ ناقابل و ناشایستہ پناہ، ص ۱۱۳  
سرگروہ نکھٹوان روزگار، ص ۹۳  
سُسرار، ص ۲۲۴  
سعد اللہ خاں کا دوارا، ص ۱۶۱  
سفرِ پیچہ، ص ۱۰۲  
سقرات کے بچ، ص ۱۱۷  
سگِ بے دُم، ص ۱۰۹
- سگِ دہاں، ص ۱۶۹  
سگِ لینڈی، ص ۱۶۸  
سلامت کوچہ، ص ۱۶۲  
سمپت، ص ۲۶۰  
سمہن، ص ۲۵۷  
سمرن، ص ۲۶۰  
سنسار  
اَکل بے کل ہوا سنسار سارا، ص ۱۳۸  
سنگ (بہ معنی ساتھ)، ص ۷۱، ۲۲۵  
سنہِ جلوسیِ غلط، ص ۱۱۲  
سواد، ص ۲۰۶  
سورخ لعنت اللہ، ص ۱۱۱  
سوزنی، ص ۲۱۳  
سوؤتے میں دن گیا ہے، ص ۲۳۱  
سوؤنا (سونا)، ص ۲۲۳  
سُوہا جوڑا، ص ۲۲۸  
سہاگ [کجا راگ و پھاگ و کجا سہاگ]، ص ۸۳  
سیاہ جمال گوٹے کا عرق، ص ۱۱۷  
سیاہہ، ص ۵۹  
سیخ پائے، ص ۱۲۸  
سپدھا (بہ معنی کھانے کا سامان)، ص ۱۱۶  
سیدیاں (خر سیدیاں)، ص ۱۳۱  
سیرِ دسہرہ، ص ۲۱۰  
سیہ بھنڈ، ص ۹۱  
سیہ کاری وزنا کاری، ص ۱۱۳

|                                  |                                          |
|----------------------------------|------------------------------------------|
| صبرہ چینی، ص ۷۸                  | شائش، ص ۱۵۳                              |
| صحیح الکلمب و التبر وار، ص ۹۲    | شاخ ارنا بھینسا، ص ۲۳۳                   |
| صدائے غجاج، ص ۱۳۶                | شام و نہار، ص ۱۱۶                        |
| صدائے مردنگ، ص ۶۸                | شاہ وحدت، ص ۲۲۹                          |
| صد شاخہ کیر لائخہ، ص ۱۵۹         | شربت قند و گلاب، ص ۲۲۷                   |
| صدخرہ، ص ۱۷۲                     | شرح چہرہ (دوبار)، ص ۱۱۰                  |
| صغار و کبار، ص ۱۷۲               | شفتا لوکا پات، ص ۱۱۷                     |
| صفا صفا و دکا دکا، ص ۶۷          | شفقت [جو کوئی مجھ اوپر شفقت کرے]،        |
| ضرب زوراء، ص ۲۲۷                 | ص ۱۷۲                                    |
| طاقت نگر او، ص ۱۳۲               | شکر بھات [چو خواہی بے گس خوردن شکر       |
| طاقیہ، ص ۱۰۲                     | بھات]، ص ۱۲۱                             |
| طاقہ پشم ذکر، ص ۷۷               | شلوار، ص ۲۰۴                             |
| طبع بادی، ص ۲۵۶                  | شلور، ص ۲۰۷                              |
| طریق و سبیل، ص ۶۷                | شو بھا نہیں سنگار کو، ص ۲۲۵              |
| طلب (تنخواہ)، ص ۱۹۲              | شور و غل، ص ۱۶۹                          |
| طلب (// //)، ص ۶۳                | شوہر چندال، ص ۹۰                         |
| طلب (// //)، ص ۸۲                | شہر سنگ، ص ۲۰۲                           |
| طولیچہ، ص ۱۰۲                    | شہوت بے درنگ، ص ۲۰۰                      |
| عارضہ زکام، ص ۷۲                 | شیر مرداں [را بجائے شیر مادر خوردہ اند]، |
| عدالت فرمودند، ص ۶۰              | ص ۷۲                                     |
| عدالت احتساب، ص ۸۱               | شیریں نجن، ص ۱۸۶                         |
| عزیز پر تمیز، ص ۱۱۶              | شیطان بچکاں، ص ۱۰۸، ۱۰۹                  |
| عصمت پناہ بی بی چر خا چوتی، ص ۶۱ | شیوہ کون دادن، ص ۷۲                      |
| عصمت خراب بی بی، ص ۱۰۸           | شیوہ یار پرستی و بد مستی، ص ۹۰           |
| عناصر البھول، ص ۹۳               | صافیہ، ص ۱۰۲                             |
| عہدہ قلتبانی، ص ۱۱۳              | صافیہ، ص ۱۰۲                             |

ص ۹۴  
 غنچی، ص ۶۲، ۱۳۴  
 غزاة ماہ شرارت، ص ۱۱۳  
 غسل خانہ فرمودند، ص ۵۹، ۶۱، ۶۷  
 ۷۶، ۷۴  
 غلام بچہ، ص ۱۷۲  
 غلتاق، ص ۱۹۷  
 غمِ غُرفش، ص ۱۱۵  
 غوط، ص ۱۹۵  
 فالودہ، ص ۲۰۳  
 فراخ گوزدانی، ص ۱۱۱  
 فرجِ لپالپ، ص ۹۰  
 فردِ طلبِ مطلب، ص ۱۱۵  
 فرشِ میر، ص ۱۳۰  
 فرنی (فالودہ و فرنی)، ص ۱۳۷  
 فرورفتہ باوری نیستی و نکال، ص ۹۴  
 فکر و سامانِ بی بی گن، ص ۱۰۸  
 فلاکت، ص ۸۳  
 فن و فریب [کٹاوے، لڑاوے بہ فن و فریب]،  
 ص ۱۲۶  
 فوجاں جواں کی، ص ۱۸۳  
 فیلی منگوسی، ص ۶۲، ۱۳۲  
 قابلِ تھلم تھال، ص ۹۸  
 فجبہ گری، ص ۲۵۷  
 قصور، ص ۱۷۲  
 قلتِ الوڑات و کثرتِ لچوت، ص ۶۳

عیارہ [بدکارہ و مکارہ و عیارہ]، ص ۹۰  
 غب، ص ۱۶۹  
 غیاغب، ص ۱۳۶  
 غیاغب و چرچوں، ص ۶۶  
 غیاغب، شپاشپ، ص ۹۰  
 غیاغب شپاشپ کے پالے پڑے، ص ۱۳۲  
 غبُ السپارا، ص ۷۶، ۱۵۷  
 غبرِ غب، ص ۱۳۶  
 غبِ غیاغب، ص ۱۳۶  
 غبِ غیاک، ص ۲۳۱  
 غبِ غنچکِ الادہ من اچرچوں، ص ۷۵  
 غنچکِ لنڈ، ص ۹۱  
 غنچکینی، ص ۲۳۰  
 غنچاغچ، ص ۱۳۶  
 غنچاک، ص ۱۳۶  
 غنچِ بچ [علیٰ الغنچِ بچ و لکچ کاج]، ص ۸۸  
 غنچِ بچِ غنچاک، ص ۲۳۳  
 غنچِ بچِ غنچ، ص ۱۳۶  
 غنچِ غنچاغچ، ص ۱۶۲  
 غنچِ غنچاک، ص ۱۳۶  
 غنچِ غنچِ الگھستہ، ص ۷۵  
 غنچِ غنچِ خانہ، ص ۷۰  
 غنچِ غنچِ کس، ص ۲۳۱  
 غنچک، ص ۶۶  
 غنچکِ الغنچیک، ص ۵۷  
 غنچکی خوردہ ڈکھڑا و تلاوری گربت و جنجال،

- قلتبان، ص ۲۴۴  
 قلتبانی [شرح قلتبانی و وضع ڈکوٹی]، ص ۹۰  
 قلتبانی، ص ۲۴۳  
 قوم اینٹ نالی، ص ۱۱۱  
 قوم بھنڈیلا، ص ۱۱۱  
 قیل قال، ص ۱۹۹، ۹۴  
 کاچھی، ص ۷۹  
 کانورودیس، ص ۲۱۶  
 کا-تھ، ص ۲۵۷  
 کپٹی، ص ۲۵۹  
 کپوت، ص ۲۶۰  
 کپور کی جڑ، ص ۱۱۷  
 کپورہ بکرہ پہاڑی، ص ۷۸  
 کٹا پچھاڑ، ص ۲۴۰  
 کٹاکٹ و لٹالٹ است ہر سو، ص ۱۳۹  
 کٹاکٹ، ص ۱۶۸  
 کٹمب (صحیح الکٹمب)، ص ۹۲  
 کٹن، ص ۱۸۹  
 کٹنی، ص ۱۰۸  
 کٹہرا، ص ۲۱۰  
 کٹھور، ص ۲۴۰  
 کچ کچاہٹ الوقت پر گزاف، ص ۸۹  
 کدھی، ص ۲۳۰  
 کربی می خورد، ص ۲۴۵  
 کرکا کیا، ص ۱۷۱  
 کرم کی بلی (لگاؤ)، ص ۱۱۰  
 کرٹڈا، ص ۱۶۱  
 کرودھنی، ص ۹۸  
 کر و فر، ص ۲۲۸  
 کڑاہی، ص ۲۱۰  
 کڑکڑاہٹ البرق، ص ۸۸  
 کڑوڑی، ص ۲۱۱  
 کس باغ کی مولیٰ، ص ۱۸۷  
 گس پٹارا، ص ۱۶۰  
 گس پھاڑ، ص ۱۰۹  
 گس فراخ، ص ۱۵۹، ۹۰  
 کس کارن تم ہمت ہاری، ص ۱۵۴  
 کس گن ملوگے یار کو، ص ۲۲۵  
 گس مراونی، ص ۲۴۲، ۹۸  
 گھل کھیم، ص ۱۹۸  
 گھل کھیم ساچار، ص ۱۸۷  
 کشمیری بے پیری، ص ۱۱۴  
 کفن پھاڑ، ص ۱۸۸  
 کفن چور، ص ۱۷۲  
 کلڑوں کوں [شکتہ بال و کلڑوں کوں]،  
 ص ۸۹  
 کلڑوں کلڑوں کو چلے رہو، ص ۱۶۴  
 کلا، ص ۲۴۵  
 کلنبی انھی، ص ۱۸۳  
 کلچر کھ، ص ۶۸  
 کلچن کپوت، ص ۱۳۴  
 کلر، ص ۲۲۴

کونیاں، ص ۷۲، ۲۵۲  
 کونیاں خردسال و شیرخوار، ص ۲۲۸  
 کوہِ طور کی بلندی، ص ۱۱۷  
 کہاوت، ص ۹۴  
 کہبت، ص ۱۹۲، ۲۶۰  
 کھپریل [خداوند کھپریل و چھان]، ص ۸۲  
 کھٹ پٹ  
 بہ درگاہ تو ہر کہ کھٹ پٹ کند، ص ۱۳۲  
 کھٹل، ص ۱۳۰  
 کھٹل کا کلیجا، ص ۱۱۷  
 کھٹول، ص ۱۳۱  
 کھٹیا، ص ۱۳۹  
 کھریا، ص ۲۱۱  
 کھڑکی دو پھڑکی، ص ۲۴۱  
 کھیس (کھیس)، ص ۲۱۵  
 کھکھ، ص ۲۶۰  
 کھکھول برات، ص ۸۵  
 کھلبلی پڑی، ص ۶  
 کھل کھل بنے، ص ۱۹۱  
 کھنڈر، ص ۱۳۳  
 کھو، ص ۱۹۶  
 کھو جڑا، ص ۲۲۴  
 کھوسا، ص ۱۱۱  
 کھول کھال و کھینچ کھانچ اظہارِ کردم، ص ۱۱۶  
 کھوونا (کھونا)، ص ۲۲۳  
 کھیسروں کھیسروں، ص ۲۱۷

کلسرا، ص ۲۱۹  
 کلواں و چھلنگ، ص ۲۱۸  
 گلہ کپہ، ص ۶۱  
 کم ترین اپاہجاں، ص ۹۲  
 کنخواب نرم و نقرہ، ص ۲۱۵  
 گنہمار، ص ۲۲۴  
 گنجر کی ذات!، ص ۸۵  
 گنجد او گھوسی، ص ۹۸  
 گنڈرکا، ص ۱۹۵  
 گن گن (کس نے کس نے)، ص ۱۶۰  
 گنکوا (بازی گنکوا)، ص ۱۹۵  
 گنیادان، ص ۷۰  
 گنیانگوار، ص ۱۵۵  
 گواڑے کا چھید، ص ۱۱۷  
 گوٹ، ص ۱۲۷  
 گوٹھہ اجناس، ص ۲۱۰  
 کوچہ پس مورچل، ص ۱۳۴  
 کوچہ ہائے چھی چھی آگہیں، ص ۸۸  
 کود پھاند پل پارگرد، ص ۸۹  
 کوزہ گورا، ص ۲۲۷  
 کوں دادن، ص ۷۴  
 کونڈی، ص ۲۱۰  
 کون فراخ، ص ۸۵، ۱۱۱  
 کوں مرانی، ص ۲۴۳  
 کون نمسکاں دگیر کریمیاں دراز باد، ص ۱۰۲  
 کونی، ص ۲۴۳



گنڈ مرہ و مسخرہ و بھانڈ و بھکچیا، ص ۱۸۶  
 گنڈیا، ص ۶۴، ۲۳۸  
 گوبرگنیش، ص ۱۱۴  
 گورکھ دھندا و الجھیرہ میاں جی، ص ۱۱۶  
 گوز پنجابی چوڑ پھاڑ، ص ۷۸  
 گوز خر، ص ۲۰۴  
 گوز دماغ سوزِ دال ماش، ص ۷۸  
 گوزِ گجراتی، ص ۷۸  
 گون [یکا یک آن پنچے دن گون کا]، ص  
 گھج گھج ادبار، ص ۹۲  
 گھربار، ص ۲۲۴  
 گھربہ گھر (جو بن دکھاوے گھربہ گھر)،  
 ص ۱۹۲  
 گھرپاپ کا، ص ۱۹۳  
 گھر سے گنگا پار یہ، ص ۱۹۱  
 گھرواہہ جاویدی نماید، ص ۹۳  
 گھسا گھس، ص ۱۸۱  
 گھٹم گھٹا گھٹم گھٹا کاشدن، ص ۸۵  
 گھٹہ بے دریغ، ص ۱۳۶  
 گھٹہ وٹلہ، ص ۱۳۵  
 گھسیرا گھسیرا، ص ۱۳۶  
 گھوما گھومی (می کند)، ص ۱۱۰  
 گوبا جھبجھی کیوں ڈالی ہے، ص ۸۵  
 گھٹا و [عمر در چڑھاو و دولت در گھٹا و باد]،  
 ص ۱۱۵  
 گھر کھانی، ص ۲۳۷، ۲۳۸

کھیلنی، ص ۲۴۰  
 کھیلی کھائی، ص ۱۰۳  
 کھینچا کھینچی نمودہ، ص ۱۱۰  
 کچ کچ کاچ کوچہ ہائے چھی چھی آکھیں، ص ۸۸  
 کپڑ خربنہ لنگ، ص ۷۷  
 گاڑی کی چوں چوں، ص ۱۱۷  
 گاوتکیہ، ص ۲۱۰  
 گائیدہ ہاروت و ماروت، ص ۹۱  
 گائندگاں، ص ۹۰  
 گپتی، ص ۲۱۰  
 گٹھ جوڑ کردہ، ص ۱۰۲  
 گج دنت، ص ۲۳۳  
 گڈڑی، ص ۲۰۹  
 گڈڑی و کھنڈر و آ، ص ۱۹۷  
 گدہرا، ص ۲۱۰  
 گدھیڑی پالم، ص ۲۱۵  
 گڑبہ چشم، ص ۱۱۱  
 گڑ زینار، ص ۱۵۹  
 گڑ سنی، ص ۹۸  
 گڑ پتکھ، ص ۱۶۳  
 گرگٹ رنگ، ص ۱۱۱  
 گرہ دل کشودم، ص ۸۵  
 گلہری گلہرا، ص ۲۱۱  
 گنڈ پھنٹی، ص ۱۶۲  
 گنڈ کھلی، ص ۲۳۲  
 گنڈ مرؤا کھیلیے، ص ۱۳۹

لذت چُپ چاپ عبادت، ص ۱۹۶  
 لرزة العمارات، ص ۸۸  
 لرزک لرزاں، ص ۱۵۳  
 لڑاکا، ص ۱۹۱  
 لوزا، ص ۲۳۴  
 لشکرِ شیطین، ص ۱۰۲  
 لعبوا، ص ۱۹۷  
 لعنت وہ بھٹ بھٹ، ص ۱۷۲  
 لقمہ تر، ص ۲۱۰  
 لکد کوب، ص ۱۷۱  
 لکڑ (گہے لکڑ، گہے جھکڑ)، ص ۶۳  
 لکھن [تحریر، دستاویز]، ص ۱۲۸  
 لکھی جنگل کی چیونٹی کا پونا، ص ۱۱۷  
 لگڑ، ص ۱۷۱  
 لٹو پتو، ص ۱۳۴، ۱۹۳  
 لٹی، ص ۲۵۲، ۹۸  
 لٹی (گا ہے مرد گا ہے لٹی)، ص ۹۰  
 لنڈا الغیب، ص ۸۵  
 لنڈ باز، ص ۷۱، ۷۲، ۲۴۲  
 لنڈ بازِ نیل بغارا، ص ۱۵۸  
 لنڈک لنڈا بوبک، ص ۱۵۴  
 لنڈورا، ص ۲۲۲  
 لنڈوری پچھڑیا، ص ۱۶۴  
 لنڈے، ص ۹۲  
 لنڈے بوچے، ص ۱۱۰  
 لنگ، ص ۲۳۲

گھر کھانی لوٹوں پٹی، ص ۲۳۶  
 گھر والی کی لڑھی، ص ۱۱۷  
 گھر گھڑا ہٹ الرعد فی الغمام، ص ۸۸  
 گھڑ و نچی، ص ۲۱۰  
 گھس پٹھ مجرا، ص ۱۱۴  
 گھسان [شب و روز تیار گھسان پر]،  
 ص ۱۲۶  
 گھنیرا سوچ، ص ۲۳۱  
 گھوڑا سوار، ص ۱۳۵  
 گھوس، ص ۲۶۰  
 گیدیاں (سرگیدیاں)، ص ۱۳۱  
 لاٹھ، ص ۱۶۳  
 لاٹھ فیروز شاہ، ص ۷۶  
 لاٹھم لاٹھا، ص ۱۱۲  
 لاج نہ آئی داڑھی کی، ص ۱۵۶  
 لبان بھوسڑی، ص ۱۶۱  
 لبید اسہاونی، ص ۲۳۱  
 لپٹی، ص ۱۵۹  
 لپسی، ص ۶۵  
 لٹا ہو کر، ص ۲۲۱  
 لٹاؤٹ، ص ۱۶۸  
 لٹ پٹے بھانت مستانہ طور، ص ۲۱۸  
 لٹک ساز، ص ۹۰  
 لٹکندہ و مٹکندہ بہ رفتار، ص ۱۸۶  
 لٹو، ص ۱۱۰  
 لذت بھس، ص ۲۴۵

مبلغے جمع سازم، ص ۸۳  
 متصد بیان نابینا وسیہ سینہ، ص ۱۱۳  
 متفتنی، ص ۸۶  
 متی (مت) چتر چیتی اپنی دکھاؤ متی، ص ۱۶۵  
 مٹک چال، ص ۱۳۲، ۱۷۰  
 مٹک چال و جنجال و چھنال اند، ص ۹۰  
 مٹک چھنال، ص ۲۳۷  
 مٹکنده (لٹکنده و مٹکنده)، ص ۱۸۶  
 مٹز دنامہ، ص ۱۹۸  
 مٹو زمی گردو، ص ۶۳  
 مجھ اوپر، ص ۱۷۲  
 مچلکے نوکری، ص ۱۱۲  
 مچنگ، ص ۲۰۱  
 مچھر کی جھانٹ، ص ۱۱۷  
 مچھی، ص ۱۲۹  
 مختار خاں جیو، ص ۱۴۱  
 مخفی و چھپانہ ماند، ص ۱۱۳  
 مدخولہ خاص و عام، ص ۱۰۱  
 مرحلہ خوف و ڈر، ص ۱۴۳  
 مردک، ص ۲۴۲، ۲۵۴  
 مردکہ، ص ۸۲، ۹۱  
 مرگ لوچن، ص ۱۰۰  
 مرٹڈا [پکڑ موٹڈ، سب کو مرٹڈا کرے]،  
 ص ۱۲۷  
 مرٹڈا کیا [پکڑ، باندھ کر جب مرٹڈا کیا]،  
 ص ۱۷۰

لنگ گھوڑا، ص ۲۳۱  
 لنگوٹا، ص ۲۱۷  
 لنگوٹی، ص ۲۳۸  
 لنگوٹی ہزار مٹی، ص ۷۷  
 لنہگا، ص ۲۴۰  
 لوٹ شد، ص ۱۳۲  
 لولی بازار، ص ۱۹۱  
 لولی نشان!، ص ۸۵  
 لومڑ، ص ۱۲۹  
 لونڈی، ص ۱۸۸  
 لونڈوں پیٹی، ص ۲۳۶، ۲۳۸  
 لپد کرد و رفت، ص ۸۵  
 لینڈی، ص ۱۳۵ [سگ لینڈی ۱۶۸]  
 ماتم پرسی، ص ۷۲  
 مانی، ص ۷۷  
 مانی ریس چلی، ص ۲۲۲  
 ماچہ خرے، ص ۸۶  
 مادر چوڑے فیض، ص ۲۲۲  
 مار دھاڑ، ص ۲۰۵  
 مار مار و دھاڑ دھاڑ، ص ۱۳۹  
 ماس، ص ۲۳۰  
 مال الادھار، ص ۱۰۹  
 مال زادی کی ٹیل کی چل، ص ۱۱۷  
 مان (وہ مان، وہ آور)، ص ۱۴۸  
 ماہیچہ، ص ۱۰۲  
 مبلغ بے تعداد، ص ۱۱۲

- مرہم دل حسنگاں، ص ۱۴۱  
 مری (وبا و مری)، ص ۱۹۸  
 مستانہ طور، ص ۲۱۸  
 مُسنڈا، ص ۶۴  
 مسکنِ روزن فراخ، ص ۱۴۳  
 مشغولہ: جمہورالانام، ص ۱۰۱  
 مضمونِ ترکاری، ص ۷۹  
 منظرہ، ص ۲۱۰  
 معطی، معطیاں، ص ۲۵۱  
 معمولہ ازدحام، ص ۱۰۱  
 مُغلمانِ کول پرست، ص ۲۲۸  
 مُغیثِ مور و ماہی، ص ۱۳۷  
 مفعولہ روم و شام، ص ۱۰۱  
 مقبرہ شیخ چلی، ص ۶۸  
 مقبولہ خواجہ و غلام، ص ۱۰۱  
 مُقدم، ص ۲۱۱  
 مکارہ و بدکارہ، ص ۹۰  
 مکر آموز، ص ۲۰۶  
 مکر و حیلہ، ص ۱۱۳  
 مکھ بولن، ص ۱۸۸  
 مکھ کھول، بھلی بول، بکن پیار، ص ۱۸۹  
 مکھ موڑ کر چلے، ص ۲۲۲  
 مکھی کا بھیجا، ص ۱۱۷  
 ملائی (دودھ پر کی ملائی)، ص ۱۰۹  
 منارا (بخارا کا منارا)، ص ۱۶۰  
 منتہیانِ خدا پہچان، ص ۸۲  
 منجد ہارِ بحرِ توبہ، ص ۱۱۶  
 من چلی، ہر جائی، ص ۱۰۳  
 منڈاسہ امید، ص ۹۳  
 منڈاسہ عجز و گدائی، ص ۹۶  
 منڈا کر موٹڈ، ص ۱۶۰  
 منڈا بھیر، ص ۹۳  
 منڈورا نڈ، ص ۲۳۸، ۲۳۷  
 منڈول، کھٹول، ص ۱۳۱  
 منصوبہ شطرنج و سوسہ ساز، ص ۱۱۶  
 من موہن، ص ۱۸۸  
 من ہرن، ص ۲۱۸  
 منیا و لال، ص ۹۳  
 موٹھہ التپارا، ص ۷۶، ۱۵۸  
 مورتِ بد مہورت، ص ۸۲  
 مور چال، ص ۶۸  
 مور چل، ص ۱۴۳  
 مور چھل، ص ۲۱۰  
 مؤس کر، ص ۲۱۶  
 موسلا دھار و تو اترا لچھڑا و ابو چھار، ص ۸۹  
 موسلِ فولاد، ص ۲۳۳  
 موسمِ بوند باند و موسلا دھار و تو اترا لچھڑا  
 و ابو چھار، ص ۸۹  
 موٹڈ [پکڑ موٹڈ سب کو مرٹڈا کرے]، ص ۱۲۷  
 مونگری [ہمن ہیں مونگری حق کی]، ص ۶۲  
 موے پشم، ص ۲۰۲  
 مہاسندر، ص ۱۹۸

|                                      |                                              |
|--------------------------------------|----------------------------------------------|
| نخرہ و گھونگھٹ، ص ۱۸۶                | مہاسور، ص ۱۲۶                                |
| زرباہ، ص ۱۹۲                         | مہرہ، ص ۲۰۹                                  |
| زردھن، ص ۲۶۰                         | میتِ راسخِ الپیت، ص ۹۷                       |
| زردھن نواز، ص ۹۶                     | میٹھی فال، ص ۲۳۶                             |
| زرسنگا، ص ۷۶                         | میٹھی نیند، ص ۱۳۸                            |
| نشانِ پیزار، ص ۱۱۱                   | میر جعفر کالٹکا جیسے دودھ پر کی ملائی، ص ۱۰۹ |
| نش کرن، ص ۲۱۸                        | میگ ڈمبر، ص ۲۱۱                              |
| نطفہِ احتلام، ص ۱۰۱                  | میلا کچیل، ص ۲۲۵                             |
| نقرے بے پردے، ص ۸۶                   | مینارِ سلطان شمس الدین، ص ۷۶                 |
| نفس توڑ، ص ۲۴۰                       | مینارِ کبر و گنبدِ خایہ، ص ۱۰۲               |
| نفس ٹھیلنی، ص ۲۴۰                    | مینڈک کی کانچ، ص ۱۱۷                         |
| نفسِ کام چورا، ص ۲۲۸                 | میہنا، ص ۲۲۲                                 |
| نفسِ لگو [نفس: عضوِ تناسل]، ص ۸۵     | ناپڑ سان و ناتر ساں دستگاہ، ص ۱۱۳            |
| نفع، ص ۲۳۱                           | ناتواں ہیں، ص ۱۱۱                            |
| نقارے کی دھوں دھاں، ص ۱۱۷            | ناداری و عین بے کاری، ص ۸۶                   |
| نقدِ شہوت و امساک، ص ۱۰۲             | نار (عورت)، ص ۲۶۰                            |
| نقدی، ص ۹۱                           | نار سے انکار پہ، ص ۹۱                        |
| نکھتو، ص ۱۱۰                         | ناراست گفتن از چشم پوشی، ص ۱۱۳               |
| نکھدر، ص ۸۳                          | ناقوتی، ص ۲۵۳                                |
| نگر سرا، ص ۱۵۳                       | نالہ و پوکھرِ فلاکت، ص ۹۶                    |
| نگنڈی [رنڈی ننگنڈی]، ص ۷۱            | ناستخص بے دستور، دیکھنے کا میدا، کھانے کا    |
| نگلی پیٹھ، نہار سر، باسی پانو، ص ۱۱۷ | نور، ص ۱۱۵                                   |
| نوا [آئینہ نوا]، ص ۱۹۶               | نادوٹوٹی ہوتی ہے پار، ص ۱۱۰                  |
| نوبت، نکورا، ص ۲۲۸                   | نپٹ                                          |
| نود دولت، بے فیض، ص ۱۱۳              | ازیں تین بیٹے نپٹ ناخلف، ص ۱۲۹               |
| نوکر شدہ، ص ۱۱۳                      | نچوے، ص ۱۵۰                                  |

|                                          |                                                  |
|------------------------------------------|--------------------------------------------------|
| ہر دم محبت پیار، ص ۲۱۸                   | نوکری، ص ۱۴۳                                     |
| ہرزہ گوئی ہا، ص ۲۲۹                      | نیکا، ص ۲۳۶                                      |
| ہفت چومہ ونیم سسکی روز برآمدہ، ص ۷۵      | نیکی (اتھی)، ص ۲۶۰                               |
| ہگن ہٹی کا گوز دماغ سوز، ص ۱۱۷           | نیکی کردن از بے ہوشی، ص ۱۱۳                      |
| ہلاس، ص ۲۳۱                              | نپلا، ص ۲۰۶                                      |
| ہل چل پڑی، ص ۱۲۵                         | نیم پاو، ص ۲۳۵                                   |
| ہلد [نہ ہلد، نہ ٹلد، نہ جبد ز جا]، ص ۱۲۶ | نیمہ آستین، ص ۵۹                                 |
| ہلکان، ص ۱۸۳                             | نیم نخرہ چہار پلک روز برآمدہ، ص ۶۰               |
| ہندوان دکا تھ ہا، ص ۲۵۷                  | نیہانہ جوڑا، ص ۲۳۱                               |
| ہنڈا (ہی آسود اللون کالہنڈا)، ص ۶۲       | وابستہ بدانجامی، ص ۸۲                            |
| ہنڈل بھتو، ص ۸۵                          | واقعہ نویس، ص ۸۰                                 |
| ہنگامہ گھٹا گھنگور، ص ۸۸                 | وضع ڈکوتی، ص ۹۰                                  |
| ہم خوابہ، ص ۲۱۸                          | ولایت [مرزا خندق بیگ از ولایت آمدہ<br>بود]، ص ۷۳ |
| ہمن ہیں مونگری حق کی، ص ۶۲               | وَلَدُ الْحَرَامِ، ص ۶۷                          |
| ہمن ہیں فیل منگوسی، ص ۶۲                 | وَلَدُ الْكَلْبِ، ص ۹۲                           |
| ہمناپر (ہم پر)، ص ۶۲                     | وواد، ص ۲۶۰                                      |
| ہمناستی، ص ۶۲، ۵۵                        | ہات [بہ قافیہ رات]، ص ۱۸۳                        |
| ہمنمت، ص ۱۲۸                             | ہات پتھر، ص ۱۳۲                                  |
| ہوا، ص ۱۹۵                               | ہاتھی کا پانچواں پانو، ص ۱۱۷                     |
| ہیر پھیر دور اختلاف، ص ۸۹                | ہالک [انٹم، دھوکڑم، ہالک]، ص ۶۲                  |
| یا ایہا الذہیان والکیان والقیل قال، ص ۹۳ | ہانڈی وڈوئی، ص ۲۱۰                               |
| یاران چرخینہ، ص ۹۱                       | ہاہا کروں، ص ۱۸۷                                 |
| یار جانی، ص ۲۱۸                          | ہب کر لے بخارا کا منارا، ص ۱۶۰                   |
| یار جانی من، ص ۲۱۸                       | ہتھی، ص ۲۱۱                                      |
| یاروں کے ڈیرے، ص ۱۰۹                     | ہر مال خوردہ بے جمعیتی، ص ۹۳                     |
| یک اد جھڑو چہار جھڑپ روز برآمدہ، ص ۶۲    |                                                  |

|                                      |                                       |
|--------------------------------------|---------------------------------------|
| یک چومہ ونیم سسکی روز برآمدہ، ص ۵۹   | یک بالشت و چہار انگل روز برآمدہ، ص ۷۰ |
| یک دھول و چہار چھلو روز برآمدہ، ص ۶۱ | یک بوند و چہار چھینٹ روز برآمدہ، ص ۶۱ |
| یک سوارا، ص ۱۶۰                      | یک پھر و پنجاہ گھڑی روز برآمدہ، ص ۶۷  |
| یک گز سایہ طوبی نذر گزرانید، ص ۷۶    | یک پیسہ، ص ۱۹۶                        |
| یک گز و چہار گرہ روز برآمدہ، ص ۶۰    | یک تولہ و چہار ماشہ روز برآمدہ، ص ۶۸  |
| یوسنی اوتار، ص ۱۸۹                   | یک جریب و چہار تسور روز برآمدہ، ص ۷۰  |
| یوم آنج، ص ۶۶                        | یک جو و چہاررتی روز برآمدہ، ص ۶۹      |
| یومیہ داران، ص ۶۳                    |                                       |

~~~~~

